



# کے نقیر

کا جزاء سید افتخار الحسن صاحب ندوی

فصل

مکتبہ نور سیہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

محمد حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	اللہ کے شیریں
مؤلف	صاحبزادہ سید افتخار الحسن زبیدی
طابع	سید حمایت رسول قادری
کتابت	نذیر احمد
ایڈیشن	اول
صفحات	$\frac{22 \times 36}{19} = 220$
تعداد	ایک ہزار
مطبع	کنج بخش پریس لاہور
سن اشاعت	یکم جولائی ۱۹۹۲ء
پروف ریڈنگ	قاری محمد عمر باسط - ایم - اے عربی
ہدیرہ	۴۵ روپے

ملنے کا پتہ  
مکتبہ نور یہ رضویہ کنج بخش روڈ لاہور

## فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۱	محمود غزنوی	۵	امتناب
۱۵۲	جنرل موسیٰ اور جنرل چودھری	۶	مقدمہ
۱۶۳	خدائی یلغار	۸	تذکرہ عقیدت
۱۶۵	بحسری بیٹہ	۹	بات جہول سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
۱۷۱	جہاد پاکستان اور غیبی امداد	۱۰	جہاد کا حکم
۱۸۰	محمد تونس	۲۱	شانِ بجاہد
۱۸۳	میر نذر حسین	۲۹	جہادین کے ساتھ خدا کے وعدے
۱۹۲	عقاب	۳۹	میدان جہاد میں فرشتوں کی فوج
۱۹۶	کرئل عبدالرحمن	۴۹	امتحان
۲۰۱	میر عزیز بھٹی	۴۳	شہادت
۲۰۵	بیت المقدس کی فتح	۷۲	اللہ کے شیر
۲۱۲	ہندوستان میں تحریک آزادی	۷۴	اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲۱۶	مولانا محمد علی جوہر	۹۵	حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ
۲۲۲	وطن کے غدار	۱۰۳	نعم الدین ولید
۲۲۷	جنگ کے فائدے	۱۱۴	عزرا بن ازور اور ان کی ہمیشہ خوار رضی اللہ عنہما
۲۳۴	حافظ غلام مصطفیٰ	۱۲۲	جنگ موتہ
۲۳۷	تعارف	۱۲۷	محمد بن قاسم
		۱۳۳	طسارق ابن زیاد

# التعاب

شہیدانِ با وفا

اور

غازیانِ اسلام

کے نام

سید افتخار الحسن زیدی  
فیصل آباد

## مقدمہ

جہادینِ اسلام، شہیدانِ وفا پر لاکھوں سلام — جنہوں نے اپنا تین من  
و من — اپنا زر و گھر، سر، سب کچھ راہِ خدا میں، نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
پر قربان کر دیا — ملک الملک، دارش دوجہاں کی بارگاہ سے انہیں بخشش و  
رحمت کی نوید سنائی گئی — یہی وہ با عظمت لوگ ہیں، جو راہِ خدا میں جان دیکر  
حیاتِ ابدی حاصل کر گئے — یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں، جنہیں اللہ رب  
العالمین کے دربار سے تمغہِ رضا حاصل ہوا — انہیں "أُولَئِكَ  
هُمْ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا" کی سند سے نوازا گیا — یہی وہ بابرکت  
لوگ ہیں، جنہیں پاکیزہ روزی کی بشارت دی گئی — انہیں اپنے پروردگار  
کی قربت و محبت نصیب ہو گئی — ان کی جانوں اور ان کے اموال کا  
خریدار خدا ہو گیا — یہ اللہ کی راہ میں نکلے تو اس شان سے چلے "يُقَاتِلُونَ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَيُقَتِّلُونَ وَيُقْتَلُونَ" وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔  
پھر اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں یا راہِ خدا میں جان دے دیتے ہیں —  
یہی وہ فدائینِ اسلام ہیں جو اللہ کی زمین کو کفر و شرک، ظلم و ستم، فسق و فجور، ظلمت و  
جہالت سے پاک کرنے کے لئے جب اپنے گھر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر  
اپنی بے پناہ رحمتوں کے دروازے کھول دیئے — فتح و نصرت نے ہر موقع پر ان کے  
قدم چومے — ان کا راستہ، پہاڑوں کی بلندیاں، دریاؤں کی تندو تیز موجیں،  
جنگلات کی خوفناکیاں، میدانوں کی وسعتیں اور پتے ہوئے لقمہ ووق صفاؤں کی  
باد صحرانہ روک سکتیں — یہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے آگے ہی آگے  
بڑھتے گئے — تاریخ گواہ ہے، ان جاثارانِ اسلام کے خون کی حرارت

حجاز سے لیکر اندلس کے ساحل تک۔ روم اور شام کے کلیساؤں سے افریقہ کے تپتے صحراؤں تک۔ مصر و عراق سے لیکر سندھ کے ریگستانوں تک پیرچم اسلام بلند ہوا۔

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

یہ غازی تھے، مجاہد تھے، شہید تھے، انہیں جرات نہ کہیے، انہیں جاتنا ان اسلام کچھے۔ یہ پیرچم اسلام کے رکھوالے تھے۔ انہیں اللہ کے شیر کہیے۔ انہی سے وفاداران اسلام کے حضور قیامت تک ہر ایک کلمہ پڑھنے والا، وادحسین پیش کرتا رہے گا۔ زندہ قومیں اپنے اسلاف کو نہیں بھولتیں۔ ان کی قربانیوں اور وفاداریوں کی معرفت رہتی ہیں۔

شبہانہ خطابت حضرت مولانا علامہ صاحبزادہ محمد افتخار الحسن صاحب مآظہ العالی کی ذات محتاج تعارف نہیں، ارض پاکستان میں بسنے والوں میں کون ہے جو ان سے آشنا نہیں۔ آپ ایک بلند پایہ خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ادیب بھی ہیں۔ آپ کے زور قلم کا اندازہ آپ کی تحریروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت اور اسی کے پیار سے محبوب کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر خاص کرم ہے۔ مرشد ذی وقار، ہر طرفیت، ہر شریعت حضرت بہت جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ کی خصوصی نظر عنایت ہے کہ آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اسی میں مومنوں کی لڑیاں پرو دیں۔ اپنی تحریروں میں دہلے کے قلب زمین میں اترتی جاتی ہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے۔ مجاہدوں۔ شہیدوں کی شان اور انہیں ہارگاہ خراوندی سے عطا ہونے والی عظمتوں کو بڑے احسن انداز میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے عظیم غازیوں، شہیدوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ان کی اتباع کرنے والے پاکستان کی مقدس سرزمین اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت

کرنے والوں کو نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے کردار سے باخبر رہیں۔ اور ان کی زندگیوں اور کارنامے نمایاں سے سبق و انگلی حاصل کر سکیں۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ جناب افتخار ملت صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی صاحب کی اس سعی جمیل کو اپنی ہارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔ حرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ اجمعین۔

طالب دعا

قاری محمد الدین نعمی

خطیب سنی رضوی جامع مسجد رضا آباد فیصل آباد

## بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے



شجاع آباد میں منعقد ہونے والی جہاد کانفرس میں شرکت کے لئے میں جا رہا تھا۔ چناب ایچ کس کے سینکڑوں کلاس کے ڈبے میں گھرے کے صوفی محمد یعقوب صاحب سے ملاقات ہو گئی جو صحیح معنوں میں ایک صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ دل بھی ہیں اور سماجی کارکن بھی اور ان کے سینے میں اسلام کی سچی تڑپ بھی ہے، پاکستان اور بھارت کے مابین ہونے والی جنگوں سے متعلق گفتگو کا سلسلہ چل نکلا۔ اور انہوں نے بڑے ہی پردہ انداز میں پاکستان کی مسلح افواج کے جانباز سپاہیوں اور ملک و ملت کے بانیوں اور آبروئے اسلام کے نگہبانوں کو خراج تحسین و نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے مجھے تحریک دی کہ شاہ جی! آپ جہاد پر بھی ایک کتاب لکھیں، چونکہ بات صوفی محمد یعقوب صاحب کے دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی، فوراً اپنا اثر دکھا گئی اور اقم نے پکا ارادہ کر لیا کہ انشاء اللہ واپسی پر کتاب لکھنی شروع کر دوں گا۔

چنانچہ "اللہ کے شیر" کے عنوان کے تحت یہ حقیر سا نذرانہ پیش کرتا

گر قبول افتد زہے عز و شرف

میدانِ رحمن زبیدی

## نذر عقیدت

ملک و ملت کے چین کے نگہبانوں کو سلام  
اور ناکوس وطن کے پاس بانوں کو سلام  
جن کی جانبازی سے یاد و عظمت دیں بچ گئی  
ان بہادر غنائیوں۔ مردوں۔ جوانوں کو سلام



جن کی ہمت سے ہٹا بر باد پھر یہ سونات  
ان جوان مردوں۔ سمندری باد بانوں کو سلام  
بھارتی جہازوں پر جو جھوٹے عقابوں کی طرح  
ان فضا میں اڑنے والوں کے نشانوں کو سلام



رازی





بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابن کثیر کو بیتاؤں میں تقدیر اُمام کیا ہے  
شمشیر و سنال اول طاؤس و ریاب آخر  
(اقبال)

## جہاد کا حکم

توحید و شرک کی لڑائی۔ حق و باطل کی لڑائی۔ نیکی و بدی کا تصادم اور اسلام و کفر کی جنگ ازل سے شروع ہوئی اور قیامت تک رہے گی۔ حق کی اپنی کوفتے ظاہری شکل و صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی باطل کی! مگر یہ دونوں فوجیں ہر زمانے میں مختلف انسانوں کی شکل و صورت میں نمودار ہو کر آپس میں دھت و گریبان ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔

باطل کبھی نمودار فرعون کی ناپاک صورتوں میں ظاہر ہوا! —

اور کبھی

ابو جہل و ابولہب کی منحوس شکلوں میں آیا! — اور

حق کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقدس پیشانیوں میں چمکا اور کبھی جمال مصطفیٰ بن کر فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا۔ اور پھر — باطل کبھی یزید کے ظلم و ستم، عمر و سعد کے جبر و تشدد اور

شمر کی وحشت و بربریت کے لباس میں کربلا کے میدان میں اُترا۔ اور حق حضرت عباس کے جلال، حضرت علی اکبر کے شوق شہادت اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صبر و استقلال کی فوانی تصویر اور تسلیم و رضا کا پیکر بن کر دریائے فرات کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اور —

آج پھر کفر و باطل، ہندوستان کے ظالم حکمرانوں، بھارتی سامراج کے وحشی نیتاؤں — اور — رام راج کے بھٹوٹے پجاریوں لال بہادر شاستری، مسٹر یادون اور جنرل چودھری کی ناپاک صورتوں میں — ڈاکوؤں۔ لیڈروں اور چوروں کے لباس میں اللہ کے شیروں — محمد صل اللہ علیہ وسلم کے سرفروش غلاموں — علی کرم اللہ وجہہ کے جاں نثار خادموں اور ملک ملت کے بہادر پاسبانوں، صدر پاکستان فیملڈ مارشل محمد القوب خاں — جنرل محمد یوسفی اور انر مارشل نور خان کی بہادر قیادت سے برسرِ پیکار ہے —

ماضی کی تاریخ کا ایک ایک ورق اور پاکستان اور جہدت کی موجودہ جنگ کا ایک ایک پہلو اس بات کا گواہ ہے کہ بدروزخین کے جنگی میدانوں سے لیکر چھپ جڑیاں — لاہور، سیالکوٹ اور سندھ کے راجتھانوں تک کفر و باطل جب بھی کبھی حق و اسلام کے پرستاروں کے مقابلہ پر آیا تو اسے ہمیشہ ذلت آمیز شکست اور عبرت ناک ہسپانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ —

عظمت اسلام کی حفاظت — ناموس رسالت کی نگہبانی — دین حق کے احیاء — وطن مقدس کی سالمیت اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے لڑنے کا نام جہاد ہے — ایک عام مسلمان تو دور کار خدا تعالیٰ جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے — ایک عام مسلمان تو دور کار خدا تعالیٰ

”ان کافروں اور مشرکوں سے اس وقت لڑتے رہو جب تک کہ ان کا خاتمہ نہ ہو جائے۔“

ترجمہ:

اور پھر ارشاد ہوتا ہے:

وَإِذَا قُتِلْتُمْ فَادْفِنُوهُمْ وَأَقْرِضُوا عَنْهُمْ قَرْضًا حَسَنًا

یعنی ”جب تمہارا مقابلہ کفر کی کسی جماعت سے ہو جائے تو ان کی گزشتہ کاٹ ڈالو۔“

تسکین پاک کی ان آیات میں مسلمانوں کو جس انداز سے کفر و شرک کے ساتھ جہاد کرنے اور لڑنے کا حکم دیا گیا ہے اس کی اصل بنیاد کفر و شرک کے نقصان و ضلالت و گمراہی کے اندھیروں، جبر و تشدد کی آندھیوں، ظلم و ستم کے طوفانوں اور وحشت و بربریت کے سیاہیوں کا خاتمہ کرنا ہے تاکہ یہ خطہ ارض امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے اور دنیا میں بسنے والے اللہ کی مخلوق انسانیت کے شہری روپ میں زندگی بسر کر سکے۔

اور ساری کائنات میں نیکی و شرافت اور حق و صداقت کی حکومت ہو۔ جہاد کی اشد ضرورت اور اہمیت اور فرض ہونے کی وجوہات

و اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا:

أَذِّنْ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ لَا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يُدْفِعُونَ عَنْ دِينِهِمْ

نَصْرَهُمْ لِقَدْ بَرَأَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ دِينِهِمْ بَعْدَ ذَلِكَ

حَقِّ الْإِذْنِ يَتَعَوَّذُونَ مِنَ اللَّهِ طَوْلًا وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ الدِّينَ عَنْ النَّاسِ

بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ لَفَلَنَمَسَتْ صَوَابُكُمْ وَيَسْعَى وَفَسَدَتِ أَعْيُنُكُمْ

مَسْجِدُكُمْ فَكَيْفَ تَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ كَشِيرٌ أَعْمَى

(پارہ ۱۷ - سورۃ حج - آیت ۳۹)

ترجمہ:۔ ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ جن سے لوگ لڑتے ہیں

اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے اور اللہ

نے تو اپنے محبوب ایک یا اسلام کو بھی حکم فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ جَاهِدُوا الْكَافِرَ وَالْمُنَافِقِينَ وَأَغْلَظْ عَلَيْهِمْ

وَمَا أَوْلَاهُمْ يَتَخِفَتُمْ وَيَتَمَتَّعُونَ بِالْمُتَّعِينَ

ترجمہ:۔ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ان کافروں اور

منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

اور پھر عام مسلمانوں کو نصیر فرمایا:

وَقَاتِلُوا هُم مَّحْتَلُونَ لَا تَكُونُوا فِتْنَةً

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ان کافروں اور مشرکوں سے اس

وقت تک لڑو جب تک کہ ان کے کفر و شرک کا نقشہ ختم نہ ہو جائے۔“

اور پھر فرمایا:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُوكُمْ وَلَا تَعِدُوا

أَنَّهُمْ لَا يَغِيثُ الْمُتَّعِلِينَ وَاقْتُلُوا هُم مَّحْتَلِينَ

وَأَخْذُوا هُم مَّحْتَلِينَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

(پارہ ۱۰ - سورۃ البقرہ آیت ۱۹۷ تا ۱۹۹)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! کافروں اور مشرکوں سے لڑو جو تم سے لڑتے

ہیں اور نہ کمال دو ان کو وہاں سے جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے

اور میدان جنگ میں کسی پر زیادتی نہ کرو یعنی کسی شہری آبادی کو بر باد

نہ کرو۔ مورتوں اور مجسموں کو قتل نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے

کو دوست نہیں رکھتا۔“

اور آگے فرمایا:

وہ لوگ کہ جن کو محض اس وجہ سے ان کے گھروں سے نکالا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ عبادت اللہ ہے اور اگر بعض لوگوں کو بعض لوگوں سے دفع نہ کرنا تو خائفانہیں۔ مدرسے۔ عبادت گاہیں اور مسجدیں موصحا و سجا میں جن میں اللہ کا نام کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت شریفہ پر غور کرو اور پھر بھارتی سامراج کے لیڈروں اور ہندوستان کے چوروں اور غاصبوں کے ظلم و ستم کی سنگینوں۔ جبر و تشدد کے نیزوں۔ اور وحشت و بربریت کی گولیوں کو دیکھو جو گندہ شہر اٹھارہ سال سے خصوصاً ان دنوں کشمیر کے مظلوم و محبور اور نہتے مسلمانوں کے سینوں میں بیہوش کی جا رہی ہیں۔

اور۔۔۔ ان بے گناہوں کے گھروں کو آگ لگا کر پھر اسی آگ میں ان کو زندہ جلا یا جا رہا ہے۔ اور ان کے معصوم بچوں کو نیزوں پر لٹکایا جا رہا ہے۔ اور ان کی معصوم و عفت مآب عورتیں کو محض اس لئے اغوا کیا جا رہا ہے

کہ وہ ایک رات کو ہنسے والے مسلمان ہیں۔ اور پھر کشمیر کی مسجدوں اور۔۔۔ خانقاہوں پر بھارتی لیڈروں کا قبضہ اور ان کی بے حرمتی کو دیکھو کہ جہاد کیوں فرض کیا گیا؟ اور۔۔۔ اس کی ضرورت و اہمیت۔ اور غرض و غایت کیا ہے اور۔۔۔ اس آیت سے یہ بات بھی اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ کشمیر کے مظلوم مسلمان، بھارت کے غلام اپنی آزادی کے لئے علم و جہاد بلند کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں اور پھر پاکستان پر بھی فرض ہو گیا کہ وہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی امداد اور ان کو ہندوستان کے ظالم حکمرانوں کے پنجہ استبداد سے نجات دلانے کے لئے میدان میں آئیں۔

ایسا ظلم و ستم جو کشمیریوں پر ڈھلایا جا رہا ہے۔ اس کی مثال دنیا

میں نہیں ملتی لیکن بھارتی سامراج کے نام نہاد جمہوریت کے دعویداروں اور لوم سراج کے جھوٹے بجا رہیوں کے جبر و تشدد کی چکی میں پسنے کے باوجود بھی اور اٹھارہ سال تک پندہوں اور رام راجیوں کی وحشت و بربریت کے باوجود بھی کشمیری مسلمانوں کی نجات قدمی۔ استقلال اور جہت و ہمت نے دنیا پر واضح کر دیا ہے۔

کہ انہوں نے آج سے اٹھارہ سال پہلے اپنی آزادی کی شمع روشن کی تھی بھارت کے ظالم حکمرانوں کی وحشت و بربریت کی تباہ کن آندھیاں بھی اسکو نہیں بجھا سکیں۔ اور انہوں نے آزادی کی جس جنگ میں قدم رکھا تھا۔

بھارتی سوراٹوں کی آگ برسنے والی تو ہیں۔ پہاڑوں کو مالا دینے والے ٹیک اور فضا کے آسمانی کوکبڑ کر دینے والے بمبار تیار ہے بھی ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہیں کر سکے۔

اور۔۔۔ انہوں نے آزادی کی جس منزل کی طرف آج سے اٹھارہ سال پہلے جو قدم بڑھائے تھے، بھارت کے وحشی اور جنونی ہندو دزدوں کی مار و دھار اور بھارت کی خون آشام تلواریں بھی ان کا راستہ نہیں روک سکیں اور وہ آج بھی بھارتی سنگینوں کے سایے میں سینہ تان کر یہ نعرے لگا رہے ہیں۔

کہ ہم رائے شماری چاہتے ہیں؟

اور۔۔۔ بھارتی کٹوا کشمیر سے نکل جاؤ!

اور۔۔۔ ہم پاکستان سے اسحق چاہتے ہیں!

اور آزادی کی وہ آگ جو اٹھارہ برس سے ہندوستان کے غاصبوں کے ٹیکوں کے نیچے دبی ہوئی تھی آج پھر ایک بار شعلہ بھولہ بن کر ابھڑی ہے جس کا دھڑل



اقوام متحدہ کی بڑی طاقتوں کو بھی پریشان کر رہا ہے۔

لیکن یہ کہنے افسوس کی بات ہے کہ کشمیر کے غلام مسلمانوں کی صحیح دیکار، بھارتی ڈاکوؤں کے ہاتھوں ان کے لئے پٹے ہوئے قاتلوں کی آہ دیکھا بھی سلامتی کو نسل کے ناخداؤں کے دلوں میں عدل و انصاف کا جذبہ پیدا نہیں کر سکی۔ اور یہ ایسا اس لئے نہ ہو سکا اور نہ ہی آئندہ ہونے کی توقع ہے کہ کشمیر میں ایشیا کے مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ درنہ اگر اسی طرح کسی مغربی خطے میں انگریزوں کا سفید خون بہہ رہا ہوتا تو پھر ہم دیکھتے کہ سلامتی کو نسل کیسے یہ تاشاد دیکھتی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ کانگو میں انگریزی خون کے چند قطرے ہی گرے تھے کہ سلامتی کو نسل کے ایوان میں زلزلہ لگا گیا تھا۔ اور فوراً اس خون کا بدلہ لے لیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوہا کی لاش کا بھی ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔

اصل بات یہ ہے کہ جس دن سے پاکستان نے چین کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں، اسی دن سے ہی مغربی سامراجی طاقتیں، پاکستان کے وجود کو ختم کر دینے پر متفق ہو چکی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ختم نہیں ہو سکتا۔

پاکستان اور بھارت کی موجودہ جنگ کی ذمہ دار بھی سلامتی کو نسل ہے جو امن و سلامتی کا مصنوعی لہاوہ اور ٹھکر کشمیر کے مسئلے کو پُر امن طریقے سے حل نہ کر کے دنیا کے امن و سلامتی کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اٹھارہ سال کے طویل عرصے میں اگر سلامتی کو نسل ہندوستان کے کشمیر میں رائے شماری کرنے کا وعدہ پورا کر لیتی اور خود بھی وعدہ پورا کرتے ہوئے کشمیر کے بنیادی مسئلے کو جو دونوں ملکوں کے مابین جنگ کا سبب بنا، منصفانہ اور پُر امن طور پر حل کر دیتی تو آج پاکستان اور ہندوستان کے درمیان

جنگ کے شعلے کبھی نہ بھڑکتے۔

اور پھر جب بھارتی سامراج کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک دھڑلہ حملہ کر دیا اور جب پاکستان کی بہادر فوجوں نے اس کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے ہر محاذ پر بھارتی سینوں کی مڑھیاں بنادیں۔

ہندوستان کی فوجوں کے پرچھے اڑا دیئے تو اس طرح اللہ کے شیروں اور پاکستان کے بہادر جوانوں سے ہندوستان کو بچانے کے لئے اقوام متحدہ کا فوراً اجلاس بھی ہو گیا اور پھر جنرل سیکرٹری سٹراوٹھان بھی پاکستان اور ہندوستان کا دورہ کرنے کے لئے فوراً یہاں پہنچ گئے۔

اگر سلامتی کو نسل کو پاکستان اور کشمیر کے مسلمانوں سے کوئی مدد دینی ہوتی تو وہ اس وقت بھی آسکتے تھے جب کہ ہندوستان کے وحشی اور کھٹش کشمیر کے غریب اور بھتے مسلمانوں کو زندہ آگ کی بھینٹ بڑھ رہے تھے۔

اور پھر وہ اس وقت بھی آسکتے تھے جب کہ بھارتی سوراوڑوں نے پاکستان کے ایک حسد پری گاؤں انھوان شریف کے بے گناہ اور معصوم مسلمانوں پر اپنی دور مار توپوں سے گولے برس کر شہید کر ڈالا۔

اور وہ پھر اس وقت بھی آسکتے تھے جبکہ بھارت کے چوروں اور لٹیروں نے خالق شریف حضرت بل کی درگاہ معلیٰ سے موسے مبارک کی چوری کر لی تھی۔

یہ سب کچھ ہزار بار سلامتی کو نسل تاشاد دیکھتی رہی پوری دواؤں کشمیر کے مسلمان صدرائے احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں پر نکلا آئے۔ یہ نظارہ پوری دنیا نے تو دیکھا مگر سلامتی کو نسل انجمنیں بند کے بیٹھی رہی، اس کے کانوں پر جوں تک زنجیر۔

بڑی اوتھان آئے اور نہ ہی کوئی اجلاس ہوا۔ اور جب پاکستان کے بہادر غازیوں اور کشمیر کے عجمان وطن نے کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کو بھارت کے ان درندہ صفت ڈوگروں اور بھٹیوں کے پنجہ استبداد سے نجات دلوانے کے لئے سرکٹ اور کفن بدوش ہو کر میدان کارزار میں نکل آئے، اور جب حق و باطل کی جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو سلامتی کونسل کو بھی ہڈ پڑنے شروع ہو گئے اور مشر اوتھان کی بھی آنکھ کھلی۔ اور پھر اپنے فوجی سامان کے گداگر کو اسلام کے شیریں اور پاکستان کے بہادروں سے موت کے پنجہ سے بچانے کے لئے فوراً راولپنڈی اور پھر دہلی پہنچے اور پھر عین اس وقت فائر بندی کرادی جب کہ اسلام کی تیغ بڑاں سے بھارتی سامراج کی شرہ رگ کٹنے ہی والی تھی۔ یہ تو صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خاں کی شرافت۔ دیانت اور رحم دلی تھی کہ انہوں نے سلامتی کونسل کی پیشکش پر قرارداد جس میں کشمیر کے مسئلے کے حل کا وعدہ کیا گیا تھا: پر یقین کرتے ہوئے فائر بندی منظور کر لی ورنہ اس وقت تک اسلام کا بھٹا امریتگر کی پہاڑیوں پر اور دہلی کے لال قلعے پر لہرا رہتا۔

اور اب جبکہ پھر ہندوستان فائر بندی کی مسلسل خلاف ورزیاں کر رہا ہے اور پھر کشمیر کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے اور پھر ان کے معصوم بچوں کو پتھروں پر لٹکایا جا رہا ہے لیکن اب پاکستان کے بہادر اور نڈر وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی درخواست پر بھی اوتھان صاحب ادھر آنے کو تیار نہیں ہیں۔ تو پھر یہ پاکستان کے ساتھ دشمنی کی دلیل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور ہم مدت سے بڑی طاقتوں جن کو کہنے والوں نے بڑی طاقتیں سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ پاکستان

دن لک سب بڑی طاقت ہے اسی لئے کہ کئی بڑی طاقت ہونا انہی ہتھیاروں کی کثرت اور مال و دولت کی فراوانی پر موقوف نہیں ہوتا۔

بلکہ میدان جنگ میں لڑنے والوں کی بہادری، جرات، ثبات قدمی۔ حوصلہ شجاعت اور ایثار و قربانی کے لازوال جذبے اور جان نثاری اور فروشی کے ارادے پر منحصر ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہمارے پاس موجود ہے۔ جسے دنیا نے اس جنگ کے دوران دیکھا اور خوب اچھی طرح نظر کیا! اور اگر اب بھی کئی یو یو آئے (تو پھر جس کا جی چاہے میدان میں آجائے)۔

بالآخر اس ادارے (اقوام متحدہ) کی جن حکایتوں اور عبارتوں کو ہم محسوس کر رہے تھے، وہ ۲۹ کے اجلاس میں کھل کر سامنے آگئی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ مورخہ ۲۹ کو اقوام متحدہ کی قرارداد محض ایک دھوکا اور فریب تھی اور پھر ۲۹ کے اجلاس میں بڑی طاقتوں کا ذوالفقار علی بھٹو کو یہ کہنا کہ آپ کشمیر کے مسئلے پر تقریر نہیں کر سکتے یہ مثال پوری طرح صادق آتی ہے!

کہہ - صاف آنکھیں پھیریں مطلب نکل جانے کے بعد! کشمیر کا ایک مقدمہ تھا جو اٹھارہ سال پہلے دنیا کی سب سے بڑی عدالت سلامتی کونسل میں پیش ہوا لیکن تا دمِ تحریر یہ عدالت اس مقدمے کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکی۔ تو جو عدالت اٹھارہ سال تک کسی مقدمے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ پاکستان کے دس کروڑ مسلمان عدالت کو عدالت نہیں مانتے۔

ایسے میں صدر پاکستان کی خدمت عالیہ میں پورے ادب و احترام کے ساتھ زبردست اپیل کروں گا کہ درخواست کو کئی بار آزمانے کے بعد اب سلامتی کونسل کے دامن کو چھوڑ دیں۔ اور جس پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدے کے باوجود ہندوستان کو توپوں، ٹینکوں اور

بہار طیاروں سے مسلح کیا۔ — اسی امریکہ سے اب کشمیر کی بھیجک نہ مانگیے۔  
اور اگر برطانیہ نے کشمیر دینا ہوتا تو تقسیم ملک کے وقت لارڈ مائونٹ بیٹن ضلع  
گورداسپور کی ایک تحصیل پاکستان کو دے کر سائر اضلاع ہندوستان کے حوالے نہ کرتا۔

اور — ساری قوم کو آپ پر کھلی دشمنی ہے۔

اور ————— پاکستان کا بچہ بچہ کو ملت کی حفاظت کرنے  
اور ————— اسلام کے اس چمن کی پاسبانی کے لئے آپ کے چکر لگے

— مرنے کو ہر وقت تیار ہے

اور ————— پاکستان کے بہادر عوام ہی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے مکتوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم،

اور ..... اولیاء کرام کی عیسیٰ امداد بھی ہر وقت آپ کے ساتھ ہے  
جیسے آپ موجودہ جنگ میں دیکھ بھی چکے ہیں،



## شمال مجاہد

حصہ -  
میت نہیں سکتا کبھی مروت مسلمان کہ ہے !  
اس کی ازانوں سے فاش سر کلیم و علیل



نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ دین اسلام کے ارکان اعلیٰ ہیں، لیکن وہ، وحیات و  
فضائل، جہاد اور جہاد کرنے والے مجاہدین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے گئے ہیں  
وہ نماز اور نمازی اور حج اور حاجی کے لئے نہیں ہیں۔ قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبوی  
صلی اللہ علیہ وسلم اس کی گواہ ہیں۔

باب في معرفة الساعات

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ  
وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ  
فَقُلْ اللَّهُ يُجَاهِدُ بَيْنَ أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ إِلَى  
الْقَعِيدِينَ دَرَجَةً ط

تو چھوڑو۔ ۱۔ بیماروں کے علاوہ جو لوگ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں وہ



ان لوگوں کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں اور اللہ نے اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو ان لوگوں پر جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ نصیحت اور درجے میں بڑائی دی ہے۔“

اور فرمایا: —————

وَمَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
”اللہ نے لڑنے والوں کے لئے اجر و ثواب کو بیٹھے والوں پر زیادہ کیا ہے“

(پ ۴ — سورۃ آل عمران — آیت ۱۵۷)

وَالَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَسَرَّحْنَاهُمْ مِمَّا يَخْتَارُونَ ۝

”اور اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش و رحمت بہتر ہے۔“

پارہ ۷۱ — سورۃ الفتح — آیت ۱۷

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَمْسَسُوا الْجِهَادَ وَلَمْ يَمْسَسُوا الْجِهَادَ  
”اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اللہ کی راہ میں اپنے اپنے گھر گھروں سے

اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی ان مجاہدین کی وہی ہیں پکے اور سچے مسلمان اور ان کے لئے بخشش اور روزی و ثمرت کی ہے۔“

اور پھر فرمایا: پارہ ۱۰ — سورۃ توبہ — آیت ۲۰-۲۱

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَمْسَسُوا الْجِهَادَ وَلَمْ يَمْسَسُوا الْجِهَادَ  
يُكْفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَيُكْفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَيُكْفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ  
لَعَنَ اللَّهُ الْفَاسِقِينَ ۝

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جہاد کیا اپنے مالوں اور جانوں سے ان کے لئے اللہ کے پاس بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ باہر ہیں اور اپنی طرف سے اللہ انکو رحمت و بخشش کی خوشخبری دیتا ہے اور راضی ہونے کی اور جنت کی بشارت دیتا ہے۔ وہ جنت کہ جس میں ان کے لئے ہر قسم کا آرام ہے اور پھر وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔“

اور پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے: —————

إِنَّ اللَّهَ يَشْتَرِي مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِثَمَنٍ عَظِيمٍ  
”کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جانوں اور مال کو خیرت کے عوض  
خمسہ دیکر لیا ہے۔“

اور پھر فرمایا: —————

پارہ ۲۸ — سورۃ الصف — آیت ۴

إِنَّ اللَّهَ يَشْتَرِي مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ  
”کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بہت رخصتا ہے جو اس کی راہ میں قطار اندر قطار اور سیرہ ملائی ہوئی دیوار کی طرح جم کر لڑتے ہیں۔“

قرآن پاک کی ان آیات کی روشنی میں یہ حقیقت بھی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ اس خطہ ارض کو کفر و شرک، ضلالت و گمراہی، فسق و فحور، ظلم و ستم اور وحشت و بربریت سے پاک کر کے۔ توحید و اسلام۔ امن و سلامتی۔ حق و صداقت اور نیکی و انسانیت کو پھیلانے کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مسلمانوں کا مقام انشائیہ ہے کہ وہ جب بھی جہاد کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلے ہیں تو آسمان کے نورانی فرشتے ان کے راستے میں اٹھنے والے قدموں کے نیچے اپنے پر



بچھا دیتے ہیں۔ اور ان کے لئے رحمت و بخشش کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔  
 یہ کیا شان ہے کہ ایک آدمی نے زندگی میں نہ نماز پڑھی ہے اور نہ ہی کوئی  
 روزہ رکھا ہے۔ نہ کبھی زکوٰۃ دی ہے اور نہ ہی حج کیا ہے بغرض کہ اس نے اپنی  
 زندگی میں کوئی نیکی نہیں کی، لیکن

جب وہ میدانِ جہاد میں شہید ہوتا ہے تو جنت کے تمام دروازے  
 اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور فرشتے اس کی پاک روح کو اٹھانے  
 کے لئے اپنے دامنِ پھیلا دیتے ہیں۔

اور شہید ہونا تو درکنار شکر اسلام کا بیرو دینے والے عباد کو بھی نبی کریم  
 علیہ السلام نے خوشخبری دی ہے اور اب کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا کہ نزولِ ناری  
 سے بہادر غازی ہزار درجے بہتر ہے۔

اسی لئے کہ یہ تو ممکن ہے کہ قیامت کے دن خدا اپنے بڑے نزاری کو نہ بخشے،  
 لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خدا <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> کے بہادر غازی کو نہ بخشے۔

اور — یہ فضائل و درجات اور جنت و بخشش کے وعدے جو مجاہدین  
 اسلام کے لئے بیان کئے گئے ہیں صرف میدانِ جہاد میں جانیں قربان کرنے والوں  
 کے لئے ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں وہ لوگ بھی برائے کے شریک ہیں جنہوں نے جہاد  
 مال بھی کیا ہو یعنی جہاد کی تیاری کے سامانِ ضرورت کی خریدنے میں مالی خدمت کی ہو۔  
 اسی لئے اسلامی جہاد کے لئے جس نے ایک پیسہ بھی خرچ کیا وہ بھی اسی طرح  
 خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا حقدار ہے جس طرح کہ جا میں قربان کرنے والے!  
 بلکہ قرآن پاک کی آیات میں تو مالی جہاد کو مقدم رکھا گیا ہے۔

اسی لئے وہ لوگ جو جہاد پاکستان کے لئے قومی دفاعی فرائض مال و دولت

اور دوسری اشیاء دے رہے ہیں، اپنی اس خوش نصیبی اور نیک نیتی پر ناز کرنا چاہیے  
 کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور اس کی بخشش و رحمت کے سزاوار بن گئے ہیں۔

امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —  
 اِنَّ الْبُؤَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ الْمَلَلِ السَّيُوفِ۔

کہ "جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔"

صح۔ نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں  
 نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

اور — اگر یہ ایک زندہ حقیقت نہ ہوتی تو حضرت امام حسین علیہ السلام  
 اپنے نانا جان محمد مصطفیٰ صلی اللہ وسلم کا پاک بدن نہ چھوڑ کر کرب دہلا کے میدان میں نہ  
 آتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر غور کرو اور پھر حضرت امام حسین  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس نماز کو دیکھو جو انہوں نے کربلا کے میدان میں خنجر کے نیچے  
 ادا کی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ انہی کی دکھائی ہوئی راہ ہے۔

کہ جس پرحل کر آج پاکستان کے مسلمانوں نے بھارت کے مقابلے میں ٹینکوں کے  
 نیچے بھی نماز ادا کی ہیں۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا: —

مشکوٰۃ شریف ۲۲۹ — ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۷

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: —  
 مَا أَغْبَرَتْ قَدْ مَا غَبَرَتْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَتَمَتْهُ النَّارُ

کہ جن پیروں کو بھی جہاد کے راہ کی گرد لگ گئی ان پیروں کو جہنم کی آگ حرام ہے۔  
 اللہ کی راہ میں جہاد کو نافرمانی و بات ہے حضور علیہ السلام نے توسیہ کیا فرمادیا۔

ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۶ مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَكُمُ النَّارُ حَتَّى يَكُنِيَ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يَمُوتُوا فِيهَا

فِي النَّارِ وَلَا يَخْرُجُ عَلَى عَبْدٍ عَذَابُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَكَفَى جَهَنَّمَ

کہ جس طرح دوبا دودھ واپس حضور میں جانا محال ہے، اس طرح اللہ

کے خوف سے روکنے والے پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور جہاد کے

راستے کا گرد و غبار از جہنم کا دھواں ایک جسم پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

روایت میں ہے کہ ایک جنازہ حضور علیہ السلام کے پاس لایا گیا اور جب حضور

صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھانے کے لئے اٹھے تو غلاموں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم! مسلمان ہونے کے بعد اس نے کوئی نیکی نہیں کی، تو حضور علیہ السلام

نے غلاموں سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو اس مرے والے کی کسی ایک نیکی کی شہادت

دے۔ تو ایک صحابی نے عرض کی!

کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔ لیکن

اتنا پتہ ہے کہ ایک جنگ میں اس نے میرے ساتھ مل کر لشکر اسلام کا پہرہ دیا تھا!

بس پھر کیا تھا۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا

اور بعد میں میت کو مخاطب کر کے فرمایا!

کہ مبارک ہو! اسلئے کہ مدینہ منورہ کے تمام لوگ تجھے جہنمی کہتے ہیں مگر میں

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں۔

یہ یاد رہے کہ حضور انور علیہ السلام نے غلاموں سے اس کی نیکی کے متعلق اس

لئے نہیں پوچھا تھا کہ آپ کو علم نہیں تھا۔ بلکہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اسلئے

پوچھا تاکہ قیامت تک کے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب و تبلیغ ہو جائے اور ان کو یہ معلوم

ہو جائے کہ جہاد اسلام میں کسی طور پر بھی حصہ لینے والے کی کیا شان ہے۔

اور پھر تاجدار عرب و محم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

عَيْنَاكَ لَا تَسْتَحِبُّ النَّارَ حَتَّى يَكُونَ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

وَعَيْنُكَ بَاتَتْ تَحْمُسُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کہ "دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ

جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں

بیدار رہی یعنی جس آنکھ نے اسلامی لشکر کا پہرہ دیا۔"

ایک آیت میں فرمایا گیا ہے کہ

"اللہ جہاد کرنے والے مسلمانوں سے محبت کرتا ہے۔"

اور کوئی اپنا جاننا کوئی معمولی بات نہیں جبکہ خود خداوند کریم کسی کو اپنا دوست

بنائے اور اس سے محبت کرے، یہ کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے۔ اسلئے دنیا کا ہر

مسلمان نماز و روزہ۔ حج و زکوٰۃ اور دوسرے خرائض کی ادائیگی اسی لئے کرتا ہے اور

ساری ساری رات مصلے پراسلئے گزار دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول و محبوب

ہو جائے۔

لیکن تمام زندگی کی عبادت و ریاضت اور مراقبہ و مجاہدہ کرنے کے باوجود

بھی کسی کو بارگاہ الہی میں مقبول و محبوب ہونے کا دعویٰ نہیں ہوتا۔ مگر جہاد کرنے والے

کی شان دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے خود اس کی دوستی اور محبت کا اعلان کرنا ہے۔

اگر خدا تعالیٰ اپنے ولیوں، پیغمبروں اور قطبوں سے ان کی عبادت و ریاضت کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔ تو اللہ کی راہ میں تلوار اٹھانے والے مسلمان سے بھی ان کے جذبے کی قدر کرتے ہوئے الفت رکھتا ہے کیونکہ دنیا میں انسان سب سے زیادہ پیارا اپنی جان یا زندگی سے کرتا ہے لیکن جس وقت اس کی اپنی جان کو خطرہ پیدا ہو جائے تو پھر زندگی یا جان کو بچانے کے مال و دولت، گھر بار اور آل و اولاد کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ چاہتا ہے کہ سب کچھ اس سے لے کر صرف اس کی جان بچ جائے۔

مگر ایک مرد مسلمان، مرد مجاہد اپنی اس تاریخ عزیز کو ہنسی خوشی خدا تعالیٰ کے حکم پر بچاؤ کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ تو پھر کیوں نہ اللہ اپنے ایسے مجاہدوں سے پیار کرے۔ اور جب خدا کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو آسمان کے تمام فرشتے اور مخلوق آسمانی اس کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور پھر ساری کائنات میں اس کی محبت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قیامت تک شہیدوں کا نام زندہ رہے گا۔



## مجاہدین کیساتھ خدا کے وعدے

کی محبت و وفا تو نے تو ہم سے نہیں  
یہ جہالت چیت ہے کیا لوح و قلم شریعے ہیں  
اقبال

اسلام کے ابتدائی دور میں کفار و مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ادھر تبلیغ اسلام کا کام بڑے زور و شور سے جاری ہو چکا تھا اور اسی سلسلے میں شاہانِ روم و شام اور فرمانروانِ مصر و ایران کی طرف اسلام کے دعوتی خطوط بھیجے جا چکے تھے اور لوگ اسلام کی صداقت، دین الہی کی حقانیت اور شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کلمات و معجزات اور آپ کے غنی تعلیم کو دیکھ کر فوج در فوج غلغلا کر گوسوس اسلام ہو رہے تھے۔

لیکن اسلام کی بڑھتی ہوئی رونق اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی کثرت و عظمت دین اسلام اور شانِ نبوت کے لازمی دشمن برداشت نہ کر سکے اور اسلام کے نام و نشان مٹانے اور مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے منصوبے بنائے گئے اور تمام منافقین اسلام و نبوت سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

ابتداء میں کفر و باطل کی کثرت اور ان کے سامانِ حرب و حرب کی فراوانی سے بچارے مسلمان خائف تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے دینِ متین کی حفاظت اسلام کی بقا اور ناموس رسالت کی نگہبانی کے اسباب و امان پیدا کرنے شروع کر دیئے۔



اور مٹھی اسلام کے شیدائوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی عجیب قسم کے وعدے کر کے ان کی جرات و بہت، جوش و دلولہ، جذبہ جہاد کو اپنے پیغامات کے ذریعہ ابھانا شروع کر دیا تاکہ مسلمانوں کے دلوں دشمن کی کثرت تعداد اور ان کی حربی قوت کا دور دور ہو کر ان میں دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ جانے کا حوصلہ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

پارہ ۱۰ سورۃ انفال آیت ۶۵

إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ حِشْدٌ مِّمَّنْ يَلْعَبُوا أَلَّا يَكُونَ لِللَّهِ شَيْءٌ قُلْ أَلَيْسَ لِلَّهِ الْكِبَرُ شَأْنًا قَلِيلًا ۖ

”اے ایمان والو! کفار و مشرکین کی فوج کی کثرت اور ان کے سامان جنگ کی زیادتی دیکھ کر گھبرانا نہ جانا، اگر تم ثابت قدم اور صبر و استقلال کے ساتھ بیٹھیں بھی ہو گئے تو میدان جنگ میں تم دوسرا کافروں پر غالب رہو گے اور اگر تم ایسا سوچیں ہو گے تو ایک ہزار کافروں کے لئے کافی ہو گے اور یہ اس لئے کہ یہ کافر کوئی بھڑکھڑ نہیں رکھتے۔“

اور پھر فرمایا:۔ پارہ ۲۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۴۹

حَتَّىٰ يَمُوتَ قَلِيلٌ مِّنْهُمْ غَالِبٌ فَيُهْزِلُهُمْ اللَّهُ بِذِي الْقُوَّةِ

”کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ معمولی جماعت بھاری جماعت پر غالب آجاتی ہے۔“

یہ وعدے دراصل اسلام کی فتح و نصرت کی بشارت تھی جن سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئی زندگی ابھر آئی اور پھر انہوں نے اسلام کی عظمت، دین حق کی بزرگی اور آبرو کے نبوت کی حفاظت اور حق و صداقت اور مکی و شرافت کی پاسبانی کے لئے زندگی اور موت سے سب سے زیادہ بڑے میدان کارزار میں گھوڑے دوڑا دیئے اور پھر میدان بدر و

اور زوہ خندق و تبوک سے لے کر روم و شام، عراق و ایران اور سندھ کے بڑے تلوں اسلام و کفر کے کئی معرکے ہوئے۔ توحید و مشرک کی کئی لڑائیاں ہوئیں اور حق و باطل کی دونوں تلواریں کئی بار آپس میں ٹکرائیں۔

لیکن اللہ کے سپاہی۔ نئی کے غلام اور اسلام کے غازی جس طرف بھی گئے فتح و نصرت کے پھر یہی ہلاتے ہوئے کامیاب و کامران رہے اور ہر مقام پر فتح و کامرانی نے ان کے قدموں کو چھوڑا۔

اور پھر ان سرفروزش غازیوں اور اسلام کے مجاہدوں نے کبھی روم و شام کے آہنی قلعوں پر اسلام کا پرچم ہلایا تو کبھی عراق و ایران اور مصر و لبنان کے شاہی محلات میں توحید کا پیغام سنایا۔ نہ بلند و بالا بہادری کا راستہ روک سکے اور نہ ہی دریاؤں کے

طوفان ان کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکے اور آہستہ آہستہ اس خطہ ارضی پر اسلام کی سنہری کنوئیں چھوٹتی رہیں، جن سے اللہ کی یہ زمین امن و سلامتی کا گہوارہ۔ نیکی و شرافت کا مسکن۔ عدل و انصاف کی آغوش اور حق و صداقت کا دامن بن گئی۔

اور جن کی بدولت آج بھی خاک حجاز سے لیکر اندلس کے ساحل تک اور روم و شام کے کلیساؤں سے لے کر افریقہ کے پتے ہوئے صحرائوں تک اور مصر و عراق کی دیواروں سے لیکر سندھ کے ریگستانوں تک اللہ کی توحید کے پرستار شیعہ رسالت کے پیروں نے اور اسلام کے سرفروزش سپاہی نظر آتے ہیں۔

اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق، پہاڑوں کی ہر پہرچوٹی، دریاؤں اور سمندوں کی ایک ایک موج اور ریگزاروں کا ایک ایک ذرہ اس بات کا گواہ ہے کہ اللہ کے شیر، اسلام کے غازی اور توحید و رسالت کے یہ پاسبان جب بھی کبھی حق و صداقت





بھری بیڑے کے کپتان ایڈمرل اسے آرخاں کی ہمت و جواں مردی پر بھی ہیں  
فرہے جن کی قیادت میں بھارت کی بھری قوت کو اپنے ماسلوں اور محنوں میں ہی  
پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بلکہ آگے بڑھ کر بھارت کا سب سے بڑا بحری ریڈر سیسٹم نے  
دو آہر کا نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔

ہمیں اپنے ان شیردلی غازیوں پر بلاشبہ فرہے جو اپنے دلوں میں خالد بن  
ولید کا جذبہ جہاد، اپنے سینوں میں طارق ابن زیاد کی غیرت ایمانی، اپنے بازوؤں میں  
محمد بن قاسم کی قوت اور اپنے ہاتھوں میں محمود غزنوی کی تلوار لیکر دشمن پر بھروسے کیے  
شیردلی کی طرح ٹوٹ پڑے اور پھر دشمن پر ایسی کاری ضرب لگی کہ بھارتی سامراج کو  
راہ بھائی نہ دی۔ اور جنہوں نے توپوں کی آگ لگتی ہوئی بیروں کو اپنے سینوں  
سے خاموش کر کے رکھ دیا۔ جنگی خونخوئی کے چنگوں کے پیادوں سے ٹکر کر بھارتی جنگی  
ماضیوں کو تباہ کر کے اللہ کے سپاہی ہیں، محمد مصطفیٰ ﷺ، علیؑ کے خادم اور پاکستان  
کی عزت و آبرو کے محافظ، اپنی جانیں تو قربان کر سکتے ہیں، لیکن اپنے وطن پاک  
کی سرزمین پر دشمن کے ناپاک قدم نہیں برداشت کر سکتے۔ بھارت کے جنگی سواروں  
کو اپنی فوج کی کثرت اور غیر ملکی سامان جنگ کی فراوانی پر ناراضا لیکن ان کو یہ معلوم نہیں  
تھا کہ وہ مسلمانوں سے لڑنے جا رہے ہیں جو تلواروں، ٹینکوں اور طیاروں کے محتاج نہیں،

ایسے کہ

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان

ہمیں ہے تو خود آپ ہے تقدیر الہی

کافر ہے تو خمیر پہ کرتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے یغ بھی لڑتا ہے پاری۔

ہندوستان کے نیتاؤں اور بھارتی جہاتوں اور رام راج کے جنگی پانگوں  
کو یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ فوج کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی پر فتح و کامیابی  
کا دار و مدار نہیں ہوتا! —————

بلکہ فتح و نصرت کا دار و مدار میدان جنگ میں لڑنے والوں کی جرأت و دلیری  
بہادری، شجاعت، حوصلے، ثابت قدمی اور قربانی و سرفروشی کے لازوال جذبوں  
پر ہوتا ہے۔ اور ان جذبوں کو قوت ایمانی اور عقیدے کی جنگی سے ہمہ گیر کیا جاتا ہے۔  
جسے اللہ کے فضل و کرم سے ہماری مسلح افواج کے جانباز جوانوں اور شیردلی سپاہیوں  
نے ہر محاذ پر ثابت کر دکھایا ہے کہ —————

سے ————— ہو حلقہ یاران تو بریشم کی طہر حزم

رزم حق و باطل ہو تو نو لادے مومن

لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کر کے شام کو ریڈیو پاکستان لاہور سے تقریر کرنے  
کے خیالی پروگرام بنانے والے بھارت کے چار وزیر مسٹر جواں کو تہہ نہیں تھا کہ وہ  
اُس لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کرنے کے ارادے سے جا رہا ہے، —————

• ————— جہاں حکم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی تربیت ہے۔

• ————— اور پیر داماد گنج بخش علی عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پاک ہے۔

• ————— اور میرکہ ان زندہ دلان لاہور کو اپنی وحشت و بربریت کا نشانہ بنانے جا رہے ہیں۔

جن کی جرأت، حوصلے اور زندہ دلی کا یہ عالم ہے کہ وہ بھارتی ہمارے طیاروں اور  
پاکستانی شہازوں کی جنگی کارروائیوں کو اپنے اپنے مکالموں کی کھلی جھپٹوں پر چڑھ  
کر دیکھتے ہیں —————

لندن پر جرمن بمباروں کا حملہ ہو تو وہاں کے عوام مکان تو کیا مورچوں کے اندر۔

برہن پر ہوائی حملہ ہو تو لوگ خندقوں میں کھائیں گے اور پھر پریس تو لوگ مریچوں میں۔  
پٹھان گھوٹ، ہلاڑی، آدمی پورا اور انبالہ پر اسلام کے شاہینوں اور شہبازوں کی  
پرواز ہو تو امرتسر سے لیکر دہلی اور بمبئی تک کے مہاشے رام آرام کرتے ہوئے تہہ خانوں  
میں!

لیکن لاہور پر بھارت کا حملہ تو مسلمان مکانات کی چھتوں پر بھلا ایسے  
حوصلہ مند لوگوں کو کون فوج کر سکتا ہے۔ زن پنچ کے معرکہ میں دولت آمین شکست  
بعد بھارت کے مہاشے وزیر اعظم پنڈت لال بہادر شاستری نے بھارتی جنتا کی یوری  
و گھراہٹ کو سہارا دینے کیلئے اعلان کیا تھا کہ اگر اب میں پاکستان کے ساتھ جنگ کرنے  
کے لئے اپنی پسند کا محاذ تلاش کروں گا۔ اور انہوں نے سب سے پہلے لاہور کو منتخب کیا۔  
صدر پاکستان فیملی مارشل محمد ایوب خاں نے لندن کے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے  
ہوئے کہا تھا کہ زن پنچ کی جنگ میں بھارتی فوج کا ایک پورا ڈویژن پاکستان کی افواج کی  
گرفت میں تھا لیکن میں نے اپنی فوج کو اس پر مہلک وار کرنے سے روک دیا تھا تاکہ  
جانی نقصان نہ کیا جائے۔

اگر اس وقت ہی ضرب کاری لگا کر بھارتی سینا کے ان سپہ سالاروں کے سر کاٹ دیے  
جاتے تو آج وہ اتردہا بن کر اپنے منہ کی زہریلی آگ سے لاہور کو صلائے اور سیالکوٹ  
کو تباہ کرنے کی کبھی ہمت نہ کر سکتا۔ بلکہ قیامت تک پاکستان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ  
کرتے۔

اور پھر مشر شاستری نے یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج  
کے علاوہ میں پورے ملک میں پچاس لاکھ رضا کار بھی تیار کروں گا۔  
تو میں نے کہا! شاستری صاحب یہ تو وہ لاکھ ہیں اگر وہ فوج بھی ہوں تو ہمیں کوئی فوج نہیں!

کیونکہ ہم خدا کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم ظلم و دغا کرتے ہیں اور ذی برداشت  
کر سکتے ہیں۔ اور پھر میری یہ بات ایک روشن حقیقت بن گئی۔  
پچانچ روز نامہ نواسے وقت کی ایک خبر میں لکھا تھا کہ دیو آ کے عاز پر بھارتی  
فوج کا ایک دستہ پوری طرح مسلح ہو کر آزاد کشمیر کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے آ رہا۔  
کہ ہمارے چند سپاہیوں نے ان کا راستہ روکا اور پورے زور سے دیا علی کا لہو لگایا۔  
بس پھر کیا تھا۔

یہ حتیٰ کی آواز ان ہندو سپاہیوں پر ایک آسمانی بجلی کا کڑا بن کر گری جس کی  
تاب نہ لاتے ہوئے بھارتی سینا کے یہ بزدل سپاہی سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ بکھڑے ہوئے  
اور ان میں سے ایک سپاہی رام کرشن نامی تو نعرہ سن کر وہیں گر پڑا اور مر گیا۔  
اور جب پھر مشر شاستری نے یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کا مقابلہ کرنے کے لئے  
اب میں اپنی پسند کا محاذ تلاش کروں گا۔

تو میں نے پھر کہا تھا کہ شاستری صاحب! آپ تو زن پنچ نہ سمجھا سکتے،  
آپ یہ بھی کر کے دیکھ لیتے۔

اگر بالآخر میرا یہ کہنا بھی ایک زندہ جلویہ افزاز بن گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ  
بھارتی گیدڑ پاکستان کے شیروں کی گرج کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان جنگ میں اس  
کٹ کٹ کر گرتے رہے جس طرح موسم خزاں میں مہاشے ہوتے پتے!

ایسے کہ بھارت کے مہاشوں کو یہ علم نہیں تھا کہ دوکانوں پر بیٹھ کر دھڑی بازنا  
اور بات ہے اور میدان جنگ میں لڑنا اور چیز سنہتے لوگوں پر گولیاں برسانا اور پھینکنا  
ہے اور کسی ایسے قوم سے جنگ کرنا اور شے۔

قادرین کرام!

آپ کو یاد ہوگا کہ ”رن کچھ“ کے معاذ پر بھارتی فوج کے ساتھ مردانگی اور بہادری سے لڑنے والا فوجی کمانڈر لائل پور شہر کا رہنے والا تھا جو کہ آج بھی اپنے علاقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے علی سبامت میں بھرپور کردار ادا کر رہا ہے اور عوام اسے آج بھی ”ہیسرو آف دی رن کچھ“ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

اس کا نام ہے۔ ریٹائرڈ میجر راجندر پور پریز



بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب کبھی اٹھتا ہے مومن ہاتھ میں تلوار لے کر مدد کو آجاتے ہیں پھر جب سبیل واسرافیل

## میدان جہاد میں فرشتوں کی فوج

پارہ ۹ - سورۃ الفال - آیت ۹ - ۱۰ - ۱۱

وَلَنُرْسِلَنَّ غُفْرًا فَيُصْبِحُوا مِنْكُمْ وَهَبًا

مِنَ الْمَلَائِكَةِ مِنْ دَفِينٍ

”اے ایمان والو! اس وقت کو یاد کرو جب تم نے اپنے رب سے پانی

کے لئے فریاد کی تو اس نے تمہاری فریاد کو قبول کرتے ہوئے پانی کے ساتھ

تمہاری مدد کیلئے آسمانوں سے ایک ہزار فرشتوں کی مسلح فوج بھیج دی۔“

فرشتوں کا یہ نورانی لشکر مسلمانوں کی امداد و نصرت کے لئے اس وقت بھیجا گیا

جب کہ شہنشاہ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین تلواریں مجاہدوں - دینے

کے غازیوں اور حق کے پرستاروں کی ایک سبھی بھر رو حافی جماعت لیکر کفر و الحاد و ضلالت

گراہی اور باطل پرستی کو مٹانے کے لئے کفار مکہ کی پوری قوت و طاقت کا مقابلہ کرنے

کے لئے غزوہ ابیر لشکرین کے میدان بدر میں جلوہ افروز ہوئے۔

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور شدید گرمی کا موسم اور سوکھی ہوئی چھریں کی آرزو

رکھنے والے یہ غازیان اسلام جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان اور ماتھوں میں ٹوٹی تلواریں

تھیں۔ آج ساری دنیا کی تقدیر بناتے جا رہے تھے، اگرچہ ان کے پاس سامان جنگ نہیں تھا۔



نہ گھوڑے تھے۔ اور نہ ہی تلواریں۔

مگر پھر بھی —

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا، تیرا لا تھا  
کو اس لشکر کا افسر ایک کالی کسلی والا تھا

یہ دلق پوشوں کا روحانی ڈور — یہ صبر کو شوں کی مقدس جماعت اور یہ  
نافذ دستوں کا پیارہ گروہ — گیلی بکڑیوں کو جھکا کر بنائی گئیں — ٹوٹے ہوئے نیزے  
اور شکستہ دستوں والی تلواریں سے کمر سرکھت اور کٹن بدوش ہو کر تاجدارِ عرب و عجم کی  
قیادت میں میدانِ بدر میں آیا — تو

ان کا مقصد جاہ و شہرت — دولت و ثروت اور دوسرے ملک گیری نہ تھا  
بلکہ — حق پرستوں کی جماعت اسلام کی عظمت و بقا — دین کی حفاظت — مذہب  
کی رکھوالی — ناموس رسالت کی پاسداری اور قرآن پاک کی نشر و اشاعت کے لئے کفایت  
کی زہرا کو تلواروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بدر کے رنگستان میں آئی تھی —

اور یہ وہی جنگ ہے جس میں بیٹے کو باپ سے اور باپ کو بیٹے سے  
اور بھائی کو بھائی سے لڑنا پڑا دنیا کی آنکھوں نے پہلی بار دیکھا —

اور یہ وہی جنگ ہے کہ جس میں ایک ہی برادری کی دو جماعتیں — ایک ہی  
قبیلے کے دو گروہ اور ایک ہی خاندان کے دو ٹوٹے آپس میں دست و گریباں ہوئے۔

ایک کفر و شرک — ضلالت و گمراہی اور وحشت و ظلمت کے درمیان غرق تھا  
اور دوسرا — توحید و رسالت — رشد و ہدایت اور حق و صداقت کے گلشن کے محافظ

ایک — اسلام کو مٹانے کے لئے آیا تھا — اور دوسرا بچانے کے لئے  
ایک ناموس رسالت پر حملہ آور تھا اور دوسرا اس پر مرٹنے کے لئے — ایک طرف عبودیت

امیت تھی اور دوسری طرف صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ تھے — ایک طرف ابوجہل اور ولید  
تھے اور دوسری طرف عثمانؓ اور علیؓ تھے —

برادری ایک تھی — قبیلہ ایک تھا اور خاندان بھی ایک — لیکن بھائی  
کی تلوار بھائی سے ٹکرائی اور باپ کی تلوار بیٹے سے اور پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ  
و سلم نے میدان کا نقشہ دیکھا اور ہاتھ فستح و نصرت کی دعا کے لئے اٹھ گئے۔  
اور آپؐ نے دعا فرمائی —

سُورۃ شریف جلد دوم ص ۹۲

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ رَافِعَ الْمَشْرِجَيْنِ وَحَمْدَهُ أَفْئَتْ

”حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دن  
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین مکہ کی طرف دیکھا اور ان کی تعداد  
ایک ہزار تھی۔“

پھر کئی واسے آمانے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا فرمائی  
اللَّهُمَّ إِنَّكَ إِن تَمِلْتَ هَذِهِ الْعَصَابَةَ يَمُنَ أَهْلُ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبِكُ  
فِي الْآخِرَةِ حُب —

کہ ”اے میرے پروردگار یہ تین سو تیرہ جاں نثاروں کی جماعت دیکھ  
میدان میں آگیا ہوں، آج اگر تو نے ان کی مدد نہ کی اور اگر یہ ہلاک ہو  
گئے تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔“

— اگر کفار نے ان کو یہاں پر ختم کر ڈالا

تو قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

اور پھر تاجدارِ کون درمکان صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود میدانِ جنگ میں تشریف لائے۔

بقولِ حفصہؓ عائشہؓ ہری : —

۵۔ مگر جب کئی والا آگیا اٹھ کر بیٹھنے سے  
خدا کی جو کئی محفوظ شیطانوں کے ہٹے سے  
مدد ملے لغو تکبیر سے تحقیر اٹھی وادی  
کہ امت کے ضیعفوں کی مدد کو آگیا ہادی

اور پھر تلواریں چمکیں اور ٹکرائیں۔ فولاو کے مکر نے سے چنگاریاں اڑیں، نیزے  
ابھرے اور چلے۔ تیرکانوں سے نکلے اور برے۔ میدان کا زار گرم ہوا۔ کافروں کو  
اپنے سامان پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنے خدا اور ایمان پر۔ مشرکین زہر آلود تیر دست  
اور فولاوی تلواروں پر نازاں تھے، اور مسلمانوں کو سہ

نہ تیر و تیغ پر تکیہ نہ نیرے پر نہ بھانے پر

سہارا تھا تو اک سادہ سی کالی کسلی پسہ

جو نہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں تشریف لائے جنگ کا نقشہ  
بدل گیا۔ ادھر مصطفیٰ نے دعا کی، ادھر خدا تعالیٰ نے فرشتوں کی فوج کو حکم دیا کہ جاؤ  
میری اس پاکیزہ جماعت کی مدد کرو۔ حضور علیہ السلام نے ایک مٹھی ریت دشمنوں کی  
طرف ماری۔

بس پھر کیا تھا، فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چوم لئے اور پھر خدا تعالیٰ  
نے اپنی نصرت کا اعلان بھی فرمادیا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَيْتِ رِجِّئٍ أَنْتُمْ أَذِلَّةٌ۔

کہ جنگ بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی حالانکہ تم بے مقدور تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ غزوہ بدر کی پہاڑی کے بعد کفار و مشرکین نے اپنی اس شکست  
کا بدلہ مسلمانوں سے لینا چاہتے تھے اور ثعبان و مکرز اس کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔

کہ ایک دن شیطان شیخ نجدی کی شکل و صورت میں ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک  
اور بہادر سپہ سالار ہوں اور میں بھی مسلمانوں کا برا دشمن ہوں۔ اور میں نے جنگوں میں  
کئی معرکے سر کئے ہیں۔ اس لیے

فَلَا مَغَالِبَ لَكُمْ مِنَ النَّاسِ وَارْتَبِ جَانِدُكُمْ۔

اور میری موجودگی میں آج کے دن تم پر کوئی غالب نہ آ سکے گا۔

اور آخر وہ وقت بھی آگیا جبکہ بدر کے میدان میں اسلام و کفر اور حق و باطل آپس  
میں ٹکرائے۔ تلواروں کی جھٹکار اور نیزوں کی بھڑکار سے بدر کی وادی تحقیر اٹھی اور  
پھر قرآن پاک کہتا ہے۔

فَلَمَّا مَسَرَ لَكُمُ الْمُشْرِكُونَ عَلَى عِصْيَانِ رَأْيِ بَرِيٍّ

تَرَكَكُمْ رَأْيِ أَرْمَى مَا لَا تَرْوُونَ۔

کہ جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوئے تو غیطان لے لے پاؤں پیچھے کو

بھاگا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں۔ ایسے کہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ وہ شکوہ دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتا۔

وہ شکوہ آسمانی فرشتوں کا تھا جس میں حضرت جبریلؑ و میکائیلؑ بھی شامل تھے۔ بعینہ

یہی واقعہ بھارتی ساراج کے جنگی گمانتوں کو بلیں آیا۔ چھب جوڑیاں فتح کر لینے کے بعد

جب پاکستان کی بہادر فوج اور مشرک اسلام کے جانناڑ سپاہی اکھنور اور جہوں پر گرنے پڑے

لگے تو ہندوستان کے مذہب ٹوٹے مددگار امریکہ نے مسٹر شامری کے کان میں چھوڑا کہ

کشمیر تو تمہارے ہاتھ سے جا رہا ہے اور اس کو بچانے کی اب ایک ہی صورت ہے

کہ پاکستان کی فوجی قوت کو کئی محاذوں پر تقسیم کر دیا جائے اور فکر نہ کرو پاکستان

ایک چھوٹا سا ملک ہے اور اس کے پاس سامان جنگ بھی نہ بہت کم ہے اور اس کی فوج

بھی تھوڑی ہے۔ اور اس کو ہم بھی بڑھیر دینا بند کر چکے ہیں۔ ہم بھی پاکستان، اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور تمہارے پاس ہمارے دیئے ٹینکوں، توپوں، بمبارطیاروں اور دوسرے گولہ بارود کی فراوانی ہے اور تمہاری فوج بھی پاکستان کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اور پھر ہم اور بھی بہت مسلمان جگہ دیں گے۔

اسی لئے اٹھو! ہمت کرو اور پاکستان پر حملہ کر کے اسے چند گھنٹوں میں ختم کر دو۔ اور پھر یہ کافر بھارت، امریکہ کی اس خیر خواہی کے جال میں ایسے پھنسے، جیسے کہ شیطان کجیاں میں کھارک پھنس گئے تھے۔

اور پھر بھارت کے جنگی سوراؤں نے رات کے اندھیرے میں چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کی طرح امریکہ کی شہر پر پاکستان کی سرزمین اچانک حملہ کر دیا۔ اور پھر جب چارے بری، بکھری اور فضائی افواج کے جوان اور شیر دل مجاہدین نے ہر محاذ پر بھارت کی ٹیڑی دلی سینا کو بھرت ناک شکست سے دو چار کیا اور منہ پر ایسے طمانچے رسید کئے تو یہ لالے اور ہلاشے لام رام کی دہائی دینے لگے۔ اور جب بھارت کے سوہیروں کی امریکہ اور برطانیہ کے ٹینک، توپوں اور بمبارطیارے بھی کوئی تحفظ اور مدد نہ کر سکے تو پھر بھارت نامہ کے مجاہدوں نے جنگ بند کرنے کے لئے امریکہ سے فریاد کی اور آخر انہوں نے افوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری اور تھان کو فرما دیا کہ پاکستان بھیجنا کہ جنگ بندی کی کوئی صورت نکل آئے۔

تاکہ۔۔۔ امریکہ کے پیٹھ پر اور گد اگر بھارت کے حکمران، صدر پاکستان فیملہ مارشل محمد ایوب خان کے آہنی ٹکے سے بچ جائیں۔ اور آخر کار عین اس وقت فائبر بندی کرادی گئی جبکہ اسلام کی تیغ برائے بھارتی سامراج کی شہ رگ کٹنے ہی والی تھی۔

اور اس کے برخلاف اگر ہندوستان اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہو جاتا اور خدا نخواستہ اگر بھارتی فوجیں لاہور یا سیالکوٹ پر قبضہ کر لیتیں تو ایسی صورت میں نہ سلامتی کو نسل کا کوئی اجلاس ہونا اور نہ ہی مسٹر اور مٹاں یہاں آتے اور نہ ہی فائبر بندی ہوتی!

جس طرح مکہ کے کافر شیخ شیطان کے بھکانے پر اپنی توت و طاقت کے بھروسے پر مدینہ منورہ کے مسلمانوں پر چڑھ آئے تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے برہمن کافر بھی امریکہ کی شہ پر اور اس کے دیئے ہوئے سامان جنگ کے بل بوتے پر پاکستان کے مسلمانوں سے جنگ کرنے اپنے گھروں سے تو بھل آئے لیکن پہلی ہی بھڑپ میں جب پاکستانی مسلمانوں نے اپنی عزتوں سے ان کے ٹینکوں کے پھوسٹرے اڑائے شروع کر دیئے اور مجاہدین اسلام کے صہر پور وار سے ان کے سروں کی بوریاں اکھڑنے لگیں!

اور جب پاکستان کے بہادر غازیوں کے نعرہ ہائے تکبیر سے ان کے گلوں پر بے ہوئے جنود، ٹوٹ کر گرنے لگے، تو پھر وہ میدان جنگ میں اپنی دھتوریاں پاجامے۔ تیشے اور حتیٰ اگر اپنے پیروں کے دیوتاؤں تک کو بھی پھوڑ کر، ہری رام، ہری رام کرتے ہوئے بھاگے۔

تو اس وقت ان کو معلوم ہوا کہ مندرروں میں بیٹھکر سارا دھکی پوریاں اور جلوہ کھانا تو بہت آسان ہے لیکن پاکستان کے شیر دل مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنی بہت مشکل ہے!

غزوہ حنین میں نصرت الہی کا ذکر کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا ہے۔  
لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ يَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَوْفَوْا بِعَهْدِكُمْ وَكَانَ حُجَّتُكُمْ عَلَى الْكَافِرِينَ إِذْ



يَجْعَلْ لَكُمْ كَثْرَتَكُمْ فَلَئِنْ نَعْنِ عَنْكُمْ مَثِيًّا وَخُذْنَا عَنْكُمْ  
الْأَرْضَ بِمَا رَحِبَتْ لَكُمْ وَكَيْتُمْ مِنْ بَدِينَةٍ -

پارہ ۱۰ - سورۃ توبہ - آیت ۲۵

ترجمہ :- اسے ایمان والوں کی میدانوں میں اللہ نے تمہاری مدد کی ہے اور جنگ جنین کے دن بھی۔ جبکہ تم اپنی کثرت پر اترے، لیکن وہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہو گئی، اپنی فراخی کے ساتھ اور تم پیٹھ دے کر رہے۔

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا - (پ - سورۃ توبہ - آیت ۲۶)

پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول اور ایمان والوں پر تسلی اتاری اور فرشتوں کی فوجیں بھی آداریں جو تم نہیں دیکھتے تھے اور اس طرح ہم کفار کو عذاب دیا۔

بہادو اسلام کے میدان میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کی فوجوں کا آنا صرف بدو دشمن کی جگہوں اور خندق و تھوک کے غزوات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ قیامت تک جب بھی کفر اسلام کے مقابلے اور باطل حق کے مقابلے میں آتا رہے گا اور جب تک یہ دونوں قوتیں آپس میں دست و گریبان ہوتی رہیں گی۔

نصرت الہی اور فرشتوں کی فوجیں مسلمانوں کی مدد کے لئے آتی رہیں گی چنانچہ بدو جنین سے لیکر روم و شام تک اور پھر مصر و عراق سے لے کر اندلس و ایران تک اور پھر سندھ کے ریگستانوں سے لے کر دہلی کے لال قلعے تک تاریخ کا ایک ایک ورق اس کا گواہ ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی تلواروں کا مقابلہ نہ قیصر و کسری

۴۷  
کے شہنشاہ کر کے اور نہ ہی مصر و عراق کے والی۔  
مسلمانوں کی خدائی یلغار کو نہ ہی ہسپانیہ کے سوار ک شیر دل پہلوانے دے  
سور سے روک سکے اور نہ ہی ایران کے رستم۔

اور پھر محمود غزنوی کی تیغ برآں کو بھارت کے راجے سب متحد ہو کر روک سکے اور نہ ہی مغل بابر کی تلوار کو ہندوستان کے رائے اور نہ ہی مغلین کا حکم کے حملہ کو سندھ کے راجے داہر روک پاسے۔ اور نہ ہی شہاب الدین غوری کی شمشیر آبدار کا بلہ کوئی پتھری راج ہی کر سکا۔ اور

آج بھی چھب - بھڑیاں - لاہور اور سیالکوٹ کے مادیوں سے لیکر سندھ کے راجستھانوں تک میدان جنگ کی خاک کا ایک ایک ذرہ اور مسلمان غازیوں کے خون کا ایک ایک قطرہ اس بات کا گواہ ہے کہ مسلمانوں کی امداد کے لئے ہر میدان فرشتوں کی فوجیں آئیں،

اور امت کے غمخوار اور اپنے غلاموں کے مددگار شہنشاہ کو فیصلی اللہ علیہ وسلم اور شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور اولیاء کرام کی مدد بھی کشا مل حال رہی۔  
ورنہ کہاں ہندوستان کی فوجی کشت اور سامان حرب و ضرب کی فراوانی کے علاوہ دنیا بھر کے یہود و نصاریٰ کی بلا شیری اور عیسویں مادی اور سیاسی امداد اور کہاں پاکستان کے مٹھی بھر مجاہدین اور مختصر سامان جنگ۔

اور پھر فرشتوں کی ایک ہزار فوج پر ہی الکفار نہیں کیا بلکہ فرمایا :-

پارہ ۳ - سورۃ آل عمران آیت ۱۶۵  
أَنْ تُصَلِّتَهُمْ وَتَقْتُلَ بِثَلَاثَةِ آَلْفٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مَثَلِ بْنِ



هَذَا يَجِدُكُمْ فِيكُمْ خَمْسَةَ أَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ  
مُسَوِّمِينَ -

کہ پھر تم نے پچاس ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتوں کی فوج  
سے میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کی — اور  
پھر فرشتوں کی فوج پر پانی بوس نہیں کی —

بلکہ فرمایا: —  
”اِنِّیْ مَعُکُمْ -“ کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں!

بھلا — ہندوستان کے کافر جنگی جنونیوں سے کوئی پوچھے تو مہی! —  
کو میدان جنگ میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کی فوجیں بھی آجائیں اور  
خدا تعالیٰ خود بھی مسلمانوں کے ساتھ ہو تو پھر تم! —  
کیسے پاکستان کے مسلمانوں پر فتح پاسکتے ہو؟ —



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## امتحان

آگ ہے اولادِ ابراہیمؑ ہے نرود ہے  
کیا کبھی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

پارہ ۲ - سورۃ البقرہ - آیت ۱۵۹

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَ  
نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ -

”اے ایمان والو! ہم تمہیں خوف سے - بھوک سے اور تمہارے  
مال و جان کے نقصان سے تمہیں آزمائیں گے اور باغوں کا نقصان کر  
کے تمہارا امتحان لیں گے -“

وہ خداوند کا بیانات اور پروہ کار و در عالم ہے - ایسے اسے حق ہے کہ وہ اپنے  
بندوں کا جب چاہے اور جس صورت میں چاہے امتحان لے سکتا ہے اور وہ اپنے  
بندوں کا کسی بھی طرح کی مشکلات اور مصائب میں مبتلا کر کے آزمائیں گے اور کئی  
طریقوں سے امتحان لیتا ہے اور کئی رنگوں میں بندوں کو دیکھتا ہے - وہ کبھی حضرت  
یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرا کر دیکھتا ہے اور کبھی مصر کے بازار میں بیٹا کے  
کبھی وہ جیل میں بھجوا کے دیکھتا ہے اور کبھی مصر کے شاہی تخت پر بیٹھا کے آزماتا

۵۔ تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں  
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں گناہاتیں

پھر پندرہ دن کے بعد اس کو قید سے نکالا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ مر کھپ گیا ہوگا۔ لیکن وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت خلیفہ کا چہرہ انتہائی پُر نور اور مازہرے میں چمک رہا ہے اور اس کے دل کی ایک ایک دھڑکن یا محمد یا محمد بنکار رہی ہے۔

اور پھر اس کے ظالم کے باپ نے حضرت خلیفہ کو کورڈوں سے مارنا شروع کر دیا مگر سر کوڑ سے پر اللہ واحد یا محمد کا نعرہ مستانہ بلند ہوتا رہا۔ جسم سے خون کی دھاریں بہنے لگیں۔ ہتھوکی ہر لونڈ سے عشق رسول کی خوشبو پھوٹ کر کال کوٹھڑی کو معطر و منور کر رہی ہے۔

حضرت خلیفہ کو ہوش آیا تو باپ نے گرج کر کہا! —  
اے خلیفہ — محمد کا نام لینا چھوڑ دو۔

حضرت خلیفہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ اگر میں یہ نام لینا چھوڑ دوں تو پھر باقی کائنات میں کیا رہ جاتا ہے۔ میں پوری دنیا کو تو چھوڑ سکتا ہوں لیکن نام محمد کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ —

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا

اور بگڑے بھی بنا دیتا ہے یہ نام محمد

باپ نے پھر اسی کال کوٹھڑی میں حضرت خلیفہ کو قید کر دیا۔ لیکن ایک رات آتش بھرمی جلنے والا یہ سچا عاشق اس خیال سے کہ شاید لذت وصل کے بغیر ہی نہ مر جائے گھر سے قلعہ ہو کر مدینہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ کہ —

اور — وہ کسی دالے اکمال علیہ سلام کو فارحہ میں لڑاکے دیکھتا ہے  
اور کبھی غار ثور میں چھپا کے! — اور کبھی احد کی جنگ میں دانت تڑوا کے  
دیکھتا ہے — اور کبھی عرش پر بلا کے —

اور وہ کبھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں درود ہلا کے دیکھتا ہے اور کبھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بازار میں پھرنے دیکھتا ہے۔

اور کبھی بحرے میں نانے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر بٹھا کے  
دیکھتا ہے اور کبھی میدان کر بلا میں نیرے پر پڑھ کے۔

غرضیکہ وہ اپنے بندوں کو ہر رنگ میں دیکھتا ہے اور اس کا امتحان لیتا ہے۔  
اور جو امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر وہ بندہ تسلیم و رضا کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ جس کی طرف علامہ اقبال نے اشارہ کیا ہے کہ —

خودی کو کر بلند است تا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

حضرت خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا امتحان لیا گیا۔ ان کے دل میں کس دالے کی محبت تھی اور آنکھوں میں حسن یار کے جلوے۔ ظالم باپ نے کلمہ پڑھنے کی سزا میں حضرت خلیفہ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر کہنی کیٹنے میں کس کو ایک اندھیری کوٹھڑی میں قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا۔

لیکن وہ شیعہ محمدی کا پروردگار کسی دالے کا جان نثار غلام اس اندھیری کوٹھڑی میں تصورِ جانوں کے ساری ساری رات گزار دیتا ہے۔ کبھی رات کی تنہائیوں میں حسن یار کے دیدار کی تنا کر کے درود بھری آواز میں پکار اٹھتا کہ —

۱۔ فرقت کی سختیاں مجھے منظور نہیں مگر

انتہا تو ہو کہ تجھ کو میری خبر ہے

بس پھر کیا تھا کہ پاؤں کی بیڑیاں لوٹ گئیں۔ آہنی کنبہ کٹ گیا اور قید خانے

دروازے خود بخود کھل گئے۔

اور شوق و محبت کی منزل کا یہ با محبت مسافر کال کوٹھڑی سے باہر نکلا۔ رات

انتہائی تاریک تھی۔ جسم زخموں سے چور اور بدن کی ایک نرس مجروح۔ دیار محبوب کی طرف

قدم قدم بڑھاتا۔ مگر محبت نہ تھی۔ دو چار قدم چلتا اور لڑکھڑا کر گر پڑتا۔ پھر آسمان کی

طرف نگاہ اٹھائی اور کہا سہ

یہ بھی کیا منظر ہے رکتے ہیں نہ بڑھتے ہیں قدم

تنگ رہا ہوں دُور سے منزل کو میں منزل نہ تھے

وادی عشق میں قدم رکھنے والے خبیث ان تمام آداب کو لوہا کر چکے تھے اور

نام مصطفیٰ علیہ السلام لینے کے جرم میں ہر قسم کی سزاوارہ پوری کر چکے تھے۔ ان کی محبت

کسوٹی پر کبھی جا چکی اور عشق کا امتحان لیا جا چکا تھا اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہو چکے

تھے۔ اسیلئے رحمت خداوندی کو بھی اب جوش آگیا اور زمین کی ٹہاں میں

کھینچ لی گئیں اور مہینوں کا راستہ بدل بھریں طے ہو گیا۔

اور پھر وہ گداٹے کوچہ یار میں عشق و محبت کی خیرات لینے کے لئے دروازہ نبوت

پر دستک دے رہا تھا۔

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضرت خبیث کو اپنے سینہ مبارک

سے لگایا۔ پھر رحمت و شفقت کا ہاتھ پھیرا اور سچی محبت کا انعام پایا۔ مسلمانوں

سینے مبارک پر دلی فرشتوں نے مہربانیاں بکھاری اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر تاجدار کو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس قدموں میں زندگی بسر کرنے لگے اور پھر وہ وقت بھی آگیا کہ

حضرت خبیث کو مسلمان ہونے کی پاداش اور غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے صلبہ میں مکہ کے بازار میں پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا تو ابوسفیان جواس وقت

تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہنے لگے! —

کہ اسے خبیث کہا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تجھے آزاد چھوڑ دیا جائے۔

اور تیرے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سولی دے دی جائے! —

یہ سن کر اس شمعِ حق محمدی کے پرانے، جلوہ یارِ حسن کے دیوانے نے شہادتِ

الفیت میں بھی حق کی آواز کو بلند کیا اور فرمایا! —

اے ظالمو! تم میرے بدلے میرے محبوب کو سولی پر لٹکانا چاہتے ہو اگر میں

تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے سامنے میرے محبوب کے پاؤں میں کاٹنا بھی چھوڑا۔

پھانسی کا تختہ سامنے تھا اور حضرت خبیث کا منہ دیرینے کی طرف! ظالموں سے

سجدہ شکر کرنے کیلئے وقت دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ کیونکہ آج خبیث کا دیاب و

بامراد ہو رہا تھا اور وہ جانتا تھا کہ دو فضل شکرانے کے آدا کر کے اپنے مالک و پروردگار

کے حضور پیش ہو جس نے اس کو یہ حوصلہ اور مرتبہ شہادت عطا فرمایا۔ —

خبیث نے عرض کیا۔ اے میرے مولا! زندگی کا آخری سجدہ کرنے والا ہوں

میرا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہے۔ —

نبیؐ سے آواز آئی کہ اے خبیث اور میرے محبوب پاک کے بارخدا غلام بنکر نہ کر

اگر تیرا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہے آج وہ تیرے لئے قبلہ ہے جس طرف تیرا رخ ہے۔

اور آج ہم تیرے لئے مدینہ کو ہی قبلہ بنا دیتے ہیں۔ —

چنانچہ حضرت خبیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری سجدہ مدینہ کی طرف رخ کر کے

ادا کیا۔ رسد بکھنچ دیا گیا اور اسلام کے اس سرفروش غازی اور دین اسلام کے جانثار مجاہد۔ حق کے بچے پرستار اور حسن مصطفیٰ کے دیوانے نے شہادت کو اسلام میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اپنی جان، جان و آخرت کے سپرد کر دی۔

اور اس منزل عشق و محبت کے باہمت راہی نے اپنا راستہ بڑے حوصلے اور ہمدردی کے ساتھ طے کیا اور ادھر کئی دالے آگاہ اپنے غلاموں کو فرمایا کہ تم میں کون ہے جو حبیب کی لاش کو اٹھا لائے۔ چار غلام تیار کر کے گئے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔ (مذاہج النبوت)

پھر خالق کائنات نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتحان بھی لیا۔ وہ ایک یہودی مالک امیہ کے غلام تھے اور اس کی غلامی میں کئی سال گزر گئے۔ بالآخر باطل کی غلامی سے نکل کر حق کی غلامی اختیار کرنے کا وقت بھی آ گیا۔

ایک رات وہ اپنی کوٹھڑی میں بیٹھے کفر و باطل کی غلامی کی لعنت کا پھندہ اپنے گلے سے اتارتے کہ تدریس سورج رہے تھے کہ اچانک ان کی بوسیدہ کتے جھونپڑی جگمگا اٹھی۔

وہ گھبرا کر اٹھے! ادھر ادھر دیکھا، لیکن ان کو کوئی چیز نظر نہ آئی اور اس سحر منشی کے متعلق سورج ہی رہے تھے کہ ایک آواز نے ان کو مزید حیرت میں ڈال دیا۔ اے بلال! یہ نور مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک ہے جو تمہارے دل کو نور اسلام سے منور کرتے آئی ہے۔

بس پھر کیا تھا۔ یہ صدائے حق سنتے ہی زبان پر کلمہ شہادت آ گیا اور ساتھ ہی عشق رسول کا دیا بھی سوجھن ہو گیا! وہ رات انہوں نے اس امیہ پر انتہائی بخیر و

میں گزاری کو صبح ہوتے ہی آغوش نبوت میں پہنچ جاؤں گا۔

لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ مٹی کے ایک پیالے کو لب محبوب تک آنے کیلئے کن کن کٹھن اور صبر آزما ادوار سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہزاروں امتحانوں سے گزرنا اور ہر قسم کے ظلم و ستم برداشت کر کے کئی دن آگ کی جھٹی میں جلنا پڑتا ہے۔ آخر صبح ہوئی تو حضرت بلال پر بھی یہ وقت آ گیا جو عشق و محبت کی پر غبار دوی میں تدم رکھنے والے ہر انسان پر آتا ہے۔ یعنی امتحان و آزمائش کا وقت! یہودی مالک امیہ نے بلایا اور قبہ اللود نظروں سے حضرت بلال کی طروت

دیکھتے ہوئے کہنے لگا کہ

اے بلال! میں نے سنا ہے کہ تم نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور مسلمان ہو گئے ہو! حضرت بلال نے بڑے فخر اور جرأت مندی سے جواب دیا! ہاں! امیہ نے کہا کہ جانتے ہو۔ اس مجرم کی سزا کیا ہے؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ ہاں! لیکن یہ یاد رکھ کر

محمدؐ پہ دل میں فدا کر چکا ہوں!

جو فرض خدا تھا ادا کر چکا ہوں!

اور پھر جب سورج کی آتش باری سے مکہ کی ریت تپنے لگی تو ظالم یہودی مالک امیہ نے حضرت بلال کو ننگا بدن کر کے تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر ایک پتلا جوا بھاری پتھر بھی رکھ دیا۔ سورج کی گرم سلاخیں ان کے ہاتھوں کی تھیلیوں اور پاؤں کی تیلیوں میں گاڑ دیں اور اپنے جلاؤ کو حکم دیا کہ وہ حضرت بلال پر کورے برائے۔ ظلم و ستم، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کی یہ انتہا تھی جسے حضرت بلال



نے بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ اور وہ کورٹسے کی ہر ضرب پر یا اللہ یا مولیٰ اللہ پکار اٹھتے اور پھر اس ظالم نے آگ کے دھکتے ہوئے انگڑے ان کی زبان پر رکھ دیئے تاکہ حضرت بلالؓ کی زبان سے اللہ اور محمدؐ کا نام نہ نکل سکے! لیکن ان کے جسم کے ایک ایک بال اور خون کے ایک قطرے سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آوازیں اُتری تھیں اور

عین اس وقت جب کہ حق کے اس پرستار اور مصطفیٰ علیہ السلام کے حقیقی جان نثار ظلم و ستم کے یہ پیارے قورٹسے جارہے تو ایک ان کے قریب سے گذرا اور قول علامہ اقبالؒ حضرت بلالؓ سے کہا کہ

وہ آستان نہ پھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے  
کہ جس کے شوق میں تو نے مزے ستم کیئے

یعنی اتنے ظلم و ستم کے باوجود بھی ہم مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کو نہ پھوڑ سکا۔ آخر کیا یہ راز کیا ہے تو حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں  
ستم نہ ہو تہمت میں کچھ مزا ہی نہیں

اور پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گذرے اور حضرت بلالؓ پر ظلم و ستم ہوتا دیکھ کر وہیں آگئے اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا ماجرا سنایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ بلالؓ کو اُمیہ سے خرید لاؤ۔

اور یہ لو اس میں میرا حصہ بھی شامل کرلو۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کو اُمیہ خنہ لیا گیا۔ خداوند کا ثنات اس کی محبت کا امتحان لے چکا تھا اور قدرت اس کے عشق رسولؐ کو آزمایا چکی تھی اور بڑے صبر و استقلال اور محبت و جرأت سے ہر قسم کا ظلم و ستم

برداشت کر کے امتحان میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اور ان کو کفر و باطل کے دشمنوں سے حق و اسلام کے پرستاروں نے خرید لیا تھا! اور اس طرح وہ اُمیہ کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کی بجلی میں سے نکل کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی لطف و کرم اور رحمت و شفقت کی جھولی میں آگئے اور دربارِ نبوت سے انہیں انعام عطا ہوا کہ وہ مسجد نبویؐ کے سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ہوئے!

آسمان پر سب سے پہلی اذان حضرت جبریل علیہ السلام نے دی اور زمین پر سب سے پہلی اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ نے

عند لب گشتِ نکالت اور بلبل چمنستان رسالت کی اذانوں کی آواز آج بھی نضائے آسمان میں گونج رہی ہے اور پھر وہ پردرد پر سوز اور جذبہ حریت و آزادی اسلام سے بھری ہوئی یہ آواز دلِ فطرت میں ایسا گھر گئی کہ

جب تک مسجد نبویؐ کے پرانے میناروں پر سے وہ آواز نہ اٹھتی، نماز کا وقت ہی نہ ہوتا تھا! ان کی زبان پر دہکتے ہوئے کوسلے رکھنے کی وجہ سے ان کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی۔ اسی لئے وہ اذان میں بھی ضعیف کی بجائے سین ہی کہا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کے اعتراض پر جب حضور علیہ السلام نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے سے منع کر دیا تو

فوراً حضرت جبریلؑ آئے اور عرض کی کہ

اے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم!

سپین بلال عند اللہ شہید ہے۔

کہ اللہ کے نزدیک بلالؓ کی سین بھی شہید ہے!

یہ وہی شمع محمدیؐ کا پردارہ۔ جلوہ نورِ مصطفیٰ کا دیوانہ اور دین حق کا پہلا مؤذن ہے۔

کوحسن کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی رات کو میں نے جنت میں ہلال شامی جوتیوں کی آواز سنی۔

ترجمہ شریف جلد ۲ ص ۲۰۹ مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۹

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دھال پاک کے بعد جہاں ساری کائنات میں ایک وقت کے لئے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہاں چشمِ فطرت سے بھی آنسو بہہ نکلے تھے اور جہاں غلامانِ مصطفیٰ کی آنکھیں پریمِ حق میں، وہاں مدینہ منورہ کے حسین و جمیل گلیاں بھی شہنشاہِ کونین کی مقدس جوتیوں کو ترس گئی تھیں۔

اور جہاں مدینہ منورہ کی خاک پاک کے در سے، آفتابِ نبوت سے تابندگی اور جھک پانے سے محروم ہو گئے تھے، وہاں یہ عنذلیبِ باغِ رسالت بھی اپنے پرہیز نغمے چھوڑ بیٹھی تھی۔

جلوہِ حسنِ یارِ کونہ پا کر حضرت ہلالِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بے چین و متقرار ہو جانا اور فراقِ یارِ کایہ عالم تھا کہ سارا سارا دن اور ساری ساری رات گزریاں کوچہ عشقِ نبوت کی طرح اپنے محبوبِ حقیقی کو پکارتے رہتے۔

صحابہ کرام نے تسلیاں دیں۔ دوستوں نے دُعاؤں سے بندھائی اور غلاموں نے صبر و سکون کی تلقین کی، لیکن چونکہ اس عاشقِ با وفا کا اپنے محبوبِ پاک کی جدائی میں صبر و سکون چھین چکا تھا۔

اپنے ایک رات کو کوچہ یارِ کایہ خوش آوازِ فقیرِ مدینہ منورہ کے مقدس دروازہ اور خاکِ پاک کے ذردن کو چوم کر اور گنبدِ خضراءِ یکساں حسرتِ بھری نگاہ ڈال کر اور پھر روضہِ اقدس کی حسین و جمیل جالی کو آخری بوسہ دے کر یہ کہتا ہوا مدینہ منورہ چھپ چاپ ملکِ شام کی راہ لی!

۵۸ اے گلشنِ توحید کے پُر نور باغبان میں جا رہا ہوں تیری بہاروں کو چھوڑ کر

صبح ہوئی تو ساکنانِ مدینہ کو حضرت ہلالِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نظر نہ آئے! ایک محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی جلووں سے محرومی اور پھر حضرت ہلالِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی نے مدینہ کے مسلمانوں میں حسرتِ بڑا کر دیا! اور کسی کو یہ پستہ تک نہیں چلا تھا کہ حسنِ مصطفیٰ کا یہ دیوانہ کدھر کونسل گیا ہے!

حضرت ہلالِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیارِ محبوب سے نکل کر ملکِ شام کی راہ لی! شام کا وقت اور شام کی گلیاں، دیوانوں کی طرح کوچہ و بازار میں پھر رہے تھے کہ کسی نے پہچان لیا اور بڑی عزت و احترام سے اپنے گھر میں لے جا کر رکھا! اگرچہ شام میں ان کو زندگی کی تمام سہولتیں میسر تھیں، لیکن حسینِ یار کے نظاروں سے محرومی اور پھر کوسے محبت سے دوری ان کو ہمیشہ بے قرار رکھتی تھی! اور انکو سوزِ فراق میں ان کو نیند نہ آتی تھی۔ آخر انہوں نے انتہائی بے چینی و تنہائی کی حالت میں مدینہ کی طرف منہ کیا اور پروردگارِ آواز میں پکارا کہ:

۵۹ اے دردِ محبت جاگِ دل میں دوری کی دلِ دور نہیں وہ جلوہ دکھانے آئے گا محبوبِ میرا مجبور نہیں

اور یہی کہتے کہتے ان کی آنکھ لگ گئی اور رحمتِ دو عالم خواب میں تشریف لائے اور فرما دئے!

ہلال! مدینہ کی نورانی صبح کو چھوڑ کر شام کے اندھروں میں کب تک بیٹھے رہو گے؟ آنا خرابا اور جلوہ حسنِ مصطفیٰ غائب ہو گیا!

عائشہؓ در مذکر اٹکھ گھلی تو خواب کا نظارہ آنکھوں میں پھر گیا۔ تڑپ اٹھی! لیکن منزل دور تھی پر پھر بھی یہ کہتے ہوئے سوئے منزل پر قدم بڑھا دیے کہ  
 ۵۔ اسے جذبہ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے  
 منزل کے لئے دو کام چلوں اور سامنے منزل آجائے

بس پھر کیا تھا! دو ہی قدم چلے تھے کہ مسجد نبویؐ کے صحن و بچل مینار اور گنبد خضراءؑ کے گرد اگر دیکھ لگائے دل سے کہو تو نظر آگئے!

اور اس طرح حضرت بلالؓ کا پھر مدینہ منورہ کی مقدس گلیوں میں تھے۔ سورج طلوع ہوا تو مدینہ کے مسلمانوں میں حضرت بلالؓ کا پھر مدینہ کی گلیوں میں دیکھ کر خوشی و سرور کی ہر دوڑ لگی اور ہر طرف شور مچا کہ بلالؓ آگیا۔ نبی کا دیوانہ آگیا اور شیعہ محمدی کا پروردگار آگیا!

اور پھر رتبہ اور جہاں کی طرف سے لئے گئے۔ اسی امتحان کو بھی دیکھا جو اس فراسے رسولؐ، بلکہ گوشہ بہرل اور نور نگاہ علیؑ سے! میدان کو تلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا گیا!

یہ امتحان اپنی نوعیت میں بڑا ہی سخت اور اٹکھا تھا۔ اسلئے کہ اس میں اکیلے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہ تھے بلکہ اس مقدس قافلے میں پردہ دار بیبیاں بھی تھیں۔ معصوم بچے بھی!۔

ان میں عون و محمد کی جان نثاری بھی تھی اور حضرت تاحم جو ان دنوں کا سہرا بھی اور اس امتحان میں حضرت علیؑ کی لاش کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت علیؑ اصغرؑ کا خون معصوم بھی۔ اور اس میں بیمار زمین العابدینؑ کی بیڑوں کی بھاری بیڑیاں بھی تھیں اور حضرت زینبؓ و شہر بانوؓ کے جلے ہوئے جسم بھی تھے۔

اور سب بڑھکریہ کہ اس میں نازش دین خدا۔ راکب دوش مصطفیٰ! بلکہ گوشت حضرت زہراؓ اور نور نظر علی المرتضیٰؑ! حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بونہر میں بھی شامل تھیں جن کے چھوڑے ہوئے نشانات آج بھی اور قیامت تک کینے ثابت اسلامہ کو ایثار و قربانی۔ صبر و استقلال اور شوق شہادت کے خدائے کی دعوت دیتے رہیں گے۔

گروہ رے میرے آقا حسین۔ تیرے صبر و رضا کے قربان۔ تیری ہمت و جرات پر نثار اور تیری سخاوت و شجاعت اور شہادت کے صدمے!

کہ تو نے اپنی آنکھوں سے عون و محمد کی لاشوں کو پا لیا ہوئے دیکھا۔ حضرت تاحم کے سرے کو لئے دیکھا۔ اکبر کی لاش پر گھوڑے دوڑتے دیکھے۔ حضرت عباسؑ کے بازوؤں کو کٹتے دیکھا اور معصوم اصغر کے حلقہ میں تیر ترازو ہوتے دیکھا۔ لیکن تیرے صبر و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا!۔

اور یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی تو نے دامن تسلیم رضا کو نہ چھوڑا۔

پشیمانی آدم کو دعا سے کھیلنے دیکھا

مسیح و زکریا کو بر بلا سے کھیلنے دیکھا

صعہ کو نبی کی ہر بلا سے کھیلنے دیکھا

اور محمدؐ کے نواسوں کو قضا کھیلنے دیکھا

اس موضوع پر بھی ایک مستقل کتاب "خاک کر بلا" کے نام سے لکھی جا چکی۔

جو جلد ہی قارئین تک پہنچ چکی ہوگی

۶ ستمبر ۱۹۹۵ء کو بھی اللہ تعالیٰ نے پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں



## شہادت

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن  
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اللہ کی راہ میں جان دینی۔ اسلام کے راستے میں قربان ہونا اور دین کیلئے شہادت پائی عشق کی آخری منزل ہے! اور اس منزل پر وہی مسلمان گامزن ہوتا ہے جس کے دل میں اسلام کی گچی ترپ۔ دین کا حقیقی درجہ۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ملک و ملت سے پیار ہوتا ہے! اور شہادت کا درجہ پاسکتا ہے۔ قربان ہونے کا رتبہ اور جان دینے کا اعزاز مسلمانوں کے لئے بڑا ہی اہم اور بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو جانے کا اعزاز ہے! اور یہ اعزاز دنیا میں کسی اور مذہب میں نہیں ہے! اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیروکار کا اس اعزاز پر فائز ہونا تو درکنار شہادت اور شہید کا لفظ ہی کسی دوسرے مذہب کی کتابوں میں موجود نہیں ہے۔

میدان جنگ میں قتل ہونے والے دنیا کے تمام مذاہب کی نظروں میں مرتے ہیں۔ مٹ جاتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔

مگر اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کے نزدیک میدان جہاد میں قتل ہونے والے مسلمان حیاتِ ابدی پا جاتے ہیں اور انکو دئی لقاء ہے

کا امتحان لیا! جبکہ بھارتی سامراج نے اپنی پوری قوت و طاقت سے پاکستان کی سرزمین مقدس پر حملہ کر دیا اور یہ حملہ صرف پاکستان پر ہی نہیں تھا بلکہ تمام ہی مسلمان ملکوں پر تھا اور یہ امتحان صرف پاکستان کے دکنس کو و مسلمانوں کا ہی نہیں تھا! بلکہ دنیا کے ۵۷ کروڑ مسلمان کا امتحان تھا!

اور اللہ کا ہزار ہزار نیکو ہے کہ اسی کے فضل و کرم سے ہی پاکستان کے مسلمانوں نے اپنی پوری ہمت و جرات اور صبر و استقلال کے ساتھ یہ امتحان دیا ہے اور اپنی جان بازی۔ سرخ رشتی اور جان شادی کے جذبے کے ساتھ دشمن کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا کر امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

اور پھر تمام اسلامی ملکوں نے پاکستان کی جس خلوص کے ساتھ مدد کی ہے اور وہ جس اسلامی جذبے سے میدان میں اتر آئے ہیں۔ اس نے دنیا کے کفر پر یہ واضح کر دیا ہے کہ اسے

ایک ہون مسلم عزم کی پاسبانی کے لئے  
نیل کے ساحل سے لیکر تاجنیاک کا شعر

اور جہاں پاکستان کا بچہ بچہ اس امتحان میں مبتلا تھا۔ وہاں ہمارے، صنعت کار، کارخانہ دار۔ اور دوکاندار بھی تھے! ان کا امتحان یہ تھا کہ ملک کے نازک حالات کے پیش نظر ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں، ضروریات زندگی کی اشیاء کی قیمتیں نہ بڑھائیں۔ سو وہ بھی اس امتحان میں پوری طرح کامیاب رہے حالانکہ دورانِ جنگ ایسا ہونا لازمی امر ہوتا ہے۔ مگر آخر میں ہے! انہوں نے اپنے ایشیاء کی وجہ سے عوام کو جنگ کے لازمی اثرات ان کو محسوس نہ ہونے دیئے، حالانکہ دوسری طرف ہندوستان کے عوام روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترس رہے ہیں اور ان کو بازار سے زندگی کی ضروریات میسر نہیں۔



کا شریکیت حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں! ایسے قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کے مقامات و درجات کو پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کر دیا ہے تاکہ مسلمان حیات و ممات - فنا و بقا اور وجود و عدم کے فلسفے کو اسلامی نقطہ نظر اور دین و مذہب کی تشریحات میں مدخل کمزور نہ رہے۔ نبوت اور رسالت اور ملک و ملت کی آبرو کی پامالی کر سکیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ میدان جہاد میں لڑنے کا مقصد ملک گیری کی چیزیں مال و غنیمت کی تمنا اور قتل و غارت گری کی دہلیز نہ آرزو نہیں ہے بلکہ شہادت کا رتبہ پا کر اس بلند مقام اور پاکیزہ اعزاز کو حاصل کرنا ہے جس کا اعلان خداوند تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک نے فرمایا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

پارہ ۲ - سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ هُمْ أَحْيَاءٌ قَدْ كُنَّا لَآتِ شَعْرُهُمْ وَجْهًا

کہ ایمان والو جو اللہ کی راہ میں مارا جائے تم اسے مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں ہے ۔

پھر فرمایا ہے :-

پارہ ۴ - سورۃ آل عمران آیت ۱۵۴

وَلَا تَقْسِبُوكَ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ هُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْفَعُونَ فَمِنْهُمْ شَرِيفٌ قَدْ فُضِّلَ

اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم ان پر مردہ ہونے کا لگائیں

۴۵

”بلکہ بھی نہ کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی دیجاتی ہے اور شہادت پانے کے سبب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ ان کو عطا کیا ہے۔ وہ اس سے خوش ہیں۔“ اور آگے فرمایا ہے :-

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

کہ ان کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ ہی کوئی غمزن و غلام ہے

ترجمہ المجاہد جلد اول صفحہ ۱۹۵

کہ۔ ان کو تاجدار کرین و مہمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے گئی تو اس ملک کے بادشاہ نے ان کو پکڑ لیا اور اسلام چھوڑ کر ان کو اپنے دین میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ لیکن ان مسلمانوں نے اسلام نہ چھوڑا، تو اس ظالم کا غر بادشاہ نے ایک مسلمان کو بکو شہید کر دیا۔ اور پھر اس ایک مسلمان کو مال و دولت کا لالچ دے کر اسلام چھوڑ دینے پر مجبور کیا۔

مگر اس مسلمان کی طرف سے ہمیشہ جواب انکار کی صورت میں دیا گیا۔ اور پھر اس ظالم بادشاہ نے اس مسلمان کو ایک انتہائی حسین و جمیل لڑکھان لڑکی کے ساتھ ایک مکان میں بند کر دیا اور اس ماہ و شش کو بھی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس مسلمان کو اپنی طرف مائل کرنے کی ہر کوشش کرے تاکہ یہ مسلمان اس عورت کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اس پری چہرہ کے لئے اپنے مذہب اسلام سے دست بردار ہو جائے۔

مگر وہ بادشاہ نہیں جانتا تھا کہ حسن و انوار کا نظارہ کرنے والے ذیل کے عارضی من کو نہیں دیکھا کرتے۔ اور اس مقتید و مجبور مسلمان نے بھلے عورت کی طرف دیکھنے کے

قرآن پاک کی سورہ فسطح کی تلاوت کرنی شروع کر دی اور جب اس مقام پہنچا  
 "محمد رسول اللہ" تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا نام

سن کر ————— جَعَلَتْ الْجَارِیَّةُ مَرْوَةً خَالِقُونَ رُوئے لگی! —————  
 وَاعْتَلَمَتْ ————— اور مسلمان ہو گئی! —————

اور مسلمان قیدی سے کہنے لگی اب یہاں سے فوراً نکل پھریں تاکہ میں بھی حضرت  
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منکھ سکوں ————— اور اب تم پر بھی یہ فرض ہو گیا ہے  
 کہ مسلمان خالقوں کی حفاظت کرو! —————

دروازے بند تھے اور تالے لگے ہوئے تھے۔ مگر جو بھی انہوں نے دروازے  
 کی طرف قدم بڑھایا تو تالے ٹوٹ گئے اور دروازے کھل گئے اور دونوں نکل کھڑے ہوئے  
 جب وہ کافی دور نکل گئے اور صبح نمودار ہو گئی۔ انہوں نے پیچھے گھوڑوں کے  
 ٹاپوں کی آواز سنی۔ یہ دونوں بھڑکے اور وہ گھبرائے ہوئے اسی خیال میں غرق  
 کہ دشمن آپہنچا ہے اور وہ پھیل رہے ہیں۔

جب وہ گھوڑے ان کے قریب آئے تو مسلمان نے دیکھا کہ یہ تو ان کے  
 شہید بھائیوں کے ساتھی ہیں جن کو بادشاہ نے اس مسلمان کے سامنے شہید کر دیا تھا۔

كَادَ اَهُمُّ اَصْحَابُهُ الَّذِیْنَ قَتَلُوْا فَتَوَلَّوْا عَنْهُمْ مُّصَافِكًا  
 الشُّكُّ كَ اُجھ

اور انہوں نے کہا کہ تیرے ساتھی ہیں ہم شہید ہونے والے  
 اور یہ واقعہ ان کے شہید ہونے کے چالیس روز بعد ہوا۔ انہوں نے ان کو  
 بھی ایک گھوڑا دیدیا۔ کیونکہ انہوں نے سوچا ہوگا کہ اب یہ تو واپس جا رہے ہیں  
 کیوں ناں ہم بھی ان کے ساتھ اکٹھے چلیں۔

قرآن پاک کے واضح ارشادات اور اس ایمان افروز حکایت کے بعد شہیدوں کے زندہ  
 ہونے اور اپنی قبروں میں رزق پانے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اسلام کے مقام کو بیان کرتے ہوئے  
 فرمایا اختلف الفاطمہ کے ساتھ زہری شریف جلد اول ص ۲۰ مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۲ ابن  
 ماجہ شریف ص ۲۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔  
 الشَّهِيدُ لَا يَجِدُ اَلْمَافِقَ اِلَّا كَاَيِّجِدُ اَحَدًا كُمْ اَلْمَافِقُ ص ۲۰

کہ میدانِ جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو کافر کی تلوار یا کسی اور قسم  
 کے آلاتِ حرب کا موت اتنا دردناک ہے جتنا کہ کسی بڑے پر چڑی بھرنے سے۔

نبی کریم علیہ السلام کی اس حدیث پاک پر غور کرو کہ جہاد کے علاوہ اگر کوئی اور  
 قسم کی لڑائی ہو تو دشمن کے آلاتِ حرب و حرب کی تکلیف ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی درد  
 یہ مردِ مومن کی کرامت ہو یا مصطفیٰ کا اعجاز۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے۔ اور روشن  
 حقیقت کی وضاحت کے لئے قرآن پاک کی اس آیت پاک پر غور کیا جائے۔

توفیر ان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یوسف علیہ السلام  
 کے حسن و جمال کو جب مصر کی عورتوں نے دیکھا تو قرآن کریم کہتا ہے۔  
 وَفَقَّحْنَ اَیْنَہُنَّ وَقُلْنَ خَافَنَّہُ فَاَنْفَضْنَ بَصَرَهُنَّ  
 هَذَا اَلَا مَلَاکَ کسیر بیجا۔

کہے "انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں پاک ہے  
 اللہ کی یہ بشر نہیں ہے بلکہ کوئی کرم فرشتہ ہے۔"

قرآن پاک کی آیت میں جلوہ حسنِ یوسفؑ دیکھ کر مصر کی عورتوں کا ہاتھ کاٹ

لیٹنا تو ثابت ہے لیکن اس کی طرف ذرہ سا اشارہ بھی نہیں ہے۔

کہ انہوں نے کوئی درد محسوس کیا ہو، بلکہ جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ کٹے، اسی کی تعریف کر رہی ہیں کہ یہ بشر نہیں ہے۔ بلکہ فرشتہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کو ہاتھ کٹنے کا درد اور کوئی تکلیف کیوں نہ ہوئی تو صرف اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال ان کے سامنے تھا۔

اور وہ ان جلوؤں میں اس قدر محو ہو گئیں تھیں کہ ان کو اپنے ہاتھ کٹ جانے کا علم تک نہیں ہوا۔

تو میدانِ جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو بھی کافر کے آلاتِ حرب ضرب کا درد اس لئے نہیں ہوتا کہ حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے نبی کے نورانی جلوؤں میں اتنے گم ہو جاتے ہیں کہ ان کو کافر کی تلواروں، توپوں اور زمروں کا احساس تک نہیں ہوتا۔

ہمارے روزے پر فقیر آجائے تو ہم ہر سیدھی شکل سے دیتے ہیں لیکن نبی کے حکم پر اپنی جانیں قربان کر دینا دیدارِ مصطفیٰ کے لئے نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ اور پھر جبکہ ہمارے پاکستان میں ہر محاذ پر اپنی امت کے غم خوار اور اپنے غلاموں کے مددگار شہنشاہِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھگت اپنے یاروں کے شریعت لانا دیکھا گیا ہے۔

اور پھر اس زندہ حقیقت کے لئے ہسپتالوں میں آنے والے زخمی مجاہدین اسلام کو دیکھا جاسکتا ہے اور دیکھنے والے ہجاب کرام جن میں انجارجین ٹاوی پیش میں بہتے ہیں!

کہ میں خود ہسپتالوں میں جا کر زخمیوں کو دیکھا جو دردناک حالت میں ہونے کے

بازو بھی درد محسوس نہیں کرتے تھے۔ اور ان کے جسموں پر سینکڑوں زخم تھے۔

اور ان کی ایک ایک نرس مجروح ہو چکی تھی لیکن پھر بھی کسی قسم کے درد و کرب کی بجائے ان کے چہرے دیک رہے تھے اور لبوں پر لافانی مسکراہٹ اور صبر و سکون کے ساتھ اپنے بستروں پر لیٹے جلد اچھا ہو کر میدانِ جنگ میں جانے کے لئے بیتاب تھے۔ اور پھر ایران کی زمروں کے ان بیانون کو بھی بچھا جائے جو انہوں اپنے وطن لوٹتے وقت دیے ہیں تو وہ کسی دالے آقا علیہ السلام کی پاک زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو ایک لازوال حقیقت بنا دیتے ہیں۔

روزنامہ مشرق لاہور۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۵ء

”خاتمِ درخشندہ کہتی ہیں۔۔۔ کہ میں نے دیکھا کہ زخمی مجاہدین راتوں کو درد سے کہنے کی بجائے یا علی کے نعرے لگاتے تھے اور مجھ میں رشک کا مادہ پیدا ہو جاتا تھا اور میں چاہتی تھی کہ کس طرح محاذِ جنگ پر جا کر ان کی جرأت و شجاعت کے کارنامے اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ اور میں تہران کے ہوائی اڈے پر اترتے ہی ہر شخص سے کہوں گی کہ میں مبارک بلاد و کیونکہ یہاں غازیوں کے عظیم ملک سے آئی ہیں۔“

خاتمِ فروغ اقبال فنی۔۔۔ کہتی ہیں کہ جس حالت میں مجاہدین کو ملے ہسپتالوں میں لایا جاتا وہ واقعی قابلِ رحم ہوتی تھی لیکن ہم سب اس بات پر حیران تھے کہ کوئی زخمی بھی زبان سے اُن تک نہیں کرتا تھا۔ اور ہر مجاہد کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ وہ جلد از جلد ٹھیک ہو اور میدانِ جنگ میں دوبارہ جاکر دشمن سے ٹکرائے۔ خاتمِ رسولِ نژادہ۔۔۔ نے کہا کہ ایک مجاہد کو ہسپتال لایا گیا تو اس کی

حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے!

مجھے روتے دیکھ کر مجاہد غصے میں پھیر گیا۔ اور اس نے کہا کہ میرے زخمی ہو کر



کسی کو روکنے کا کوئی حق نہیں ہے !

اس لئے کہ میں نے یہ قربانی اپنے ملک کی خاطر دی ہے اور غازی ہو گیا ہوں اور غازی بننا ہی میری تسبیح ہے اور فتح پر آنسو بہانا بہت بڑی بات ہے۔  
ان حقائق کے پیش نظر کسی مسلمان کو یہ تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے کہ فرمانِ مصطفیٰ علیہ السلام کے مطابق میدانِ جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو کافر کے آلاتِ حرب کا درود نہیں۔ اس لئے کہ اپنی امت کا غم خوار نہ رہی میدانِ جہاد میں مجاہدوں کے ہمدردوں پر خود اپنی رحمت کا سایہ پڑے ہو جاتا ہے۔

ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۹

حضرت معدی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شہید ہونے والے کے لئے پھر فضائل و فضائل ایسے ہیں کہ کسی دوسرے کی مثال نہیں ملتی ہے۔

يُكَفَّرُ لَهُ فِي أَقْرَبِ دَفْعَةٍ وَيُسَوِّي مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ  
وَيُجْبَرُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْقُرْصَةِ وَالْكَبْسِ  
وَيُصَحِّحُ لَهُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ أَلْيَا قُوَّةً حَيَّةً وَمِنْ  
السَّكَنَةِ وَمَا فِيهَا مِنْ قُرْبِ الثَّلَاثِينَ وَسَبْعِينَ مِنَ الْخَوَارِجِ  
وَيُشَفِّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ

کہ ”شہید کو پہلی ضرب یا خون کے پیدے قطرے ہی کے گرنے پر بخش دیا جاتا ہے اور اسکو جنت میں رہنے کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے سر پر دنیا کی ہر چیز سے بھرا ایک یا قوت کا تاج شہید کے سر پر رکھا جاتا ہے اور جنت کی بہتر خوریں اس کے نکاح میں دی جائیں گی۔ اور شہید قیامت کے دن اپنے خاندان کے گنہگاروں کی شفاعت بھی کرتے گا۔ جو قبول ہوگی۔“

اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ  
لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَمَوَّأُ بَيْنَ فُرَجِ  
السُّنْبِيَّةِ إِلَّا لَمْ يَشْهَدْ

کہ ”جنت والوں میں سے واپس دنیا میں آنے کو شہید کے سوا کوئی بھی پسند نہیں کرے گا۔“  
یہ اس لئے کہ شہید خدا تعالیٰ سے کہیں گے کہ ہمارے رب تیرے فضل و کرم سے یہاں پر ہر قسم کی نعمتیں بیکسر ہیں، لیکن وہ لذت جو تیری راہ میں شہید ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے، وہ یہاں میں مشیر نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں دنیا میں واپس نہ جھجھک دے تاکہ ہم وہ لذت دوبارہ ایک بار پھر بکھڑکیں۔ ایک بار نہیں، دس بار۔“

(ترمذی شریف)





## اللہ کے شیر

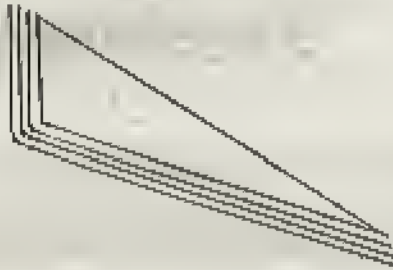
آئینِ جواں مرداں حق گوئی سے بالک  
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باھی

پچھترمبہ ۹۵ء کی رات پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ایک امتحانِ دُعاؤں کی رات تھی۔ جبکہ مسلمان اس دُعا اور ہندوستان کے مضبوط سورجے چڑیاں کی فتح کی خوشی اپنے پہلوؤں میں لئے اور حسری عوام اس وحشت و بربریت کے تصور سے بے خبر جواں پیرائے والی تھی، آرام سے سو رہے تھے کہ بھارتی سامراج کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اپنا ناک و حشیانہ حملہ کر کے ہم پر جنگ مسلط کر دی، جو کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے جہاد تھا۔

مکار و عیار دشمن لاہور کو چند گھنٹوں اور پورے پاکستان کو صرف ۲۷ گھنٹوں میں فتح کر لینے کے ناپاک ارادے سے حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن بہادر مسلح افواج اور حوصلہ مند پاکستانی عوام نے جس عزم و استقلال اور محنت و جرات سے اس جبرور پر حملے کا مقابلہ کر کے ہندوستان کے تمام ناپاک منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

اور ملک و ملت کی آزادی و وقار اور دین اسلام کی عظمت و حرمت کو قائم رکھا ہے

اور آئندہ آئندہ والی نسلیں بھی اسکو فراموش نہ کر سکیں گی اور تاریخ کے صفحات پر یہ باب سنہری حروف سے لکھا جائے گا: اور ہماری بری، بھری اور فضائی افواج کے جہاز غازیوں، سرخوش مجاہدوں اور اللہ کے شیروں کے جنگی کارنامے رہتی دنیا تک زبانِ ترغاک رہیں گے جنہوں نے سرکاف اور کفن پوش ہو کر کفر کے مائے ڈٹ کر، انتہائی بے شرمائی کے باوجود یہ عہد پر دشمن کو ذلت آئین شکست اور عزت ناک سزا دی ہے۔



## اسد اللہ الغالب

علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آئین جہاں مرداں حق گوئی و سبے باکی  
اللہ کے شیریں کو آتی نہیں رو باہی

فاتحِ خیبر - قاتلِ مہرب اور اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام جہاں علم  
حکمت کے دروازہ اور حق و ہدایت کے سرچشمہ اور فقر و درویشی کے منہج و مرکز تھے۔ وہاں  
شجاعت و بہادری کے کوہِ گراں اور جرات و قوت کی چٹان تھے۔  
بہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کی ابتدائی زندگی سے لے کر اپنی زندگی کے آخری  
ایام تک کفر کی ہر جنگ - حق و باطل کے ہر معرکہ - اور - نیکی و بدی کی  
ہر لڑائی اور جہاد اسلام کے ہر میدان میں ان کی فدائیاں چیدی کھڑی باطل کی گردنیں  
کاٹی ہوئی نظر آتی ہے۔

بخاری شریف - جلد ۱ ص ۵۲۵، مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۹۹

ترمذی شریف - جلد ۲ ص ۲۱۳، مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۳

احادیث نبوی کے علاوہ کسیرت و میلاوہ النبئی صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد کتابوں میں

جنگِ خیبر کی لڑائی اور اسلام و کفر کے اس معرکہ کا ذکر پوری شرح و بسط سے کیا گیا ہے  
اسلام کا شکر کنی صحابہ کرام کی قیادت میں خیبر پر حملہ آور ہوا لیکن کوئی بھی فتح  
سے ہمکنار نہ ہو سکا!

آخر ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے نکلا -  
لَا تُعْطِيَنَّ هَذِهِ السَّيَافَةَ غَدًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ يَدِي  
کہ کل میں اسلام کا جھنڈا اسے عطا کروں گا۔ جس کے ہاتھوں پر اللہ اسلام  
کو فتح عطا کرے گا!

بے ادب و گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے  
اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا - مگر غیب دان نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ  
کل - فتح ہوگی!

اور - وہ مردِ مومن ایسا ہوگا - کہ وہ اللہ اور اس کے رسول  
سے محبت کرنے والا ہوگا -

اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے!  
زبانِ نبوت سے فتح کی بشارت سن کر ہر صحابی رسول کی تمنا ہے کہ جھنڈا مجھے

عطا ہو۔  
ایکے - ارشاد ہوا -

آئینِ حبیبِ ابنِ ابی طالب؟  
کہ علی - کہاں ہے؟

جواب ملا - آنکھیں دکھتی ہیں!  
حکم ہوا - انہیں ملائیں!

علی علیہ السلام ————— حاضر ہوئے !

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ————— آنکھوں پر لعابِ دہن لگایا۔

حضرت علی علیہ السلام کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں ! —————

پھر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا جھنڈا عطا فرمایا۔ اور اپنی  
قدیر انہیں پہنائی اور اپنے دستِ مبارک سے خود انفقارِ حیدری عطا کی۔

بس ————— پھر اللہ کا شیرِ اسلام کے جان نثار مجاہدوں کا لشکر سے کر  
خیبر کی طرف روانہ ہوا۔ —————

دل میں عشقِ رسول ————— نگاہوں میں حسنِ محبوب کے جلو سے اور ہاتھوں  
میں اسلام کا پرچم ! —————

خیبر کی سرزمین پر جب اسلام کا جھنڈا اُبلایا ————— تو قلعہ قلموس کے  
حفاظتی دستہ نے حیرت و تعجب کی نظروں سے اسلامی پرچم کو دیکھا۔ —————

اللہ کے شیرِ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے پہلے خیبر والوں کو دعوتِ اسلام  
دی لیکن وہ اس پاکیزہ و نفیس دعوت کو قبول کرنے کی بجائے میدانِ کارزار میں اُتر آئے۔

خیبر کے قلعہ قلموس کے دو ہی محافظ تھے ————— حادثہ اور مرتجب جو حفاظتی  
دستہ کے سربراہ تھے۔ —————

پہلے حادثہ تین من ذری نیز سے کر دہشتی درندوں کی طرح دھاڑتا ہوا اور  
دو دھاری تلوار تھام کر میدان میں اُترا۔ —————

اور اس نے آگے ہی کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا ! —————

اور پھر ————— اللہ کے شیر اپنی سواری و لدلی کو ہوا میں اڑاتے ہوئے عمارت  
یہودی پہلوان کے سر پر آ پہنچے اور شیرِ حیدری چمکی اور تڑپ کر حادثہ کے سرپرستی

اور اس کا کیچہ چاٹتی ہوئی اسکو دو ٹکڑے کر گئی ! —————

بداویح النبوت اردو۔ جلد ۲۔ ص ۳۱۳۔

اپنے بھائی کا یہ حشر دیکھ اس کا انتقام لینے کے لیے مرحب پہلوان جو اس  
وقت یہودیوں میں سب سے بہادر و شجاع اور آزمودہ کار جنگ ہوا اور مرحب طاقتور  
اور کفر کو نیا کا سب سے بڑا پہلوان تھا، دو زہر پہن کر ایک من ذری خود اور ہاتھوں  
میں کئی من ذری گرز لے ہوئے میدانِ جنگ میں نکلا۔ —————

اور یہ رحزن پڑھتا ہوا۔ اُچھلنا اور کودنا ہوا۔ اللہ کے شیر سے مقابلہ  
کرنے کے لیے سامنے آیا۔ —————

قَدْ حَلَمْتُ خَيْبُو اِنِّي مَرْحَبٌ  
وَسَاكِي السَّلَامِ يَطْلُ خَيْبُو

کہ آج خیبر کی زمینِ جان لے کر میں مرحب ہوں اور میں سامانِ جنگ  
کے بغیر بھی جنگ کر سکتا ہوں ! —————

اللہ کے شیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کرم نے یہ رحزن پڑھا اور ایک تندر  
تیز طوفان کی طرح معرکہ حق و باطل میں کود پڑے ! —————

اَنَا الَّذِي سَمِعْتُ اِيْحَى حَيْدَرًا

هَذَا عَامٌ - اَجَامٌ وَلَيْتَ قَسْوَرًا

کو۔ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا ہوا  
ہے۔ اور۔ میں ضرغام۔ اجم اور قسورہ ہوں۔ یہ تینوں الفاظ  
شیر کے ہی ہم معنی ہیں۔ —————

بس پھر دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ ایک اسلام کو شائے ساز و دھار اس کر

کہ — یہ کام میرے بدنِ جہانی کی قوت نے ہرگز نہیں کیا — بلکہ اللہ  
کریم کی عطا کردہ روحانی قوت نے کیا ہے! —

مدارج النبوت اردو ص ۳۱۹ حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں  
کہ بعد جب اللہ کے شیر واپس دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو — نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنی آغوش پاک میں لے لیا۔ پیشانی  
پر بوسہ دیا اور فرمایا! —

قَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَضِيَ عَنْكَ — کہ

بیشک ان سے راضی ہوا اللہ، اور میں بھی تجھ سے راضی ہوا!  
تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ — علامہ جمال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ —  
ریاض النضر جلد ۲ ص ۲۴۷ — ابی جعفر محمد الشہید المحب البطری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں —

أَنَّ عَلِيًّا حَمَلَ الْبَابَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَبَعْدَ ذَلِكَ لَمَّا  
يُحْتَمِلُهُ أَنْ يُعَوِّثَ رَجُلًا — کہ

اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام نے خیبر کے قلعہ قلموس کے  
جس دروازہ کو اٹھایا تھا — بعد میں اسی دروازہ کو چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے!

سلامت اقبال مرحوم —

تیری خاک میں ہے شر اگر تو خیال فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیب پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

جسلی اُحد کے دامن میں اسلام و کفر کی جنگ اور حق و باطل کی لڑائی جو  
انام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں لڑی گئی اس میں اللہ کے  
شیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس قوت علی کا مظاہرہ کیا اور جس جرأت

سے اپنی ذوالفقارِ حیدری کی کاٹ مکڑ مکرتہ کے بہادروں کو دکھائی وہ اسلام  
کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے! —

یہی وہ جنگ ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک  
شہید ہوئے —

اور یہی وہ لڑائی ہے جس میں خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا  
نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھویا اور اللہ کے شیرِ کرم اللہ وجہہ  
پانی ڈال دیا ہے۔ اور پھر خاتونِ جنت نے اپنی چادر بھاری زخموں پر باندھی اور  
اسے جلا کر اس کی راکھ کو زخموں میں بھر دیا اور والی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم  
کے مقدس خون پر ڈالی —

اور — یہ حق و باطل کا وہی معرکہ ہے جس میں حضرت جبریل و میکائیل  
بھی لڑتے ہوئے دیکھے گئے اور جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے  
شہید ہوئے! —

جیسا کہ بخاری شریف جلد دوم ص ۵۸۲ باب قتلِ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
اور مسلم شریف جلد دوم ص ۱۶۱ — حمزہ اُحد! —

فَكَانَتْ فَاحِشَةً بَنَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
تَغْسِلُهُ وَعَلَى يَسْكَبُ الْمَاءُ — بِأُحُدٍ  
فَلَمَّا رَأَتْ فَاحِشَةً أَنَّ الْمَاءَ — لَا يُبَيِّدُ الدَّمَ الْكَثِيرَ  
أَخَذَتْ قِطْعَةً مِّنْ حَصِيرٍ — (دو پیر)  
فَأَحْرَقَتْهَا

وَكُسِّرَتْ رِجْلَيْهَا يَوْمَئِذٍ وَخُجِرَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتْ



الْبَيْضَةِ مَسْرُوكًا وَمَا بَيْنَهُمَا وَلَا يَجْعَلُهَا سِوَا خُودٍ — بھی ٹوٹ گیا !

دنمان مبارک شہید ہو گئے اور چہرہ انور بھی زخمی ہو گیا !  
حالانکہ میدان جنگ میں ہاں تھادوں اور سرلوہ جہادوں کے علاوہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے دائیں بائیں حضرت جبریل و حضرت میکائیل علیہم السلام بھی لڑ رہے تھے !

جیسا کہ — صحیح مسلم شریف جلد دوم ص ۲۵۲ — عَنْ سَعْدِ بْنِ دَخَاةٍ قَالَ رَأَيْتُ عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَنَ شِمَالُهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَجَلَّيْنِ عَلَيْهِمَا نِيَابٌ بَيَاضٌ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلَ وَلَا بَعْدَ —

یعنی جبریل و میکائیل علیہم السلام حضرت سعد بن دحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے کہ جنگ اُحد کے دن میں نے دو آدمیوں کو پوری جوانمردی سے اور بہت ہی سختی سے لڑتے ہوئے دیکھا وہ سفید رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھے اور میں نے انہیں نہ ہی پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں —

اور وہ دونوں کون تھے ؟ —

حضرت جبریل اور میکائیل علیہم السلام ! —

اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں —

جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۳ میں، بخاری شریف اور مسلم شریف کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے — کہ —

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ — أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَيْلَةَ أُحُدٍ فَقَالَ هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ — ص ۵ —

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ اُحد پہاڑ ظاہر ہوا تو فرمایا —

کہ یہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں !

اور — یہ جنگ اسی اُحد پہاڑ کے دامن میں لڑی جاری تھی —

سوال — جب میدان اُحد میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سات ہو

کے قریب جاننا زور فروش، بہادر مجاہد بھی موجود ہوں اور اُحد پہاڑ — نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم سے محبت بھی کرتا ہو — اور حضرت جبریل و میکائیل علیہم السلام بذات

خود انسانی روپ و لباس میں مجاہدین اسلام کے ساتھ شانہ بشانہ لڑیں تو مسلمانوں

کو پہلے شکست کیوں ہوئی ؟ —

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا جہرہ انور زخمی کیوں ہوا ؟ —

اور آپ کے دندان مبارک شہید کیوں ہوئے ؟ —

جواب : — سید صاحبزادہ سید افتخار الحسن ! —

۱۱۔ کہ — جب جنگ اُحد کی تیاری کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام

کی ایک مجلس مشاورت میں فیصلہ کیا تھا کہ جنگ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر لڑی جائے

تو اچھا ہے ! —

مگر گرم خون واسے نوجوانوں نے اپنی بہادری، شجاعت اور جوانمردی پر ناز

کرتے ہوئے کہا کہ — نہیں ! —

جنگ مدینہ سے باہر کھلے میدان میں لڑی جائے گی ! —

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش پیش تھے ! —

۱۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالہ بن جبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

تیرا نازوں کا ایک دستہ دے کر فرمایا تھا کہ اُحد پہاڑ میں جو رہتا ہے اس کی حفاظت

ہر صورت میں کرنی ہے اس کو کسی صورت میں بھی خالی نہیں چھوڑنا خواہ صورت حال کیسی بھی پیدا ہو جائے تاکہ دشمن اس راستے پر قابض نہ ہو سکے۔ اور اگر کسی بھی وقت اس طرف سے تلاؤہ ہونے کی کوشش کرے تو یہ تیر انداز دشمن کو روکے رکھیں۔

مگر وہ بھی ایسا نہ کر سکے اور فتح کے بعد مال غنیمت لاسٹنے کے لئے درہ کی حفاظت چھوڑ کر نیچے میدان میں اتر آئے۔

ابن کے دل سے یہ خیال محو ہو گیا کہ ان تیر اندازوں کو درہ کی حفاظت کے لئے کتنی سخت محصور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کہ صورت حال کیسی بھی ہو تم یہ درہ ہرگز خالی چھوڑنا۔

اور پھر نگاہ موت جو کچھ آئندہ ہونے والا تھا اسے بھی دیکھ رہی تھی اور محصور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خطرہ نظر آ رہا تھا وہی بہر حال ہو کر رہا۔

اور ہر دشمن بھی ناگ میں تھا۔ جبکہ وہ تقریباً شکست کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جیسے ہی اس درے کو خالی پایا اور مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔

تو خالد بن ولید نے بھاگتے ہوئے پلٹ کر اسی درہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور فتح کو شکست میں بدل دیا۔

تو مسلمانوں کو بطور انتباہ بتایا گیا کہ میرے محبوب علیہ السلام کا ہر فیصلہ برافیدہ ہوتا ہے اور ان کا ہر حکم میری رضا پر مبنی ہوتا ہے۔

اور تم نے میرے رسول علیہ السلام کے دونوں فیصلوں سے روگردانی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہاری فتح شکست میں تبدیل ہو گئی اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے آقاؐ نے دو جہاں کا چہرہ انداز بھی زخمی ہوا۔

خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے رنجِ امتدّٰی پر مسلمانوں کی ان کمزوریوں اور

اور کمزوریوں کے انفسوسناک آثار نمایاں ہوئے اور آپ کے قلبِ اطہر پر گراں گزرا تو فوراً اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غم کو مٹانے اور ملال کو دور کرنے کے لئے فرمایا۔

وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ

اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ انہیں بخش دیا ہے اور ان کی لغزش کے ورق پر طہمت و کرم کا قلم پھیر دیا ہے!

قاری بن کرام!

بات دور نکل گئی ہے۔ معاف رکھنا!۔ ذکر تو اسد اللہ الغالب۔ اللہ کے شیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہو رہا تھا اور بات جنگِ احد کے حالات تک جا پہنچی۔

دارِ تاریخ النبوت اردو ص ۲۳ تا ۲۵۔ میدانِ احد میں اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے، شیخ جلیل حق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”جنگِ احد میں شیر خدا نطلوہ بن طلحہ کے مقابلہ میں آئے جو شرک کفار کا

علیہ دار تھا اور مشرکین مکہ کی فوج کا سب سے زیادہ تجربہ کار اور آکڑہ جنگجو

سپاہی تھا۔ نطلوہ نے اپنی تلوار کو ہوا میں لہرا لیا اور یا جیل و عترتی کا نعرہ

لگاتا ہوا، اللہ کے شیر پر حملہ آور ہوا!

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے حملہ کو میں نعرہ بکیر بلند کرتے ہو اپنی شمشیر

جیدی پر روکا۔

پھر تلوار سے تلوار کرائی۔ اور۔

اللہ کے شیر نے یا اللہ و یا رسول اللہ کے فلک شکاف نعرہ سے اُحد پہاڑ کی گھاٹیوں کو لرزاکر رکھ دیا۔

اور پھر ذوالفقار حیدری اٹھی۔ چکی اور دشمن کے سر پر قہر خداوندی بن کر گری۔ نظام نے اپنی ڈھال پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کو روکنے کی بھڑک کر شمش کی مگر ذوالفقار حیدری ڈھال سے اچلتی ہوئی اس کے سر پر پڑی جو اس کا سر کا دل و دماغ جانتی ہوئی اس کے جسم کے دو ٹکڑے کرتی نکل گئی۔ اور پھر حبیب لشکر کفار کے ۵۰ جوانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خود فلک انداز میں جان لیوا طریقہ سے حملہ کیا۔ قور فرمایا!

علیؑ اس خوفناک گروہ کو روکا! ان کا ارادہ مجھے خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ اور پھر حضرت علیؑ یعنی اس اللہ الغالب، اللہ کے شیر نے چاروں طرف اپنی شمشیر بڑائی کو بھرا۔ ہانگ چسپائی۔ پڑ گئی اور فتنہ حرب کا کمال دکھایا اور شجاعت و جوان مردی کے ایسے جو ہر دکھائے کہ رحمتِ بد جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے انعام کے طور پر ارشاد فرمایا۔

إِنَّهُ بَعَثَ لَنَا رَسُولًا  
کہ میں علیؑ میں سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہے!

اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی۔  
وَأَنَا جُنْتُكُمْ

عرشِ الہی سے ایک آواز اٹھی جو آسمانوں کی فضاؤں کو چیرتی ہوئی میدانِ اُحد تک پہنچی۔

لَا تُحْشَى الْإِعْنَى - لَا سَيْفَ الْإِلَاحِ الْفُتَارِ

کہ۔ دنیا میں کوئی جوان۔ کوئی بہادر اور کوئی جاں نثار نہیں مگر سرِ علیؑ کے اور دنیا میں کوئی قرار نہیں، کوئی شمشیر نہیں اور کوئی تیغ نہیں مگر۔ ذوالفقار کے۔

یہ آواز سنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
علیؑ جانتے ہو۔ یہ کس کی آواز ہے؟  
عرض کیا۔ نہیں!

فرمایا۔ جنت کے دربان کی آواز تھی۔

ص ۲۱۲ - اللہ کے شیر نے فرمایا کہ اُحد کی جنگ میں لشکر کفار کے <sup>۱۳</sup>توڑ پھاڑنے نے مجھ پر ہزاروں تلواروں کے وار کئے۔

جن میں سے میں نے ۱۲ مہلک وار رد کئے اور چار میں گرفتار ہوا۔ لیکن ایک حسین و جمیل شخص میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھاتا رہا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا!  
علیؑ پہچانتے ہو۔ وہ کون تھا؟

عرض کیا۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس کی شکل و صورت دھیمہ کلہی سے ملتی جلتی ہے۔  
فرمایا۔ ہاں!

وہ جبریل علیہ السلام تھے جو دھیمہ کلہی کی صورت میں آئے تھے۔  
شجاعت و جوانمردی اور قوت و طاقت کا یہ عالم کہ عرب کے بڑے بڑے بہادر

کا جو حملہ علیؑ کا نام سن کر پشیمان ہو جاتا تھا۔

اور انسانیت و شرافت اور تحمل اور بردباری کا یہ کمال کہ کسی مد مقابل کا پردہ اگر میدانِ کارزار میں کھل جاتا تو اسے ہرگز قتل نہ کرتے!

یوں تو۔ زمانہ نبوی میں۔ اسلام دکنفر کی کوئی جنگ اور مشرک و توحید کی کوئی

نہ ایسی نہیں جس میں اللہ کے شہر علی علیہ السلام نے اپنا بہادری و شجاعت کے جوہر نہ دکھائے ہوں۔

یہاں تک کہ بدر کے معرکہ سے لے کر فتح مکہ تک ان کی ذوالفقار حیدری اور تیغ برآں کفار و مشرکین کی گردنیں کاٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

مگر — غزوہ خندق میں انہوں نے جس جواں مردی — شجاعت اور بہادری کا عظیم کارنامہ سر انجام دیا، اس پر زمین و آسمان کے فرشتے بھی تحسین و آفرین کے جھول قیامت تک برساتے رہیں گے! —

**کفر** — تین ہزار آزمودہ کار لڑاکے جو ان کے کرپوری، قوت اور طاقت کے ساتھ خندق کے میدان میں اسلام کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کیلئے آیا تھا اور اس لشکر میں کفر کی دنیا کا ایک مشہور شہسوار عمرو بن وہب بھی شامل تھا۔ جو کہ ایک لاکھ ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔

**حضرات محرم** ! —

یہی وہ جنگ ہے کہ جس میں لشکر کفار کے رعب و دبدبہ کو دیکھ کر مسلمانوں کے دل دہل گئے تھے۔

ادھر مسلمانوں کے دل خوت سے لرز رہے تھے اور ادھر ابن وڈو نے اپنے سبک رفتار گھوڑے کو ایڑ لگائی اور خندق کو پار کر کے لشکر اسلام کے عین سامنے آیا۔ اور آتے ہی لڑکارا۔

ہَلْی مِنْ مَبِائِرٍ! کہے کوئی مسلمان جو میرے مقابلہ کرے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو کے غرور و تکبر کو دیکھا تو لشکر اسلام کی طرف نگاہ دوڑائی۔ تمام دم بخود تھے! —

اس نے دوبارہ مبارزت کے لئے آواز دی!

کوئی ہے مسلمانوں میں سے جو میرے ساتھ مقابلہ کرے؟  
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مسلمانوں کی کیفیت کا اندازہ کیا۔

چاروں طرف خاموشی مسلط تھی اور سکوت طاری تھا۔  
عمرو نے تیسری بار پھر پکارا تو اللہ کا شیر بخوش میں اگیا۔  
اٹھا۔ نبی کے قدم چومے۔ دستِ رحمت کو بوسہ دیا اور میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی۔

اجازت مل گئی۔ اور آپ نے حضرت علی کی پیشانی کو چوما۔ اپنا اعلامہ علی کے سر پر رکھا اور ذوالفقار حیدری خود علی کے ہاتھوں میں تھمائی۔  
اور فرمایا — علیؑ! خدا تمہارا حامی و ناصر ہے اور یہ کانٹا تمہارے پیرو ہے۔

حفیظہ جالندھری مرحوم نے کیا خوب کہا ہے —  
کہ: — پہلے تعظیم جھک کر اور ٹادی کی رخصت کر  
چلا میدان میں شیرِ خدا نام خدا نے کہ  
نہ سینہ پر زور تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا  
فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گھنا تھا

اور پھر چشمِ فلک نے دیکھا اور عرشِ اعلیٰ نے مشاہدہ کیا —  
کہ دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔

ایک حق و صداقت کے چراغ کو بجھانے کے لئے، دوسری اس چراغ کو مزید روشن کرنے کے لئے!



ایک اسلام کی عظمت کو مٹانے کے لئے اور دوسری بچانے کے لئے !

مقابلہ پڑا ہی سخت تھا۔

وہ پہلے کفر و طغیان تھا اور علیؑ نے مجسمہ دین و ایمان تھا۔

ابن دُک کو اپنے حاتم درسا مان پرناز تھا اور علی کو ایسی قوت ایمان بر فخر تھا۔

غولامی تلواروں کی جھنکار۔۔۔ آبدار شمشیروں کی چمک اور آہنی ڈھالوں کی کھڑ

کھڑا ایٹا نے مخدوم کی زمین ملا دی۔

در عین اس وقت جبکہ دونوں بہادر اپنی اپنی بہادری کی شجاعت اور فہونے

بڑی کے جو ہر دکھلا رہے تھے۔ — اُن اُسے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

طانی

بدن کا زرارہ کا نقشہ دیکھا اور حضرت علیؓ کی جنگ کا انداز ملاحظہ فرمایا۔

زبانِ نبوت کی حمد و بخشش آوازِ فضا ہے آسمانی میں گونج اٹھی۔

عَرَفَ الْإِيمَانَ كُلَّهُ مَعَ الْكَفَى كُلِّهِ -

مکمل ایمان، مکمل کفر سے اظہار ہے !

ایمان حضرت علیؑ تھے اور مکمل کفر عمرو بن ولید تھا!

یہ حلقہ ہمارا تو پریشم کی طرح نہیں

دور از مردم خشن و با طایفه قبیله قزاقان

اور ہمیں بھی بظاہر اور باطن میں نور ملا رہا ہے مومن

میرے عوازل بھائی — علیؑ نے محشیر علیؑ کی۔ اس نے کہا۔ اس

—

گوشش میں تھا۔ یہ گوشش ہیں تھا۔

ضمہ میں تقریر ہاتھ تھا۔۔۔ یہ حوصلہ میں سُکرا رہا تھا۔۔۔

اور پھر ایک دوسرے پادار پادار اور چھلے پر چھلے ہوئے لگے۔

اُس نے کپٹی ماری۔۔۔۔۔ اس نے توڑ دیا۔

اُس نے بازو بندھ لایا۔۔۔۔۔ اُس نے ڈھالی پر روکا۔

عمر و بھن سادہ روزگار تھا۔ اور شغلی بھی چھوڑ کر آ رہا تھا۔ اُس نے

ہری — اس نے روک لی۔ داؤد داؤد لگایا چار ہاتھوں۔ ہر گھات

ماریا۔۔۔ اے بے خوف کی۔ راز پرچہ پر چھاپا ہوا ہے۔

مگر ان کا ہر کلمہ کو دقت و تامل سے لفظ بہ لفظ سمجھنا پڑے گا۔

مگر کامیابی ابھی کسی کے معیار میں نظر نہیں آرہی تھی۔

عمر اللہ کے تیرے جلال میں اگر عرب سیدہ رقیہ کی جواس قدر عزیز ہے

را سے روک لینا عمرو بن موقر کے بس کا روگ نہ تھا۔ دارکاری پڑا وہ

حضرت علیؑ نے اسے دوبارہ سمجھانے کا موقع ہی نہ دیا۔

اور اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے۔

اسلام کی فتح کا نعرہ بلند ہوا۔۔۔ جھنڈا ہوا میں لہرایا اور اسلامی لشکر میں

پیشرفت کی ہر دوڑ کو

الایمانیہ شریعت — سر احمقوں، اسلام کو کفر بنا اور توحید کو شرک پر فتنہ

اللہ کے سیرے کے کاغذوں، اس کا اور سچا پیرا پیرا ہے۔

مصلحت ہوئی۔ حق ہے باطل پر غلبہ پایا۔ سرائفٹ کو دھت پر برتری

مل ہوئی اور انسانیت نے برتریت کو خندق بے میدان میں ورلڈ

کے کر اسے دفن کر دیا۔

اور پھر اللہ کے شیر۔ حضرت علی علیہ السلام کو اس شجاعت اور بہادری کا

یہ بڑا انعام، تمغہ و ربابِ نبوت و رسالت صریح ملا کہ :

مُزْنِيَةً عَلَى يَوْمِ الْخُدَّاءِ أَفْضَلُ مِنْ هَيَادَةِ الثَّقَلَيْنِ .

کہ "حضرت علیؑ کی جنگ جو انہوں نے غزوہ خندق کے دن لڑی  
دونوں جہانوں کی عبادت سے افضل ہے"۔

مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۳ شیخ عبدالحق محدث دہلوی  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —

لِبَاوَرِثَةِ عَلِيٍّ ابْنِ ابْنِ طَالِبٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ الْفَضْلُ مِنْ أَعْيَانِ  
الْمُتَّبِعِينَ يَوْمَ ثَقِيَّةٍ مَصِيَّةٍ —

کہ خندق کی جنگ میں علیؑ ابن ابی طالب کا لڑنا میری امت کے قیامت  
تک کے نیک اعمال سے افضل ہے۔

تفسیر کبیر جلد دوم مسئلہ — امام زری رحمۃ اللہ علیہ — نبی پاک صلی اللہ علیہ  
وسلم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ غزوہ خندق میں عمر بن ود سے لڑتے وقت  
تم کیا عکس کر رہے تھے؟ —

جواب دیا: — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

لَوْ كُنَّا أَهْلُ الْعَرَبِ فِي جَانِبٍ وَأَنَا فِي جَانِبٍ الْآخَرِ  
لَقَدْ دَرْتُ عَلَيْهِمْ —

کہ — اگر آپ عرب کے بہادر ایک طرف ہوتے اور میں ایکلا ایک طرف ہوتا، تو  
میں ان پر غالب آجاتا۔ —

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اللہ کے شیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ نے پرچہ لہا تھا کیونکہ جب کہ وہ —

شاہِ مردان — شیرِ نیرواں اور قوتِ پروردگار ہیں —  
تو پھر ان کے سامنے تمام اہل عرب کے ساتھ اکیلے لڑنے میں کوئی مشکل تھی۔

سلام اقبال مرحوم

کبھی سرمایہٴ منبر و محراب

کبھی مولا علیؑ خیر شکن عشق — اور —

نری خاک میں ہے شر اگر تو خیال فقر و غنا نہ کر  
کہ جہاں میں ناںِ شعیب پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

قارئین کرام! —

اسلامی جمہوریہ پاکستان نے فوج کا سب سے بڑا اعزاز نشانِ حیدر

بھی علی المرتضیٰ علیہ السلام کی قوت و طاقت اور ہر میدانِ جنگ میں ان کی شجاعت  
پہادری اور جوانِ مردی کے عظیم کارناموں کی وجہ سے فوجی جوانوں کو دینے کا  
بروز گرام بنا رکھا ہے۔ —

پھر بھی سبے ادب اور گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ کو مشکلا نشانہ کہو!

ایسے عیار لوگوں کو سید افتخار الحسن جواب دیتا ہے — کہ

— — — — —  
آؤ بتاؤں تمہیں میں نشانِ حیدر

اکس جہان سے اور پنچا ہے جہانِ حیدر

آج بھی جنگ میں اسرارِ کمالِ جرات

مرد میدان کو لے نشانِ حیدر

ہاں! — ہاں! — — — — —  
وہی اسد الغالب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ

شیرِ خدا، جنہوں نے اپنے آقا و مولا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو  
دیکھتے دیکھتے عصیٰ نمازِ قضاء کر دی تھی اور پھر نماز ادا کرنے کیلئے نبی پاک صلی اللہ

علیہ السلام کی انگلی کے ایک اشارے سے ڈوبا ہوا سرخ واپس پلٹ آیا تھا۔ !

نئی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا !

صلی نماز؟

مرض کی۔ !

نمازیں گرقضا ہوں پھر ادا ہوں۔ !

نگاہوں کی قضا میں کب ادا ہوں !

اس لئے کہ۔

نہیں پر عرش اعلیٰ کے نشان معلوم ہوتے تھے

صلی کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے

اور۔ جب ہر طرف سے آوازیں آئیں

کہ صلی۔ نماز !

تو۔ جواب دیا !

نماز والا میری بھولی میں ہے !



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲)

اسلامی لشکر کا یہ اللہ کا وہ شیر ہے کہ جس نے اپنی قوت ایمانی۔ اپنی شجاعت

اور جوان مردی کے جوہر دکھاتے ہوئے اس زمانہ کی پُر پور ایران کی سلطنت کے

خلافت نادر سید کی جنگ میں فتح حاصل کر کے مدائن کے قلعہ پر اسلام کی عظمت کا پرچم

لہرایا !

حالانکہ اس وقت ایرانی لشکر میں جالینوس جیسا بہادر بہمن جیسا

شہ زور اور رستم جیسا طاقتور سپہ سالار موجود تھا۔

مگر اسلام کی تاریخ کا یہ ایک روشن باب ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایمان افروز خلافت کا دلکش دور تھا اور سب پر اسلام کے

سعد بن ابی وقاص جیسے جانشین۔ عبید اللہ بن جراح جیسے بہادر۔ رضی اللہ عنہ

جوان مرد اور عاصم بن عمر جیسے سرفروزش جرنیل اور اللہ کے شہنشاہ ہوں تو پھر دنیا کے

ہر خطے میں خدا کی توحید، رسول کی رسالت اور اسلام کی عظمت کے پھر یہ کس کیوں

نہ لہرائیں

قارئین کرام ! یہ وہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں !

جنہوں نے جنگ اُحد میں اسلام کے گلستان کی حفاظت و پاسبانی کرتے ہوئے

شکرِ کفّار کی طرف پہلا تیر بھیجنا تھا۔ اور پھر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا۔

اِذْ مِمْ يَا سَعْدُ — فَذَلِكَ ابْنِي وَابْنَتِي —

کہ اے سعد تیر چلائے جاؤ۔

میرے ماں باپ تم پر قربان۔

بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۷۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ

”میں نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں۔

يُحْيِي ابْنِي صَالِي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ بَعْدِي —

کہ میرے بیٹے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو زندہ کر دیا۔

فَسُئِلَ ابْنِي وَابْنَتِي —

ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۱۶۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قَالَ عَلِيٌّ — کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا !

مَا يَجْعَلُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَاءَهُ وَاُمَّهٗ لِاَحَدٍ

اِلَّا لِسَعْدٍ — کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر کسی اور کے لئے اپنے ماں باپ

کو جمع نہیں کیا۔

عَنْ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ — اَنَّ ابْنِيَّ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ —

کہ اللہ کریم جب بھی کبھی سعد تجھ سے کوئی دعا مانگے تو اسکی دعا کو ضرور قبول فرما لینا۔

بخاری شریف میں ہے۔

حاشیہ ۱۳ میں۔ وَكَانَ مَشْهُورًا بِاسْتِجَابَةِ الدُّعَاءِ

کہ یہ مشہور ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص مستجاب الدعوات تھے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ

ان کے لئے دعا فرمادی تھی تو پھر وہ مستجاب الدعوات کیوں نہ ہوتے !

جنگِ قادسیہ کی تیاری کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی تاکہ قادسیہ کے ارد گرد کے حالات کا جائزہ لیکر

میدانِ جنگ کا نقشہ تیار کیا جائے اور اسلامی لشکر کا سپہ سالار منتخب کیا جائے

نقشہ تیار ہو گیا تو سپہ سالاری کے لئے قرعہ اندازی کی گئی۔ جو حضرت

سعد بن ابی وقاص کے نام نکلا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ لڑنے سے قبل ایران کے بادشاہ

یزدجرد کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔

حضرت عاصمؓ ایران کے شاہی دربار میں پہنچے ! دعوتِ اسلام

دی۔ خدا کی توحید کا راستہ بتایا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا

پیغام سنایا۔

یزدجرد سن کر آتشِ غضب میں جھڑک اٹھا اور غضبناک ہو کر دھاڑا۔

کون ہے تمہارا اللہ !

عاصمؓ جس کے دستِ قدرت میں فسخ و شکست ہے اعرّتِ دولت !



یزدجرد — کون ہے تمہارا رسول؟ —

عاصم — جن کی ولادت باسعادت کے وقت ایران کا آشکدہ

خود بخود ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

یزدجرد — کیا ہے تمہارا اسلام؟ —

حضرت عاصم — جو محبت، اخوت اور شفقت کا درس دیتا ہے!

یزدجرد — یہاں کیوں آئے ہو؟ —

حضرت عاصم — کفر و شرک کے اندھیروں میں اسلام و توحید کے چراغ

جسلانے کے لئے!

یزدجرد — ہماری طاقت و قوت اور شان و شوکت کو جانتے ہو؟

حضرت عاصم — ہمیں یہ جاننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم تو اس طاقت و

قدرت کو جانتے جس کے حکم کے مطابق ہم برکام کرتے ہیں جو پوری کائنات کا خالق و

مالک ہے اور ہر زمین میں کفر ہمارے مقابلے میں اگر اس کی طاقت دیکھ چکا ہے!

یزدجرد — بھڑک کر — اور حقارت سے! —

اگر غیر کو قتل کرنا آدابِ سفارت کے خلاف نہ ہوتا تو آج ایران کے شاہی دربار

کے خوبصورت قابلینوں پر تمہارا خون بہتا نظر آتا۔

اور یہ تو — ایران کی سرزمین کی خاک — اور اپنے سروں پر ڈال لو!

حضرت عاصم — خوشی سے جھومتے ہوئے — حضرت سعدؓ کے پاس آئے

اور خاک کا ٹوکرا — ان کے آگے رکھ دیا اور فرمایا!

فتح ایران کی آپ کو مبارک ہو!

پوچھا — وہ کیسے؟

جواب دیا!

شہنشاہِ ایران نے خود ہی اپنے وطن کی مٹی ہمارے حوالے کر دی ہے!

ایرانی لشکر — دنیا کے مشہور پہلوان رستم کی سپہ سالاری میں ڈیڑھ

لاکھ آہن پوش مسلح فوج والوں کے ہمراہ میدانِ جنگ میں اتر آیا۔

فوج کا ہر دستہ جنگی ہاتھیوں کی زینوار سے محفوظ کیا گیا تھا۔ ہر سوار اور پیدل

زیر پوش اور فولاد و آہن میں غرق۔ پیدل آہن پوش جوانوں کو آپس میں فولاد کی

زنجیروں سے قطار در قطار بانڈھ دیا گیا تھا کہ وہ نہ بھاگ سکیں اور نہ پیچھے ہٹ سکیں

اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف بیس ہزار جاہل و سرفروش

ہر مجاہد شہادت کا متوالہ۔ ہر جوان کفن بردوش اور تمام — اللہ کے شفیق —

اپنے برقی زقار عربی گھوڑوں پر سوار موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے لئے تیار۔

طبلِ جنگ بجتے ہی — گھسان کارن پڑا۔ دونوں کے جوانوں نے اپنی

جنگی چالوں کو آزمائش درج کر دیا۔ تیر اندازی اور شمشیر زنی کے جو سر دکھائے جانے

لگے۔ — ایرانی افواج کے سپاہی آہن پوش اور بھاری اسلحہ

رکھنے کی وجہ جلدی حرکت نہ کر سکتے لیکن انہیں پیچھے دھکیلتا اور حزبِ کاری لگانا

بھی بہت مشکل تھا۔

ایرانیوں نے ایک نئی چال چلی۔

ہاتھیوں کی دیوار اور ان کے پیچھے آہن پوش دستوں کو آگے بڑھایا۔

یہ صورتحال مسلمان سواروں کیلئے مصیبت ثابت ہوئی اور مددِ سکندری بن گئی۔

عربی گھوڑوں نے یہ بلائے ناگہانی پہلے کبھی نہ دیکھی تھی وہ ہاتھیوں کو سامنے

دیکھ کر اپنے سواروں سے بے قابو ہو رہے تھے۔ یہ ایک انتہائی نازک اور سنگین

اس ویلے کو توڑنے کے لئے ایک انوکھی تدبیر سوچی کہ اپنے اونٹوں پر سیاہ بھاری  
ڈال دیں اور پھر وہ اونٹ خوفناک کالے پہاڑ کی صورت اختیار کر گئے۔

ایرانی ہاتھیوں کے لئے یہ بھی ایک بدبختی تھی اور ایرانی  
گھوڑوں کے لئے بدبختی! —

گھوڑے ڈر کر بندھنے لگے اور اپنے ہی سواروں کو گرانے لگے۔  
اور ہاتھی خوفزدہ ہو کر پیچھے پلٹنے لگے اور اپنے پیادوں اور آہن پوشوں کو اپنے  
پیروں کے نیچے مسنے لگے۔

اللہ کے شیروں نے ایرانی جنگی ہاتھیوں کی مضبوط سیدھ سکنڈری کو جنگی چال،  
فنی مہارت، عقلمندی و خدا کی تائید و حمایت سے توڑ کر اگلے دن بھر لوہہ چلا کر دیا۔  
دونوں طرف سے نیروں کی بارش ہونے لگی۔ نیروں کا پینہ برسے لگا۔  
اور فولادی تلواروں کی جھڑکار سے تادسیہ کا میدان خون سے میراب ہو گیا! —

ایران کا مشہور جنگ جھڑپیلوان ہرگز میدان میں اُترا۔ اور — لگا برا!  
کوئی مسلمانوں میں ہے جو میرے مقابلہ میں آئے۔

اللہ کے شیروں کے لشکر سے حضرت غالب بن عبد اللہ اسدی میدان میں  
نکلے اور آتے ہی ایرانی پیلوان پر کند ڈال کر زنجیروں سے جکڑ کر قابو کر لیا۔

تیسرے روز دونوں لشکر تازہ دم ہو کر میدان جنگ میں پھیرے ہوئے نیروں  
کی طرح اُترے! — اور کفر و اسلام کی فیصلہ کن جنگ کا آغاز ہو گیا۔ حق و باطل  
کا خونین معرکہ شروع ہوا اور شکی و بدی کا آخری تصادم حشر برپا کئے ہوئے تھا۔  
آخر کار — اللہ کے شیروں کا مقابلہ — ایرانی جنگ جھڑپیلوان کے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ایرانی پیلوان رستم زخمی ہو کر میدان سے بھاگ نکلا جس کا تعاقب

صورت حال تھی اور اسلامی لشکر کے لئے اس سیدھ سکنڈری کو توڑنا دشوار نظر آتا تھا۔  
لیکن — اللہ کا ایک شیر حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جنگی  
نقطہ سمجھ آیا۔ انہوں نے جنگی ہاتھیوں کے دستے کے سردار سفید ہاتھی کی سونڈ  
پر اپنی شمشیر کا ایسا بھرپور وار کیا کہ اس کی سونڈ ٹکڑ ٹکڑ کر نیچے جا گری۔

سونڈ کا کٹنا تھا کہ وہ سرور اپنے چمے مڑ کر اپنے ہی سپاہیوں کو پکڑنے لگا۔  
اور ہاتھی میدان میں گھٹاڑنے لگے۔ مگر حضرت قعقاع کے اس حربے کی تقلید  
بہت سے مجاہدوں نے کی، مسلمانوں نے بڑھکے ہاتھیوں کے سونڈ کاٹنے شروع کر دیے  
مسلمان نیزاندازوں نے بھی ہاتھیوں کی سونڈ اور دستکوں پر تیر اندازی شروع کر دی۔  
بس پھر کیا تھا۔ ایرانی ہاتھی اپنے ہی لشکریوں کو روندنے لگے۔

ایران کا وہ پہلوان رستم — جس کے نام کی نسبت سے پہلوانی کے اٹھارے  
میں رستم کا خطاب چلتا ہے۔ کوئی رستم ہند کہلاتا ہے اور کوئی رستم پاکستان — کسی  
کو رستم ملتان کا اعزاز ملتا ہے تو کوئی رستم گوجرانوالہ۔

لیکن سید افتخار الحسن کہتا کہ یہ سکتے فخر کی بات ہے کہ رستم زبان کا خطاب  
ایک مسلمان کو دیا گیا۔

اُور وہ تھا غلام محمد عرف گاماں پہلوان، جس نے لندن میں ہونے والے  
عالمی ونگل میں انگریز پہلوان زبیسکو کو پھاڑ کر رستم زبان کا اعزاز حاصل کیا۔

اس ایرانی پہلوان رستم کے مقابلہ میں ایک مسلمان شمشیر زن بلال بن علقمہ  
مبارزت کے لئے میدان میں اُترے۔

میدان جنگ گرم ہوا۔ آتشیں پہاڑ ٹکرائے۔ اسلام و کفر گم گم تھا  
ہو گئے۔ بھرپور جھڑپ ہو گیا۔ اور اللہ کے شیروں نے ایران کے ہاتھیوں کی

حضرت ہلال بن علقمہ نے کیا۔ اور رستم کو جالیا جبکہ وہ ایک ہنرمند و کر رہا تھا، حضرت ہلال نے رستم پر سب سے پہلے وار کر کے اس کی ٹانگ کاٹ دی اور لڑکھڑاتا ہوا، ہنرمند جاگرا۔ حضرت ہلال نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور اسکو ہنر سے باہر نکال کر جہنم رسید کر کے چھوڑا۔

اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور اسلامی پرچم ایرانی سرزمین پر اُترنے لگا اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا ہو گیا کہ یزدجرد نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا ملک ہمارے حوالے کر دیا ہے۔

قادسیہ کی زمین نعمۃ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔

حضرات محترم!۔ یہی وہ جنگ ہے جس میں حضرت عبید اللہ بن جراحؓ نے دریائے فرات کو عبور کرنے کے لئے اپنا گھوڑا دریائے لہروں میں ڈال دیا تھا۔ اور پھر پوری اسلامی فوج نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے تھے لیکن ان کے گھوڑوں کے ٹم بھی گیلے نہیں ہوئے تھے۔ اور پھر۔ حضرت عبید اللہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیغ برائے ایرانی فوج کے ہر اہل کو الٹ کر رکھ دیا جو کہ خوفناک ہاتھیوں پر مشتمل تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ کی جنگ کی فتح کا پیغام پیغام رساں کے ذریعہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارسال کیا۔

ادھر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس جنگ قادسیہ کے بارے میں بڑی تشویش تھی آپ روزِ تہ کے فرائض سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ سے باہر اگر اس جنگ کا احوال معلوم کرنے کے انتظار کرتے۔

آخر ایک روز حضرت سعدؓ کا بھیجا ہوا قاصد ایران کی فتح کی خبر لے کر آن پہنچا! وہ حضرت عمرؓ کو نہیں جانتا تھا۔

امیر المومنین نے پوچھا!۔ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟

قاصد نے جواب دیا۔۔۔۔۔ سعد بن ابی وقاصؓ کا قاصد ہوں اور تادمیر کی جنگ کی فتح کی خوشخبری دینے کے لئے امیر المومنین کی خدمت میں جلد از جلد پہنچنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ پورے حالات بیان کرو!

اور قاصد کے گھوڑے کی رکاب پکڑ لی!

قاصد تفصیل بتاتا جاتا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ ساتھ ہی دوڑتے جاتے تھے!

مدینہ پاک کی تقدس سرزمین میں داخل ہوئے تو قاصد نے دیکھا کہ لوگ قاصد کی رکاب تھامنے والے کو امیر المومنینؓ کے مخاطب ہو رہے ہیں، تو وہ ڈر کے مارے خوفزدہ ہو کر کاپٹنے لگا اور گھوڑے سے نیچے اترنے لگا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!۔

بھائی کوئی بات نہیں، ایران کی فتح کی خبر سن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میں تمہیں یہ بتلانا ہی بھول گیا کہ

”میں ہی امیر المومنینؓ ہوں۔“

علامہ اقبالؒ مرحوم۔۔۔۔۔ کہتے ہیں

تھے ہمیں ایک تیرے معرکہ آرا وقت میں  
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں!  
وہی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں!  
کبھی اندر لہجہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں  
شان آنکھوں میں نہ جیتی تھی جہاں غاروں کی  
کلمہ پڑھتے تھے تو رسم بچاؤں میں تلواروں کی





## خالد بن ولید

○  
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا فوق جمال  
عجم کا حرم طبیعت عرب کا سوز وں دروں

○  
انہی کی اس نے ان کو کسی اچھے وقت اور اچھی ساعت میں جنم دیا تھا کہ جب تک اسلام کے مقابلے میں کفر کی حمایت میں لڑتے رہے تو بھی کبھی شکست دکھائی اور پھر جب کفر کے مقابلے اسلام کی عظمت و سر بلندی کے لئے میدان کارزار میں اترے تو بھی مقدس نے انہیں ہمیشہ ہر میدان میں کامیابی و کامرانی اور فتح و نصرت سے نوازا کام کیا۔ اور یہ تاریخ اسلام کا وہ جوتری، جو انور اور شریں و مجاہد اور سپہ سالار ہے کہ جسے خود مسلمان نبی رحمت آقا و ملا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا خطاب عطا فرمایا۔

اسلام کی فکر کفر سے۔ حق و باطل کی لڑائی اور نیکی و بدی کی جنگ، جو جنگ موتہ کے نام سے مشہور ہے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شجاعت اور جوانمردی کے لیے جسے حور دیکھا ہے کہ عیسائیت کی دنیا کا نپ اٹھی۔

اور یہ وہی جنگ ہے جس میں لشکر اسلام کے سپہ سالار کا انتخاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا تھا۔ اسلام کا لکڑی تیار ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

کہ میں زید بن حارثہ کو اس لشکر کا امیر مقرر کرتا ہوں اور اگر یہ شہید ہو جائیں تو پھر سالار اعظم حضرت جعفر طیار بن ابی طالب کو بنا لیتا۔ اور اگر حضرت جعفر شہادت پا جائیں تو پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کو اپنا جانشین لیتا۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر جس کو تم پسند کرو اپنا امیر منتخب کر لیتا۔

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ترتیب علم نبوت اور نگاہ نبوت کا ایک عجیب اعجاز ہے کہ جنگ موتہ میں یہ سارے حضرات اسی صورت و ترتیب سے شہید ہوئے جس ترتیب سے زبان نبوت سے بیان ہوئے تھے۔

یہ خدائی بیخبر لشکر اسلام کی صورت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئی۔ فضائے آسمانی اللہ البرکات پر خوش آواز سے گونج اٹھی اور مدینہ منورہ کی مقدس خاک کے ذروں نے اسلام کے ان بہادر وں غازیوں کے قدم جوم لینے۔ روانہ ہوتے۔ وقت مسلمانوں نے ان کی فتح و نصرت اور بھیج و سلامت واپس آنے کی دعائیں مانگیں۔ لیکن عبداللہ بن رواحہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

اور وہ کہہ رہے تھے کہ مجھے یہ دعائیں دی جاسے کیونکہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جانا چاہتا ہوں تاکہ قیامت کے دن میں دربار خداوندی میں سرخرو ہو جاؤں اور میری قبر سے گذرنے والے مسلمان یہ کہیں کہ مرحوم اللہ کی راہ میں خوب لڑا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان اسلام کا یہ لشکر تکبیر کے غرور کی گونج میں روانہ ہوا تو فرشتوں نے جھک جھک کر نظارہ کیا۔ جنت کے حور و غلمان نے ہر شہر بڑھ کر یہ منظر دیکھا۔ خالد بن ولید کے رضوان نے مبارکبادی اور شہود خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت و بخشش کے دروازے کھول دیے۔

اس لئے کہ اس لشکر کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دواغ کرنے کے لئے



ساتھ ساتھ تشریف لیا جا رہے تھے۔ یہ خدائی بلقاع قدم بطریقائی ہوئی اور منزل بہ منزل طے کرتی ہوئی اور زمین کے فاصلے کو اپنے تیز رفتار گھوڑوں سے طے کرتی، ہوئی اور دریاؤں کے طرفانی سینوں کو چیرتی ہوئی موتہ کے میدان میں جا اتری۔

اسلام کے اس بہادر لشکر کی تعداد صرت تین ہزار تھی اور مقابلے میں اسلام کے دشمن عیسائیوں کی تعداد دو لاکھ سے تقریباً چھ لاکھ تک تھی۔

ادھر توحید کے فرزند تھے۔ اور۔۔۔ ادھر تثلیث کے بیٹے جو تین خداؤں کو ماننے تھے۔۔۔ ادھر حق کے پرستار تھے۔ اور۔۔۔ ادھر باطل کے علمبردار۔ ادھر دین کے شیعرائی اور حدیث کے عیسائی۔

دشمن کی فوجوں کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی دیکھ کر مسلمانوں نے حضرت زید کو مشورہ دیا کہ وہ بدرستہ سے اور غازی منگوالیہ۔

لیکن زید کو یہ مشورہ پسند نہ آیا اور جوش میں آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔  
اے ایمان والوں تم حق کے پرستار ہو اور حق کی سر بلندی کے لئے لڑو  
میں نے نکلے ہو اور تم اللہ کے سپاہی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہو اور تم قوم شہادت کی آرزو لے کر آئے ہو۔ اور اگر نبی کریم صلیہ السلام کو منظور تھا تو وہ اس لشکر کی تعداد زیادہ بھی کر سکتے تھے۔ اس لئے جتنی تعداد حضور صلیہ السلام نے مقرر کی ہے، میں اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اٹھو! ہمت کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول پاک کا نام لے کر دشمنوں پر لو  
پڑو اور انشاء اللہ فتح اسلام کی ہوگی۔

بس پھر کیا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر نے فوجیان مجاہدین توحید و اسلام کے دلوں میں جوش و دو لہا بھر دیا۔ ان میں آگ لگادی، انہوں نے اپنی تلواریں

سونت لیں۔ اللہ اکبر کی پرچش اور پر جہیت آواز نے موتہ کے میدان اور دشمن کی ٹٹوں دل افواج کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

اور پھر اسلام و کفر کے لشکر حق و باطل کی فوجیں اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لڑاکے میدان کارزار میں آکر آئے۔ تلواریں میانوں سے نکلیں۔ جیسے بجلی کو نڈی ہے۔ تیر کمانوں سے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے موتہ کا میدان حق و باطل کے شعلوں کی لپیٹ میں آگیا اور تین ہزار مسلمان دو لاکھ عیسائیوں میں گھس گئے۔ تلواروں کی چھکار اور نیزوں کی مہر مارنے لڑائی کی آگ کو ٹھکا دیا۔ پھر میدان شعلہ و جہنم بن گیا۔

حضرت زید بن عارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے دشمن کی صفوں میں تیر سنا کر گھس گئے۔ تلوار بجلی کی طرح گرتی اور دشمنوں کے سرروں کو دشمنوں سے الگ کرتی ہوئی دوسری طرف جا نکلتی۔ دشمن کی صفوں پر صغیر الٹا سے ہوئے جو تیر جہاد میں معروف عیسائیوں کو خون میں تر پاتے بہت دور تک چلے گئے۔ بالآخر اکیلے ہزاروں دشمنوں کے زرخے میں آگئے۔ دشمنوں نے انہیں اکیلا پا کر ان پر حملہ کر دیا اور وہ غلٹ کی پاسبانی کرتے ہوئے اور حق کی سر بلندی کے لئے بے شمار زخم کھانے کے بعد شہید ہو گئے۔

از شواہد الثبوت اردو حصہ ۱۹۲ - مدارج النبوت جلد ۲ اردو حصہ ۲۵۳

ادھر موتہ میں حضرت زید بن عارث شہید ہوئے اور بدر میں غورہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ غلاموں نے سبب پوچھا!

تو آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت زید شہید ہو گئے۔

ادھر حضرت زید بن عارث شہید کا جھنڈا گرے ہی والا تھا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب نے فرما آگے بڑھ کر علم نبی لیا۔ اور پھر پھر سے ہوئے شیر کی طرح گر جئے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور پھر اپنی شمشیر زلزلہ کے وہ جوہر دکھائے کہ عیسائیوں پر ہیبت طاری ہو گئی۔

دشمنوں نے زخمی اور مہال شیر کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اور تلواروں اور نیزوں سے اس ناشی شیر کو پھیلانی کر دیا۔ بالآخر یہ شہید ہو گئے۔ مگر سینکڑوں زخمیوں میں سے ایک زخم بھی آپ کی پشت پر نہ تھا۔

ادھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ موتہ میں شہید ہوئے اور مدینہ منورہ میں بنی کریم علیہ السلام کی آنکھیں پھر اسکی بار ہو گئیں۔ غلاموں نے پھر اس کا سبب پوچھا!

تو فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو گئے ہیں اور جعفر کے شہید ہونے پر پرچم اسلام گرنے ہی والا تھا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ نے فوراً آگے بڑھ کر اسلامی پرچم کو بلند کر دیا۔

وہ نشہ شوقی شہادت کی سرستی میں میدان میں آتے ہیں اور دشمنوں کی جھون میں مردانہ وار گھس گئے اور ان کی تلوار بھل کی تیزی کے ساتھ دشمنوں پر چاڑی جس کے جیسا یوں کی گردن میں جا میں اڑتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ زخم پر زخم لگتے گئے لیکن وہ شہادت کے شوق میں آگے ہی بڑھتے گئے اور آخر ایک نیزہ ان کے سینے کے آ رہا ہو گیا اور وہ یہ آواز دے کر بیہوش ہو گئے۔

کہ مسلمانوں اسلام کے پرچم کو گرنے نہ دینا اور یہ شہادت کو بن علیہ السلام کا نقیب کیا ہوا لشکر اسلام کا بہادر سپہ سالار بھی شہید ہو گیا۔

ادھر حضرت عبداللہ شہید ہوئے اور ادھر حضور علیہ السلام کی آنکھوں میں پھر آنسو آگئے غلاموں نے اس کا بھی سبب پوچھا تو فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی شہید ہوئے پرچم اسلام سرنگوں ہونے ہی والا تھا کہ حضرت ثابت بن انجم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے نشان کو تمام لیا اور بلند آواز سے فرمایا مسلمانوں فوراً اپنا امیر بن لو۔ لشکر اسلام سے جواب آیا کہ ہم آپ کو ہی اپنا امیر بناتے ہیں مگر انہوں نے فرمایا ہم کہہ دیں آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا اسلئے میری رائے ہے کہ

لیکن دشمن کی تعداد کا کوئی شمار ہی نہ تھا جتنے قتل ہوتے تھے اس سے زیادہ تازہ دم دشمن کے سپاہی ان کی جگہ ان لیتے ہیں۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ نے جوش میں آکر اپنے ہی گھوڑے کی کانچیں کاٹ ڈالیں اور پھر پیدل ہی لڑنے لگے۔ وہ جہد کو منہ کرتے دشمنوں کی صفوں کو اٹھتے چلے جاتے اور دشمن کاٹ کی طرح پھٹ جاتے اور حضرت جعفر بن ابی طالب کی شمشیر آوار عیسائی فوجیوں کے سر کو ان کے جسموں سے الگ کر کے اچھالتی گزرتی جاتی۔

اس طرح بہادری اور بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے ان کے اپنے جسم پر انٹی سے زیادہ مہلک زخم آچکے تھے لیکن آپ کی شجاعت اور ثابت قدمی میں کوئی کمی فرق نہ آیا تھا۔ اور آتا بھی کیوں؟

اس لئے کہ ناشی شیر تھے اور اسد اللہ الغالب شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور اس علی کے بھائی تھے کہ جس نے کبھی مرتد کو کھپاڑا اور کبھی خیر کے آہنی قلعے کو اکھاڑا۔ اور جس کی تلوار کبھی احد کے میدان میں چمکی اور کبھی بدر کے ریکستان میں بھلی بن کر دشمنوں پر گری۔ اور جس نے اپنا بہادری شجاعت اور جرات کے صلے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ تمغہ جرات حاصل کیا تھا۔

لَا فِتْنَةَ إِلَّا عَنِّي لَا سَيِّفَ إِلَّا ذُو الْقَعْقَارِ

حضرت جعفر گھوڑے سے اتر کر پیادہ پا لڑتے رہے تھے، اور ایسے لڑے کہ عیسائیت کی دنیا لرز گئی۔ آخر کار آپ کے دائیں بازو پر تلوار لگی۔ بازو کاٹ گیا، قریب تھا کہ پرچم توحید سرنگوں ہو جاوے، انہوں نے بائیں ہاتھ سے تمام دیا، لڑتے ہوئے وہ بھی کاٹ گیا لیکن اسلام کے جھنڈے کو جھکنے نہ دیا اور کٹے ہوئے بازوؤں کے تسموں سے تمام لیا۔ لیکن اب یہ اللہ کا شیر اور خدا کی یلغار کا مجاہد دشمنوں سے مہال ہو چکا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امیر بن لیا جائے کیونکہ وہ ہی اس  
نازک گھڑی میں اسلام کی مدد کر سکتے ہیں۔

اور پھر تمام مجاہدین نے حضرت خالد بن ولید کو اپنا سپہ سالار منتخب کر لیا۔ ادھر  
موتہ کے میدان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی خطرناک حالات میں  
حق و باطل کی خوفناک جنگ میں لشکر اسلام کے کمانڈر مقرر ہوئے تو ادھر مدینہ منورہ  
میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلاموں سے فرمایا کہ۔

اب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کا پرچم قیام لیا ہے جو  
اللہ کی تلوار میں اسیلے اب اسلام کی فسطح انشا اللہ ضرور ہوگی۔  
علم نبوت اور نگاہ رسالت کے قربان! کہ کس انداز سے جنگ موتہ کی پل پل کی  
خبر دے رہے ہیں اور کس شان سے موتہ کے میدان کے ایک ایک پہلو، ایک ایک  
جان، ایک ایک زخم اور ایک ایک غازی اور شہید کی اطلاع دی جا رہی ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے پرچم توحید بٹھالتے ہی، خدا و رسول کے باغیوں پر  
اور دین اسلام کے دشمنوں پر بھر پور حملہ ایسی جنگ چالوں کو ترتیب دے کر کیا کہ دشمن کا  
ٹلری دل لشکر گھبرا گیا۔ پھر عابدین اسلام اس جو انداز سے لڑے کہ،  
عیسائیت کی دیواریں لرز کر رہ گئیں۔

ان کی قیادت میں اسلامی لشکر میں ایک نیا جوش اور دلولہ پیدا ہو گیا اور  
مسلمان حضرت خالد بن ولیدؓ کی زیر کمان جان توڑ کر لڑے کہ جنگ فیصلہ کن ہو کر  
مرحہ میں داخل ہوئے تو کتنی کہ رات کے اندھیرے نے میدان جنگ پر اپنی سیاہ  
چادر پھیلا دی۔

اور اس طرح اس روز جنگ کا فیصلہ کوئی نہ ہو سکا۔

اگلی صبح ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کے سرکرد  
مجاہدوں کی ترتیب ان انداز سے کی کہ لشکر دستوں میں سے کچھ دستوں کو شمال اور جنوب کو بھیج  
دیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ جب بھی اللہ اکبر کا نعرہ لشکر سے بلند ہو شمال کی طرف سے خود بھی  
نعرے لگاتا ہوا حملہ آور ہو جائے۔ اور اسی جنوب والے دستے کریں۔ یہ ایک بہترین جنگی  
چال تھی۔

دران جنگ یہ چال بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ صبح جب اعلان جنگ ہو گیا  
تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسائیوں پر اس قدر شدت سے حملہ کیا کہ  
دشمن باوجود کثرت میں ہونے کے مسلمان مجاہدوں سے زخمی و زخمی ہو چکے تھے لیکن جیسے  
جنگ نے زور پکڑا تو شمال کی طرف سے ایک دستہ اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے  
عیسائیوں پر حملہ ہو گیا۔ اس طرف لڑنے والے مجاہدین نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر  
جواب دیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عیسائیت کے لڑاکوں کی حالت عجیب ہو گئی انہوں نے  
سمجھا کہ مسلمانوں کو مجاہدین کی نئی ملک انداز کے لئے پہنچ گئی ہے۔ ادھر مسلمانوں  
نے نعرہ تکبیر بلند کرنے شروع کئے ادھر حملے میں شدت آگئی۔

دوسری طرف چاروں اطراف سے حضرت خالد بن ولیدؓ کی جنگی چال کے مطابق  
مسلمان مجاہدین کے دستے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے عیسائی دستوں پر شاہینوں کی  
چھٹے۔ اور یہ صورت حال بڑی عجیب تھی۔ دشمن یہ دیکھ کر باوجود کثرت کے گھبرا گیا۔  
اب لشکر اسلام کی ترتیب بدل دی گئی اور دوبارہ طبل جنگ بجا دیا گیا۔ تیرکناں  
اور تلواریں میانوں سے نکلی آئیں۔ اور پھر توحید و شرک، اسلام و کفر، حق و باطل اور  
یافار خدا کی، لشکر کفر پر ٹوٹ پڑی۔ گھسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت خالد ایک غنیمت



ناک شیر کی طرح گرتے ہوئے جب دشمن پر حملہ کرتے تو دشمن حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے  
پچھے ہٹنے لگتے۔ یہ صورت حال دیکھ کر دوسرے مجاہدین کے حوصلے میں بلند ہو گیا اور اب  
وہ بے جگری لڑ رہے تھے۔

موتہ کا میدان اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ پہاڑ اور چٹانیں شہر اٹھیں  
اور ساتھ ہی اسلامی لشکر کا ایک دستہ شیروں کی طرح دھاوا سٹا، وہ میدان جنگ میں پہنچا۔  
اور پھر غضب کا دن پڑا۔ عیسائی لشکر نے بھی مسلمانوں کی تازہ ملک آگئی ہے اور ساتھ  
ہی ان کے چہرے مسلمانوں کے عجب و ہیبت سے اتر گئے۔

ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ پھر اللہ اکبر کی پرموش آواز میدان جنگ سے  
بلند ہوئی اور پھر ایک اور دستہ بھی میدان جنگ میں آئی پہنچا۔ بس پھر کیا تھا۔ اس  
خدا کی یلغار سے دشمنوں پر ہیبت طاری ہو گئی، اور حضرت خالد بن ولید کے پے  
در پے حملوں نے دشمنوں میں انفرادی پھیلا دی۔

باد رہے یہ وہی جنگ ہے جس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نو<sup>۹</sup>  
تلواریں ٹوٹی تھیں۔ اور جب نوین تلوار بھی ٹوٹ گئی تو حضرت خالدؓ نے دعا کی تھی!  
کہ اے میرے اللہ پاک، قیامت کے دن میرے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے سامنے مجھے بڑی کاٹعینہ نہ دیا جائے۔ تلواریں دینا تیرا کام تھا اور لڑنا  
میرا کام ہے۔ اور پھر ایک ایسی تلوار ان کو مل گئی جس سے آخری وقت تک حضرت  
خالد بن ولیدؓ نے اپنی مردانگی کے جوہر دکائے۔

اور پھر لشکر اسلام کے فرزند ان توحید اور کلمہ گو یان محمدؐ نے اللہ اور رسول کا نام  
لے کر ایک فیصلہ کن حملہ کیا کہ عیسائی ٹڈی دل لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور اتنے عیسائی  
قتل ہوئے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں پر اور کٹر یوں پر ان کا خون جم گیا۔ اور عیسائی لشکر  
ہمسامی اس خدا کی یلغار کی تاب نہ لاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح

ہونے والے عیسائیوں کی اندازہ کو رومیوں کا ایک ایک ٹڈی دل لشکر آ رہا ہے۔ انہوں  
نے حضرت فرات کو پانچ سو مجاہدین سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ کر دیا تاکہ رومیوں  
کی اس فوج کو راستے میں روکا جائے۔

حضرت فرات ان شیر دل غازیوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ جب یہ اللہ کے شیر دشمنوں  
کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کی تعداد بائیس ہزار کے قریب ہے۔ بعض دوستوں نے  
مشورہ دیا کہ دشمن کے اس لشکر جزائے اتنی کم تعداد میں ٹکرائیں اچھا نہیں لہذا خالد  
بن ولید کو مزید کمک بھیجنے کو کہا جائے کہ وہ مزید کمک روانہ کر دیں۔

لیکن حضرت فرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں آکر کہا کہ خدا کی قسم میں تو اس  
مقام سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا اور میری طرف سے اجازت ہے کہ جو بھی  
واپس جانا چاہے چلا جائے۔ مگر میں تو اپنی جان خدا کی راہ میں بیچ چکا ہوں اور  
میں کافروں سے یہ نہیں کس سکتا کہ مسلمان بڑوں تھے۔ اس لیے مطالبے میں نہیں آئے  
یہ لشکر دوسرے مجاہدوں کو بھی جوش آگیا اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔

لڑائی شروع ہو گئی اور تلواروں کی جھکڑ سے میدان جنگ میں ایک شور قیامت برپا ہو  
گیا۔ رومیوں کا خیال تھا کہ ہم تھوڑی دیر میں ان بھی جہر مسلمانوں کو ختم کر دیں گے، لیکن وہ  
یہ نہیں جانتے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر کی صورت میں ایک خدا کی یلغار تھی ہے اور اس  
کا ایک ایک غازی چٹان ہے اور ایک ایک مجاہد طوفان۔

حضرت فرات بڑی جوانمردی سے لڑتے ہوئے دشمن کی اگلی صفوں میں پہنچے۔  
اور اس طرح دوسرے غازیان اسلام بہت پیچھے رہ گئے۔ رومیوں نے ان کے ارد گرد  
گھیر ڈال دیا اور تلواروں اور نیزوں سے وار پر وار کرتے چلے گئے جس سے ان کے دونوں  
بازو شہید زخمی ہو گئے۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور رومیوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔



# حضرت فرار بن ازور رضی اللہ عنہ

اور ان کی ہمیشہ خولہ رضی اللہ عنہا

مسلمانوں کے ہونے سے اسے سلیقہ دینا ہی کا  
مروتتے حضرت عالمگیر نے مروانہ غازی کا

یہ بھی اسلام کے ایک شہر دل مجاہد۔ دین کے ایک سرفروش غازی اور خدائی یلغار کے  
ایک بہادر سپاہی تھے، جو اپنی جابلیازی، سرفروشی اور جلیاں شاری کے جذبے میں مشہور تھے۔  
اور جو کوشش جہاد میں اگر اپنے بدن کے کپڑے بھی اتار دیا کرتے تھے۔ اور گھوڑے کی تنگی پہ چھ پر  
سوار ہو کر لڑا کرتے تھے۔

اسی لئے یہ اپنی جرات و شجاعت، اعز و استقلال اور ہیبت و غضب ناک کی  
وجہ سے عیسائیوں میں جن مشہور ہو گئے تھے اور میدان جہاد میں جس طرف دشمنوں کا رخ  
کرتے عیسائی یہ کہتے ہوئے ان کے سامنے سے بھاگ نکلتے کہ جن آگیا جن آگیا۔

مسلمانوں نے جب شام کی طرف خدائی یلغار کی صورت میں چڑھائی کی تو  
حضرت فرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے اور ان کی ہمیشہ  
حضرت خولہ بنت ازور ان کے شاہد نشانہ ان کے براہ ہمتی۔

لشکر اسلام دمشق کا محاصرہ کرتے ہوئے تھا کہ حضرت خالد بن ولید کو جرنی کو محصور

ہونے والے عیسائیوں کی امداد کو رو میوں کا ایک ایک ٹڈی دل لشکر آ رہا ہے۔ انہوں  
نے حضرت فرار کو پانچ سو مجاہدین سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ کر دیا تاکہ رو میوں  
کی اس فوج کو راستے میں روکا جائے۔

حضرت فرار ان شیر دل غازیوں کو بے کر روانہ ہو گئے۔ جب یہ اللہ کے شیر دشمنوں  
کے قریب پہنچے تو بہت چلا کہ ان کی تعداد پانچ سو کے قریب ہے۔ بعض دوستوں نے  
مشورہ دیا کہ دشمن کے اس لشکر جرات کے اتنی کم تعداد میں ٹکرائیں اچھا نہیں بلکہ خالد  
بن ولید کو مزید کمک بھیجنے کو کہا جائے کہ وہ مزید کمک روانہ کر دیں۔

لیکن حضرت فرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں آکر کہا کہ خدا کی قسم میں تو اس  
مقام سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا اور میری طرف سے اجازت ہے کہ جو بھی  
واپس جانا چاہے چلا جائے۔ مگر میں تو اپنی جان خدا کی راہ میں بیچ چکا ہوں اور  
میں کافروں سے یہ نہیں سن سکتا کہ مسلمان بزدل تھے۔ اسی لئے مقابلے میں نہیں آئے  
یہ لشکر دوسرے مجاہدوں کو بھی جوش آگیا اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔

لڑائی شروع ہو گئی اور تلواروں کی جھنکار سے میدان جنگ میں ایک شور قیامت برپا ہو  
گیا۔ رو میوں کا خیال تھا کہ ہم تھوڑی دیر میں ان مٹی جیسے مسلمانوں کو ختم کر دیں گے، لیکن وہ  
یہ نہیں جانتے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر کی صورت میں ایک خدائی یلغار تھی ہے اور اس  
کا ایک ایک غازی چٹان ہے اور ایک ایک مجاہد طوفان۔

حضرت فرار بڑی جواغروی سے لڑتے ہوئے دشمن کی اگلی صفوں میں پہنچے۔  
اور اس طرح دوسرے غازیان اسلام بہت پیچھے رہ گئے۔ رو میوں نے ان کے ارد گرد  
گھیر ڈال دیا اور تلواروں اور نیزوں سے وار پر وار کرتے تلکے جس سے ان کے دونوں  
بازوؤں شدید زخمی ہو گئے۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور رو میوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔

لنگے اونٹ کی پیٹھ پر زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں اور زخموں سے چور دروناک  
اشعار پڑھ رہے ہیں۔

اپنے بھائی غرار کی دروناک آواز بہن خولہ نے سن لی۔ چہرہ بھل بن کر دیوں  
پر لوٹ پڑی، مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمنوں کو اپنی شمشیروں کی گھار  
پر رکھ لیا۔ بہت سارے قتل ہو گئے باقی حضرت غرار کو چھوڑ کر غرار چلے گئے۔

بہن بھائی گئے طے اودوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ یہ خوشی کے آنسو  
تھے۔ اور پھر حضرت خولہ کو پتہ چلا کہ دم کے شہنشاہ ہرقل نے ایک لشکر برائے مسلمانوں  
سے اپنی ذلت آمیز شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے اجنادین روانہ کر دیا ہے۔

مسلمانوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ دشمن کا محاصرہ وقتی طور پر اٹھایا جائے  
اور دیگر مسلمان سپہ سالاروں کو بھی حکم ملے بھیج دیئے کہ وہ اپنے لشکر کے اجنادین پہنچ  
جائیں۔ یہ خدائی یغادر جب خدا کے جبر سے پر خدا کا نام لے کر روانہ  
ہوئی تو سب آگے حضرت خالد بن ولید تھے۔ ان کے پیچھے ابوعبیدہ بن جراح، پھل  
اور خواتین کی حفاظت کرتے چلے آ رہے تھے۔

ادھر اسلام کا لشکر و شوق کے محاصرہ کو اٹھا کر اجنادین کی طرف روانہ ہوا تو ادھر  
دشمن کے عیسائیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو عیسائی سرداروں نے  
بچی کمان میں جن کے نام پطرس اور بال تھے مسلمانوں پر اپنا تک حملہ کر دیا۔

چونکہ حملہ اچانک کیا گیا تھا، ایسے مسلمانوں کو صفت بندی کا بھی وقت نہ ملا کہ ردی پند  
مسلمان خواتین کو گرفتار کر کے واپس لوٹ گئے۔

خدا جانے کھڑکے لشکر کو عورتوں کو گرفتار کرنے اور بچوں کو قتل کرنے میں کون سی  
بہادری اور شجاعت نظر آتی ہے۔ حالانکہ مہذب دنیا میں انسانیت و شرافت کے  
تراژدی میں اگر یہ فعل قولا جائے تو یہ بہادری نہیں بڑولی ہے۔ شجاعت نہیں کہیں ہے  
جیسا کہ بھارت کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک حملہ کر کے بیگانہ عورتوں اور

سہم بچوں کو قتل کیا ہے۔ بھارت کے سوریاتوں کی یہ بہادری نہیں بڑولی ہے۔

انسانیت نہیں و زندگی ہے اور شرافت نہیں، وحشت ہے۔

ان خواتین میں غرار کی ہمیشہ خولہ بھی تھی۔ جب ایک جگہ روی آرام  
کرنے کے لئے ریکے تو حضرت خولہ نے اپنی قیدی بہنوں سے کہا کہ ہم سب اسلام  
کی بیٹیاں ہیں اور حق کی پرستار ہیں۔ ان کافروں کی غلامی قبول کرنے سے بہتر ہے  
کہ ہم اپنی جانیں قربان کریں۔

چونکہ ان میں عرب کے بہادر اور جنگ جوق قبیلوں کی خواتین بھی شامل تھیں  
ایسے حضرت خولہ کے ان الفاظ نے ان میں جوش پیدا کر دیا اور انہوں نے دیوں  
کے خمیوں کی جڑیں اکھاڑیں اور دشمنوں پر چھوکی شیرنیوں کی طرح حملہ کر دیا اور دیوں  
پر لوٹ پڑیں۔

اور حضرت خولہ یہ اشعار پڑھ کر مسلمان خواتین کا حوصلہ بلند کر رہی تھیں۔

تَحْتُ بُنَاتٍ تَبِيعَ وَحُمَمٍ  
وَضَرَبَ فِيكُمْ كَيْسٌ مُّبْتَكِرٌ  
لَا مَنَّا فِي الْحَرْبِ كَانَتْ كَسْعُورٌ  
الْيَوْمَ مَتَلَعُونَ الْعَذَابَ الْكَبِيرَ

کہ۔ ہم تبع و حمر کے بہادر قبیلوں کی بیٹیاں ہیں اور ہمارے نزدیک  
نہیں ہلاک کرنا تو اس ہے۔ ایسے ہم لڑائی میں جلا دینے والی لڑکی  
بن جاتی ہیں یاد رکھو تم عذابِ عظیم میں ڈالے جاؤ گے۔

رومیوں نے چاروں طرف سے مسلمان خواتین کو گھیرے میں لے لیا اور ان پر حملہ  
کر دیا، لیکن ان کی تلواریں اور نیزے مسلم خواتین کی چوڑوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ پھر انہوں  
نے بہت دیر تک یہ منظر دیکھا یہ ہجرت انگریز لڑائی ہوتی رہی۔ ایسے کہ اس جنگ  
میں ایک طرف روم کے بڑے بڑے شہسوار تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کی بہادر خواتین

لنگے اونٹ کی پیٹھ پر زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں اور زخموں سے چوکر دردناک اشعار پڑھ رہے ہیں۔

اپنے بھائی غزالی کی دردناک آواز پہن خواہے سن لی۔ پھر وہ بھلی بن کر دیوں پر لوٹ پڑی، مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمنوں کو اپنی شمشیروں کی بھاری بارشوں سے قتل ہو گئے، باقی حضرت غزالی کو بھوکا فرار ہو گئے۔

پہن بھائی گئے، اے دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ یہ غشی کے آنسو تھے۔ اور پھر حضرت خالدؓ کو پتہ چلا کہ روم کے شہنشاہ ہزقل نے ایک لشکر ہزار مسلمانوں سے اپنی ذات آمیز شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے اجنادین روانہ کر دیا ہے۔

مسلمانوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ دمشق کا محاصرہ وقتی طور پر اٹھایا جائے اور دیگر مسلمان سپہ سالاروں کو بھی حکم دے بھیج دیئے کہ وہ اپنے لشکر لے کر اجنادین پہنچ جائیں۔ یہ خدائی یلغار، جب خدا کے بھرپور سے پر خدا کا نام لے کر روانہ ہوئی تو سب کے آگے حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ ان کے پیچھے ابوعبیدہ بن جراحؓ، عمارؓ اور غوثین کی حفاظت کرتے چلے آ رہے تھے۔

ادھر اسلام کا لشکر دمشق کے عمار کو اٹھا کر اجنادین کی طرف روانہ ہوا تو ادھر دمشق کے عیسائیوں نے اس موقع سے نا ابرہ اٹھاتے ہوئے دو عیسائی سرداروں نے اپنی کمان میں جن کے نام پطرس اور یال تھے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا۔

جو کچھ حملہ اچانک کیا گیا تھا، اسی لئے مسلمانوں کو صدف بندی کا بھی وقت نہ ملا کہ ردی چند مسلمان غوثین کو گرفتار کر کے واپس لوٹ گئے۔

خدا جلے کفر کے لشکر کو عورتوں کو گرفتار کرنے اور بچوں کو قتل کرنے میں کوئی بہادری اور شجاعت نظر آتی ہے۔ حالانکہ مہذب دنیا میں انسانیت و شرافت کے نرا زو میں اگر یہ فعل قولا جائے تو یہ بہادری نہیں بڑی ہے۔ شجاعت نہیں کہیں ہے جیسا کہ بھارت کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک حملہ کر کے بیگانہ عورتوں اور

محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ سن کر شرجیل غسانی آتش غضب میں بھڑک اٹھا اور بدبخت نے جوش غضب میں اگر حضرت عمارت بن عبد ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت عمارت بن عبد ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر جب والی دجوان صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ فوراً جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا۔

اور پھر۔ اسلام و کفر کی یہ عظیم جنگ موتہ کے میدان میں لڑی گئی!

اس جنگ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نے نئی پاک علیہ السلام کو اتنا غم ناک کیا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ،

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے لیکن آپؐ کے چہرہ انور سے حزن و ملال ظاہر ہو رہا تھا اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غم میں آنکھوں سے آنسو رواں تھے!

پھر آپؐ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

بِغَارِي شَرِيفٍ جَلَدٌ ص ۵۲۶ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ جَعْفَرَ يَطْبِيخُ فِي الْجَنَّةِ

”کہ میں نے حضرت جعفر کو دیکھا کہ وہ جنت میں اُڑ رہے ہیں۔“

بات یہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بازو اس جنگ میں قلم ہو گئے تھے تو اللہ کریمؐ نے انہیں جنت میں دونوں بازو عطا کر دیئے تھے۔

جَعَلَ اللهُ لَهُ جَنَاتَيْنِ يَطْبِيخُ فِيهِمَا



## جنگِ موتہ

تاریخیں کرام! — یاد رہے کہ جنگِ موتہ کا سبب یہ بنا کہ امام الانبیاء  
صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی غیر مسلم حکمرانوں اور عرب قبائل کے سرداروں کے نام اسلامی  
دعوت کے مکتوب گرامی ارسال فرمائے۔

ان میں سے اس زمانے کے مشہور والی بھوشن شرجیل بن عمرو غسانی کی طرف بھی  
حضرت عمارت بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط مبارک دے کر روانہ کر دیا۔  
حضرت عمارت بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے شاہی دربار میں پہنچے۔  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پیش کیا! —  
والی بھوشن شرجیل بن عمرو غسانی نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ —  
حضرت عمارت بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تعارف کرایا اور جواب دیا کہ بدرینہ  
نور سے آیا ہوں! —

شرجیل کہنے لگا۔

اچھا! تم محمد کے قاصد ہو! (صلی اللہ علیہ وسلم) —  
فرمایا! نہیں۔ صرت محمد کا نہیں، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا

صدا ہوں! —

محمد کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ کسٹن کر شرجیل غسانی آتش غضب میں جھڑک  
اٹھا اور بد بخت نے جوش غضب میں اگر حضرت عمارت بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید  
کر دیا۔

حضرت عمارت بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر عیب والی دہقان  
صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ فوراً جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا۔  
اور پھر۔ اسلام و کفر کی یہ عظیم جنگِ موتہ کے میدان میں لڑی گئی!

اس جنگ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت  
نے نبی پاک علیہ السلام کو اتنا غم ناگ کیا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ  
فرماتی ہیں کہ،

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے لیکن آپ کے  
چہرہ انور سے حزن و ملال ظاہر ہو رہا تھا اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
غم میں آنکھوں سے آنسو رواں تھے! —  
پھر آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد  
فرمایا!

بخاری شریف جلد ۵۲۶ ص ۵۲۶ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
زُرَّيْتُ جَعْفَرَ يَطْبِئُرُ فِي الْجَنَّةِ

کہ میں نے حضرت جعفر کو دیکھا کہ وہ جنت میں اڑ رہے ہیں۔

بات یہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بازو اس  
جنگ میں قلم ہو گئے تھے تو اللہ کریم نے انہیں جنت میں دونوں بازو عطا کر دیے تھے۔  
جَعَلَ اللَّهُ لَهُ جَنَاحَيْنِ يَطْبِئُرُ بِهِمَا



## جنگِ موتہ

قائدِ میرٹھ کرام! ————— یاد رہے کہ جنگِ موتہ کا سبب یہ بنا کہ امامِ الانبیاء  
علیہ السلام نے کئی غیر مسلم حکمرانوں اور عرب قبائل کے سرداروں کے نام اسلامی  
کے مکتوبِ گرامی ارسال فرمائے —————

ان میں سے اسی زمانے کے مشہور وادیِ بصرہ شرجیل بن عمرو غسانی کی طرف بھی  
حادث بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خطِ مبارک دے کر روانہ کر دیا —————  
حضرت حادث بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے شاہی دربار میں پہنچے —————  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوبِ گرامی پیش کیا! —————  
وادیِ بصرہ شرجیل بن عمرو غسانی نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ —————  
حضرت حادث بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تعارف کرایا اور جواب دیا کہ میرے

سے آیا ہوں! —————

شرجیل کہنے لگا —————  
اچھا! تم محمد کے قاصد ہو! (صلی اللہ علیہ وسلم) —————  
فرمایا اب نہیں۔۔۔ صرف محمد کا نہیں، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا

رہوں! —————

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## محمد بن قاسم



حضراتِ گرامی ————— اللہ کے پیروں میں سے ایک شیر محمد بن قاسم ہیں۔  
جو جس نے اٹھارہ سال کی عمر میں سندھ کو فتح کر کے اور ایک انتہائی ظالم اور عیاش  
ہندو راجہ داسر کو شکست دے کر وسیل کے قلعہ پر اسلام کا پرچم اٹھایا —————  
تفصیل اس دہچپ واقعہ کی پھر یوں ہے کہ  
سردانڈپ جو کہ آج کل سری لنکا کہلاتا ہے میں کچھ عرب تاجروں کو موت  
نے اپنی آغوش میں لے لیا —————

نوسراندپ کے حکمران نے بہت سے تحفے تحائف دے کر ان فرت شدہ  
عربوں کے بال بچوں کو ایک بحری جہاز پر ڈالیں بھیج دیا۔ مگر راستہ میں سندھ کے  
بحری ڈاکوؤں نے وسیل کے قریب ان عربوں کے قافلے والے جہاز کو لوٹ لیا اور  
عرب غارتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا —————

دو تین دن کے بعد جب ان ظالموں سے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو  
ایک نوجوان عرب مسلمان فیروزہ نامی لڑکی بلند آواز سے اور انتہائی دلگیر انداز میں بکاری۔  
یَا حَبَّابُ الْمَسَدِ! —————

عربی مسلمان مظلوم لڑکی کی یہ آواز ہوا کے دوش پر پرواز کرتی ہوئی جنتِ ج  
بن یوسف ثقفی جو کہ اس وقت خلافتِ اسلامیہ میں ایک مردِ آہن اور بھرہ کا گورنر

اور مذہبی اسلام کی پیشانی سندھ کے ڈاکوؤں سے نجات حاصل کر سکتی ہیں۔  
 اٹھو! جنت سے کام لو۔ خدا و رسول پر بھروسہ کرو فتح و نصرت

تمہارے قدم جو سے گی۔

اٹھو اور خلافت کی شمشیر برائے کوہِ سہو سے کرہو امیں لہراؤ تاکہ سندھ کے  
 راجہ و امرا اس کے بحری ڈاکوؤں کو پتہ چل جائے کہ  
 مسلمانوں کا خون ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اسلام کے سپاہیوں کی تلواریں  
 ابھی کند نہیں ہوئیں، ان کی دھار ابھی بھی نصفا میں ہلکتے ہوئے روئال کو دو نخت  
 کر سکتی ہے تو دشمن کی گردن اڑانا اس کے معمولی بات ہے۔

ججاج کی گرجدار آواز اور اس کا پر عزم ہوش و لولو دے خطاب نے مسلمانوں  
 کے دلوں کو گرا دیا۔ اور شوقِ شہادت کا جذبہ ان کے سینوں میں موجزن ہو گیا۔

بس پھر کیا تھا۔ اٹھارہ سال کا ایک نوجوان جس کا چہرہ حوش و لولو سے  
 گلزار ہو رہا تھا جھپٹ کر جمع سے نکلا اور میدان میں آکر ججاج بن یوسف کی تلوار  
 کو پکڑ کر دیا اور نصفا میں لہرایا جس سے میدان میں ایک بجلی سی کوند گئی۔  
 یہ جوان رضانا اسی ججاج بن یوسف کا بھتیجا محمد بن قاسم تھا جو اسل اسلامی

شکر کا سپہ سالار نامزد ہوا اور چھ ہزار سرفروزش سپاہیوں اور مجاہدوں کا سالار  
 بن نعرہ بکبیر و رسالت لگاتا ہوا دریائے سندھ کے بہروں سے کھیلنے اور بحری ڈاکوؤں  
 عرب کی پاکیزہ اور عفت آب خواتین کو رہا کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

محمد بن قاسم۔ حق و صداقت کا ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بن کر کفر و باطل کی  
 تمام چٹانیں مسمار کر کے اور دریائے سندھ کے "منسوط کن رول" کو اپنے لشکر کے  
 شہسواروں کے برق رفتار گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند کر راجہ و امرا کے شاہی بحلات

موت آتی تو درکنار۔ انہیں ذرہ بھر تکلیف تک بھی نہ محسوس ہوئی۔

اقبالِ رستم نے سچ کہا ہے!۔

کہ س۔ کبھی زیر بھی کرتا ہے کارِ ثریا قس!

یہ بات اٹل ہے کہ موت کا ایک وقت اللہ رب العزت کی طرف سے  
 معین ہے اور وہ عین اپنے مقرر وقت متعین مقام پر ہی آئے گی۔ مگر شہادت  
 تو زندگی کی معراج ہے اور شہادت کو تو موت پہنچنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔

جیسا کہ واضح قسب آتی حکم ہے کہ

"شہید کو مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں۔ مگر تمہیں ان کی زندگی کا

شعور نہیں ہے"



برائے اسلامی پرچم لہرانے کیلئے منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے نکلا۔

اور ایک آٹھویں و طوفان کی صورت مکران کے راستے وادی سندھ میں داخل ہو گیا اور چہر بن بیل کو مسخر کرتے ہوئے دیبل کے سامنے جا نکلا اور جلتے ہی شہر کا عامرہ کر لیا۔

اسلامی لشکر نے کئی روز تک شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اسلئے کہ دیبل شہر کے رہنے والے پوری ہمت و حوصلے سے مدافعت کر رہے تھے۔ حجاج بن یوسف کو اس صورت حال کی اطلاع دی گئی۔ تو اس کھلا بھیجا کہ تحقیق عرصہ کس سے سنگ باری کی جائے۔

کیونکہ پتہ چلا کہ شہر والوں کا حوصلہ اسلئے بلند ہے کہ شہر کے سب بڑے مندر کے سب اپنے گھس پر جو بھنڈا بھرا ہوا ہے، جب تک وہ نہیں گرتا شہریوں کے حوصلے بلند رہیں گے۔

یہ بات راجہ کی طرف سے مندر کے پنڈتوں نے شہر کر رکھی تھی۔ یہ بھنڈا اٹھا دینا اور اٹھا دینا تھا کہ شہر کی دیواروں کے باہر سے اسے گرایا نہیں جاسکتا تھا۔ نتیجتاً عرصہ کس کو ۵۰ آدمی اٹھایا کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف کے فرمان کی تعمیل کی گئی۔ تو دیبل کے مندر کا وہ مینار یا برج جس پر بھنڈا بھرا تھا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور اس کے گرتے ہی شہر والوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔

ایسا اشارہ راجہ داہر اپنے ارد گرد کے دوسرے راجاؤں کو ساتھ لاکر اسلام کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔

چنانچہ ہرمین آباد کے وسیع تر علاقہ کو میدان جنگ بنایا گیا۔

راجہ داہر ایک سفید ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کا راز میں اُترا۔ ہاتھیوں کے لشکر کی

جبل کو توڑنا اگرچہ ظاہر میں مشکل نظر آتا تھا۔

مگر اسلام کے جان نثار اور سرفروش مجاہدوں کی خدائی یلغار۔ راجہ داہر کے ہاتھیوں کو تنکوں کی طرح بہا کر لے گئی۔ مسلمان جان فروشوں کا حملہ اس قدر شدید اور زوردار تھا کہ ہاتھیوں کی تفصیل معمولی کنگریوں کی طرح بکھر گئی اور ہاتھی اس بڑی طرح بدحواس ہو کر اٹنے پاؤں بھاگے کہ انہوں نے اپنے ہی ہندو سپاہیوں کو روند ڈالا۔ مسلمان مجاہدوں کے اس حملہ کو دیکھ کر آسمان کے فرشتے بھی مرجا کر پکار اٹھے۔

راجہ داہر نے فرار ہونا چاہا مگر محمد بن قاسم نے برقی رفتار گھوڑے کو ایڑ لگائی اور راجہ داہر کے ہاتھی پر جا پہنچا اور بھرا پنی تیغ بڑاں سے راجہ داہر کے سفید ہاتھی کی سوند کاٹ دی اور داہر کو میدان میں مقابلے کے لئے لٹکارا۔

خونریز مقابلہ ہوا۔ راجہ داہر، محمد بن قاسم کی فولادی تلوار کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اور دھم دھم پیٹتے سے بدل کر محمد بن قاسم کی تیشیر تالدار کا شکار ہو گیا۔

راجہ داہر کے جہنم واصل ہونے کے بعد ہزاروں سندھیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور سندھ کے ڈاکوؤں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اس طرح اسلام کی قیدی دختران کو بھی رہائی نصیب ہوئی اور سندھ کو ناب الاسلام کا خطاب ملا۔



## طارق بن زیاد



طارق بن زیاد — بھی خدائی یلغار کے ایک سرفروش اور جرات مند غلام تھے۔ جن کی بہادری و شجاعت اور عزم و استقلال نے افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں کو پیدل عبور کر کے اندلس کے ساحل کو رات کے اندر چرے میں عبور کیا۔ اور پھر اپنے ٹھکانے غازیوں کی جماعت سے اندلس کے کلیساؤں میں اذانیں دیں۔

طارق ابن زیاد نے جب لشکر اسلام کے صوف سات ہزار سپاہیوں کو اندلس کے ساحل پر پھونکی چھوٹی کشتیوں کے ذریعہ اتارا۔ تو وہ جانتے تھے کہیں اسلام کے سات ہزار غازیوں کی ایک مٹھی بھر جماعت کو لے کر عظمت اسلام اور دین حق کی نشر و اشاعت کے لئے آیا ہوں۔

اور ان کو یہ بھی پتہ تھا کہ دشمن کی فوجی تعداد پچاس لاکھ ہے، بلکہ کئی کروڑ اندازاً کا ایک ملک ہے جہاں سب کے سب اجنبی اور عقیدے کے لحاظ سے بھی دشمن ہیں۔ مگر وہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اپنے بازوؤں کی قوت۔ اپنی تلوار کی کلاٹ اور لشکر اسلام کے سرفروشن مجاہدوں کے عزم و استقلال سے پوری طرح مطمئن تھے۔

اسی لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ لشکر اسلام ایک خدائی یلغار ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی اور اسی لئے انہوں نے بحر ظلمات کو عبور کرتے ہی اپنی تمام کشتیاں جلا دی تھیں۔

اقبال مرحوم کے بقول: —

طارق چون برکنارہ اندلس سفینہ سوخت  
گفتند کار تو بہر نگاہ ہے خسرو خطا است  
دوریم از سواد وطن باز چون رسم  
ترک سبب زردئے شریعت بکار دست  
خندید و دست خویش بشمشیر برد گفت  
ہر ملک ملک است کہ ملک خدا کے است

کہ طارق نے جب اندلس کے کنارے اپنی کشتیاں جلا دیں تو مسیحیوں نے کہا کہ یہ عقلمندی نہیں۔ اسلئے کہ اپنے وطن سے بہت دور رہیں اور اگر ضرورت پڑی تو ہم یہ دیرا کیسے عبور کریں گے۔ مسیحیوں کی یہ شکایت سن کر طارق مسکرایا اور اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر کہا کہ دنیا کا ہر ملک ہمارا ہے۔

اسلئے کہ ہر ملک ہمارے خدا کا ہے اور ہم خدائی یلغار کے سپاہی ہیں۔

اور پھر جب طارق کے حکم سے اسلام کے بہادر اور شہیدوں مجاہد اپنی کشتیوں کو جلا رہے تھے تو کائنات کا فرو فرو خاموش تھا۔ فطرت مکار ہی تھی۔ آسمان کے فرشتے حیران تھے اور خود اس کے سامنے پریشان تھے، لیکن طارق کے چہرے پر نہ کوئی پریشانی تھی نہ کوئی ہشاشمی۔ نہ کسی خوف کے آثار نمایاں تھے۔

وہ اپنی جگہ باسکل مطمئن تھا۔ اور پھر اس نے اپنے مضبوط بازوؤں کے آہنی پھل میں اپنی فولادی تلوار پکڑ لی اور اسکو کئی بار چمکا اور بارگاہ الہی میں سجدہ ریز ہو گیا اور یہ دعا کی کہ

الہی یہ تیرے پر اسرار بندے  
جنہیں تو نے بخشا ہے فوقِ خدائی



شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن  
شمال غنیمت نہ کشور کشائی  
کشادہ در دل نہ کھتے ہیں اسکو  
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں



دل مرد مومن میں پھر زندہ کر دے  
وہ بھجلی کہ تھی نیکو کشائی میں  
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے  
نگاہ مسلمان کو تلوار کر دے

مسلمانوں نے اندلس کے ساحل کو عبور کرتے ہی نماز کے لئے اذان  
دی اور پھر بارگاہ اسلامی لشکر خدا کے حضور میں سربسجود ہو گیا۔ شاہ و گدا کا امتیاز  
اٹھ گیا۔ اسیروں کی تین تہیں رہی اور سپاہی و سپہ سالار کا فرق مٹ گیا۔  
ایک عین لڑائی میں اگر وقت نماز  
قبلہ رہے ہوئے زمین بوس ہوئی تو مجاز  
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و مایار  
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بے بند و نواز  
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے  
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اذان کی آواز ایک ایسا سوز تھا جو غم و غمناکی سے بھر آیا اور اس پر سوزنے  
اندلس کے دو کروڑ انسانوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس لئے کہ ان کے کان ابھی تک اسلام

حق سے نا آشنا تھے۔ کلہ قریب دیکر پر سوز اور معشوقی آواز نے جہاں عوام کو حیرت میں ڈال  
دیا تھا وہاں اس صدائے اللہ اکبر نے اندلس کے شاہی محللات میں بھی کھلبلی مچادی  
غوراً غوار سے بجا دیئے گئے اور ہر طرف شاہی قاصر مختلف علاقوں میں روانہ کر دیئے  
گئے تاکہ ہر علاقے کا گورنر اپنی اپنی فوج لے کر اندلس کے صدر مقام پر پہنچ جائے۔

چنانچہ دن پڑھتے ہی تمام صوبوں کے گورنر اور امراء شاہی فرمان کے مطابق اپنے  
اپنے سپاہیوں کے دستے لیکر اندلس کے شاہی مہمان خانے میں جمع ہو گئے اور پھر ایک  
جلسہ ہوا۔ اندلس کے سرحدی گورنر نے ایک پرجوش تقریر کی۔

اور کہا — اے اندلس کی مقدس سرزمین کی حفاظت کرنے والے بہادر و  
بجھے معلوم ہو رہے ہیں کہ ایک لشکر نے اندلس کے ساحل کو عبور کیا ہے جس سے معلوم ہوتا  
ہے کہ وہ اندلس پر حملہ کر کے ہماری عزت و آبرو کو تاراج کرے گا۔ ہمارے سرور و عزت کا تاج  
آوارہ پا جاتا ہے۔

ان کے لباس پھٹے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں ٹوٹی تلواریں ہیں۔ وہ نہ کوئی  
شان و شوکت رکھتے ہیں اور نہ کوئی زینت و زیبائش اور اگرچہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے  
لیکن ان کے حوصلے بہت بلند ہیں۔

ایسے اٹھو اور اندلس کی مقدس سرزمین کی رکھوالی کے لئے تلواریں سونت لو اور شاہی  
تخت و تاج کی حفاظت کے لئے تیرے حلقوں پر چڑھا لو اور ہر مرنی حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑو۔  
ہمت کرو اور اپنے معبودوں اور کلیساؤں کی عزت پر کٹ مرو۔ ہماری فریادیں تلواروں کے ساتھ  
ساتھ تمہارے بزرگ پادریوں کی دعائیں بھی شامل حال رہیں گی۔

تقریر کی اس تقریر نے جمہوریوں کے لشکر میں ایک آگ لگا دی اور۔ ان کی آنکھیں  
غضبناک آنکھیں شعلے برساتے لگیں۔ اور پھر تقریر و ترقی کے زیرِ کمان خدا اور رسول کے دشمن

اور دین کے باقیوں کا ایک لشکر جو اس کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی، بڑی شان و شوکت سے میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ سونے اور چاندی کے دستوں والی جھلکی کرتی ہوئی تلواریں۔ لعل و جواہرات سے مزین ہلے ہلے ہاراجہم پراٹھس و کھنڈی کے بہتری لباس۔ گھوڑوں کے سٹوں میں چاندی اور سونے کے خول۔ بہتری مزین زین و کاٹھیاں۔ جنگ و رباب کی محفلیں، رقص و سرور کی مجلسیں۔ جام و شراب کے دور۔ نقاروں اور ڈھولوں کا شور۔

ناچے گاتے اور باجے بجاتے اور چھوٹے بھاتے اور بڑے کبر و نخوت اور بکھر و غرور کے ساتھ جارہے تھے۔

اور اراوہر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ کوئی زیب و زینت تھی اور نہ کوئی شان و شوکت نہ کوئی آرائش و زیبائش اور نہ ہی کوئی آسائش و نمائش۔ جسموں پر کھدے کے لیے لیے کٹتے سروں پر سفید کفن کے کپڑے۔ بکھرے اور بے ترتیب بال، اچھے ٹہوئے لباس۔ ٹوٹی ہوئی تلواریں جیسے اور شکستہ نیزے۔ نہ کوڑے تھے اور نہ ہی جوڑے۔ نہ ماقی اور نہ گھوڑے۔ منہ میں روزے زبان پر اللہ کا نام اور پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے۔

اور دلوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام، لیکن دنیاوی شان و شوکت اور عارضی زیب و زینت نہ ہونے کے باوجود بھی ان کے چہروں پر آفتاب اسلام کی بہتری کوئیں نمایاں تھیں اور ان کا عجب و دہرہ اور توحید کے جلال سے سر زمین اندلس لرزنا تھا کہ وہ جنگ کو ایک کھیل اور موت کو زندگی کی کامیابی سمجھ کر اسلام کے باقیوں کے ساتھ اپنے وطن سے ہزاروں میل دور آکر لڑنے والے تھے۔

اندلس کے مجوسیوں کا یہ ٹڈی دل لشکر تدریس کی زیرِ کمان جب میدان جنگ میں پہنچا، تو مسلمان اس کی شان و شوکت، جگہ و جلال کو دیکھ کر، ان کا سامان جنگ اور ہتھیار

و سامان و سپاہ کو دیکھ کر کھچر کھچر کر رہا۔ سونے تو اسلام کے شیر دل مجاہد طارق ابن زیاد نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھانے کے لیے ایک دلوں انگیز تقریر کی اور فرمایا!

کہ اے مادرِ اسلام کے بہادر بیٹو! اللہ کی توحید کے پرستار اور ناموس رسول کے پاسبانوں۔ تم کفر کی ظاہری قوت و طاقت اور شان و شوکت سے گھبراتے کیوں ہو۔ ہم جس اللہ کی توحید کا پیغام اور جس رسول کی رسالت کا اقرار و پیغام سنائے اور منوانے کے لیے یہاں آئے ہیں۔ ان کی تائید و نصرت ہر وقت اور ہر حالت میں ہمارے ساتھ ہیں۔ اس میں کسی قسم کے شبہ کی کوئی بات نہیں۔

یہ نئے کشتیاں ایلے جلا دی تھیں کہ اگر ہمیں شکست بھی ہو تو ہم اپنے شکست خوردہ منہ لے کر واپس نہ جاسکیں۔ اب اگر تم واپس جانا بھی چاہو تو جا نہیں سکتے۔ ایلے کہ ہمارے پیچھے سمندر کی طوفانی لہریں اور ان موجوں میں ڈوب کر فنا ہو جاؤ گے۔ اور آگے بڑھو تو دشمن ملتے ہے۔ پیچھے جاؤ گے تو طوفانی لہریں تمہیں نکل جائیں گی اور آگے بڑھو گے تو دشمن کی فوج سے لڑ کر شہید ہو گے تو نلاج پا جاؤ گے۔

پیچھے ہٹنا بزدلی ہے اور آگے بڑھنا..... بہادری۔ اٹھو اور اللہ اور اس کے رسول پر تمہارا بھروسہ ہے شہادت بھی کامیابی اور غازی بننا بھی باعث عزت و عظیم۔ تم دو فوج طرح ہی کا بیاب و کامران ہو۔

اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے دشمن پر شیروں کی طرح ٹوٹے پڑو اور اندلس کے آتش کدوں کو اللہ اکبر کی آواز سے بجھا دو اور انہیں ٹھنڈے کر دو۔

بس پھر کیا تھا۔ طارق کی اس تقریر نے لشکر اسلام کے خون کو گرمادیا اور پھر ان بارہ ہزار غازیان اسلام نے تلواریں بلند کیں۔ کمانوں میں تیر چلیں پھر چڑھائے اور خیر سے تان کر تیار ہو گئے۔ طارق ابن زیاد کے ساتھیوں کی تعداد اوشات ہزار تھی مگر بعد میں دشمن کی کثرت و تعداد

کے پیش نظر موسیٰ بن نصیر نے مزید پانچ ہزار سواروں کی کمک روانہ کر دی تھی۔

ادھر فوج کفر کی طرف سے طبل جنگ بجا اور ادھر لشکر اسلام کی اللہ اکبر کی آواز فضا  
اندلس میں گونجی اور بھر دیکھنے ہی دیکھتے اسلام و کفر کی جنگ کے شعلے جھلک اٹھے اور  
حق و باطل کا ایک ہولناک معرکہ شروع ہو گیا۔ اگرچہ یہ اسلام اور اللہ کے بہادر سپاہی بڑی  
جے جگمگی سے لڑ رہے تھے۔

تو دوسری طرف دشمن کے فوجی بھی اپنی آنا اور غربت کی جنگ لڑ رہے تھے اور وہ  
جان توڑ کر مقابلہ کر رہے تھے۔

صبح سے یکسر شام تک حق و باطل کی دونوں طاقتیں پوری جرات سے لڑتی رہیں۔  
تو اس آپس میں لڑائی میں اور تیروں کی بارش ہوتی رہی۔

اور اگرچہ دشمن کی فوج کے سپاہی جان توڑ کر رہے تھے، لیکن کئی بار ان کے قدم اکھڑ  
اور بڑی کوشش کے بعد سنبھل گئے۔

آخر کار دن کی روشنی پر رات کی تاریکی چادر چھا گئی اور دونوں طرف کی فوجیں الگ  
ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس آ گئیں۔

کفر کے خیموں میں ساری رات شراب و شباب کا شور مچتا رہا اور سرور و جام کے فہر  
چلتے رہے۔ اور اسلامی لشکر میں ساری رات عبادت اور دعا میں ہوتی رہیں۔ کفر کے  
سپاہی شراب پل کر ساری رات ناچتے رہے اور اسلام کے غازی ساری رات سوچتے رہے  
فوج کفر کے جو ان ساری رات بے حور و جفا کرتے رہے۔ اور لشکر اسلام کے مجاہد ساری  
رات اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ و ریز ہو کر شمع و کایابی کی دعائیں اور دعا جاتیں کرتے رہے۔

اگلے صبح ہوتی تو جنگ کے دونوں لشکروں کے سپہ سالاروں نے اپنے اپنے  
بہادر رزمیہ کا خون گرائے اور ان کو بخش دلاسنے کے لیے تقریریں کیں۔ اور پھر میدان جنگ

گرم ہو گیا اور پھر تلواروں کی جھنکار سے جنگ کا میدان عرصہ محشر بن گیا اور پھر تیروں کی  
بارش سے اندلس کے ساحل پر ایک طوفان برپا ہو گیا۔

دونوں طرف کے بہادر لڑے اور خوب لڑے۔ اگر ایک طرف سے اسلام کا  
پلہ بھارا ہوتا تو دوسری طرف سے کفر کا دباؤ ٹھہر جاتا۔ سارا دن لڑتے گزر گیا، لیکن صبح  
آج بھی کچھ نہ نکلا اور اس طرح سات دن متواتر حق و باطل کی جنگ ہوتی رہی لیکن فیصلہ  
کسی کے حق میں نہ ہو سکا۔

آخر جب آٹھویں دن کا سورج طلوع ہوا تو طارق ابن زیاد نے اپنے لشکروں کو  
کہا کہ آج انشاء اللہ لڑائی فیصلہ کن ہوگی اور فیصلہ بھی ہمارے حق میں ہوگا۔ اٹھو اور  
دشمن پر خمدائی یلیغار بن کر ٹوٹ پڑو۔ اور وہ دیکھو ہماری فسطح کا سورج طلوع  
ہو کر پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے۔

اور پھر یہ خدا کی یلغار کا لشکر اسلام کفرستان اندلس پر حملہ آور ہو گیا۔ خدا  
جانے آج کے دن کو کئی جیسی طاقت اور امداد مسلمانوں کے ساتھ تھی کہ حملہ ہوتے ہی  
دشمنوں کے منہ پھر گئے۔ اور ناموس اسلام کے یہ بارہ ہزار محافظ غازی اس شجاعت  
اور جرات پروردی سے لڑے کہ جس طرف کا رخ کرتے کافران کے سامنے سے بھاگ کھڑے  
ہوتے۔ اور طارق نے اپنی تلوار کو میدان جنگ میں ایک بار پھر چروا۔

وہ بجلی کی تیزی سے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر زریق سپہ سالار دشمن افواج  
کے سر پر جا پہنچے اور اس کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر زہر آلودہ نیزہ اس کے سینہ کے  
پار کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اپنی فولادی تلوار سے ایک بھر دو وار کر کے اس کی گردن کاٹ  
دی۔ اس کے جسم سے خون کا نوارہ بہہ نکلا۔ گردن کاٹ گئی اور لعل و جوہرات سے وضع  
بڑا موتی تاج شاہی اور گلے میں پڑے ہیروں اور موتیوں کے ہار بھی زمین پر پڑ گئے۔

بس پھر کیا تھا کہ اڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا اور اندلس کے فرجی اپنے امیر کی موت کے بعد گھبرا گئے اور ان کے قدم اکھر گئے۔

اندلسی میدان کو چھوڑ کر اپنی جانوں کو بچانے کے لئے بھاگ نکلے۔ طارق نے ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان مجاہدین نے ان کا دور تک تعاقب کیا۔

طارق ابن زیادہ نے اسلام کی اس فتح پر سجدہ شکر ادا کیا اور پھر تمام مسلمان بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ اور اس طرح اس خدائی یلغار نے اندلس کے آشکدوں میں گلشنِ توحید کے پھول کھلائے۔

اس جنگ میں اسلامی لشکر کو اس قدر مالِ قیمت ہاتھ آیا کہ اندلس میں مسلمانوں نے مسجدوں اور مدرسوں کی بنیادیں رکھیں۔ یہ طارق ابن زیادہ اور اس کے ساتھیوں کے قدموں کا نتیجہ تھا کہ اندلس نے آٹھ سو سال تک علم و ادب، سنسکرت، ہندو مت اور ہنری دھرم دیکھا کہ آج کا جدید یورپ کا وہ تصویر پیش نہیں کر سکتا۔



## محمود غزنوی



کیا نہیں ہے اور غزنوی کا رگہ حیات میں بیٹھے ہیں کب منتظر اہل حرم کے ہوتا!



محمود غزنوی بھی خدائی یلغار کا ایک خوب نمونہ اور خیریت مند غازی تھا جس نے اپنی قوتِ ایمانی اور اپنے مرشد کی غلامتِ روحانی سے ہندوستان کے تعلقوں میں اللہ کی توحید کی آواز کو بلند کیا۔

اور جس نے کفرستانِ ہند کے سب سے بڑے بت سونات کو اپنے اسلام کے گرز سے پاش پاش کر کے اہل ابراہیمی اور سنی مصلحتی کو ایک بار پھر زندہ کر دیا۔

کون محمود؟ جو اسلام کا ایک بہادر غازی، اللہ کا سرفروش بانی دین کا غیرت مند مہاجر اور میدانِ جنگ کا صفت شکن شیر ہوئے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کا عظیم خلیق، خلیفہ موم و صلوات کا پابند، شب بیدار عابد، تہجد گزار، زاهد اور عدل و انصاف کا پسیدہ حکمران بھی تھا۔

اور اس کے عدل و انصاف کی معمولی سی ایک داستان یہ ہے کہ ایک دن وہ اپنے تخت شاہی پر ٹھکان تھا اور اپنی رعیت کے دکھائیوں، غریبوں، لاچاروں، مجبوروں



مظلوموں کی فریادیں سن رہا تھا کہ ایک عجیب و غریب جلتے کا آدمی اس کے دربار میں  
حاضر ہوا۔ اسکا لباس تازہ تھا اور بال گرد میں اٹھے ہوئے۔ جس کا جسم تو جلال  
اسی سے لاپ رہا تھا لیکن غصے میں اس کی آنکھیں خون بہتے ہوئے تھیں۔  
شاہی درباروں نے اس کا راستہ روکنے کا ہڑ جتن کیا لیکن وہ محمود غزنوی  
کے سامنے حاضر ہونے پر مہر تھا کہ اہلک محمود غزنوی کی نظر اس بڑی اور دربان کو  
کہ اسے اندر آنے دیا جائے۔

وہ بڑی شان بے نیازی سے محمود کے پاس پہنچ گیا۔  
محمود نے پوچھا۔ نوجوان کیا بات ہے؟

اس شخص نے عرض کی۔ عایجاہ! میری غیر موجودگی میں شاہی خاندان کا ایک فرد  
ت کو میرے گھر آتا ہے۔ اگر شریعت مصطفیٰ میں یہ جائز ہے تو میرا کوئی قدر نہیں،  
اگر یہ جرم ہے تو اس کو روک کر میری دادرسی فرمائی جاوے۔

شاہی خاندان کے ایک فرد کے بارے میں یہ ناپاک حرکت کا سن کر محمود غزنوی کسے  
ہول میں خون اُترا یا۔

محمود نے کہا کہ واقعی تم کچھ کہتے ہو کہ وہ شاہی خاندان کا فرد ہے؟

اس شخص نے کہا کہ اگر میری بات غلط ہو تو آپ کو حق ہے کہ جو بھی سزا چاہیں دیں!  
محمود نے اسکو کہا کہ اب تم جاؤ۔ اور پھر جب کبھی ایسا اتفاق ہو تو فوراً مجھے اطلاع دینا  
دربان سے کہا کہ جب بھی یہ شخص مجھ سے ملنا چاہے اسے روکا نہ جائے۔ اسے ابھی طرح

ان لڑا۔

چنانچہ ایک رات ایسا ہی ہوا کہ محمود غزنوی اپنے دیوان خانے میں موجود تھا کہ اس  
کا آدمی نے زنجیر ہلا دی۔ دربانوں نے اسی وقت محمود کو اس کے آنے کی خبر دی۔

محمود اپنی خواب گاہ شاہی سے اٹھا اور پوچھا کہ اس وقت کیوں آئے ہو؟  
اس نے عرض کی اسے ظن الہی! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ میرے بھی ایسا ہوتا ہے  
دینا۔ سو جہاں پناہ۔ اس وقت شاہی خاندان کا وہ فرد میرے گھر میں موجود ہے۔  
محمود غزنوی غصے سے اٹھا۔ فگ تلواریں ہاتھ میں لی اور آدھی رات کے وقت  
اس غریب کے ساتھ چل دیا۔ اور پھر جب اس غریب کی ٹوٹی ہوئی بھونٹڑی میں بیچیا  
تو سراج جل رہا تھا۔

اور محمود غزنوی نے ملزم کو پہچان لیا۔ اور حکم دیا کہ فوراً چراغ لگو کھجاو۔  
اور پھر رات کے اندھیرے میں تلوار کا وار کر کے ملزم کے دہکڑے کر دیئے۔  
اور پھر کہا کہ مجھے لڑا پانی پلا دو۔

محمود غزنوی کی ان عجیب و غریب باتوں اور حرکات کو دیکھ رہے تھے مندر انسان  
حیران ہو گیا۔

اور پھر عرض کی کہ۔ عایجاہ چراغ بجھانے میں کیا رہا تھا۔ اور ملزم کو قتل کرنے  
کے بعد فوراً پانی پینے میں کیا بھید تھا۔؟

محمود غزنوی نے کہا کہ چراغ اسلئے بجھا دیا گیا تھا، کیونکہ میں نے پہچان لیا تھا کہ  
ملزم میری بہن کا لڑکا تھا۔ اسلئے مجھے لگتا ہوتا کہ چراغ کی روشنی میں مجھے ملزم پر دم  
نہ آجائے۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ملزم بیچ جائے اور میرے ہاتھوں سے عدل و انصاف  
کا نام چھوٹ جائے۔

اور ملزم کو قتل کرنے کے بعد پانی اس پیئے پیا تھا کہ جس روز پہلی مرتبہ تم میرے  
دربار میں فریاد لیکر گئے تھے تو میں نے اسی روز سے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک تمہارے  
ساتھ انصاف نہ ہوگا میں پانی نہ پیوں گا۔

جس مسلمان حکمران کا اپنی رعیت کے ایک غریب آدمی کے ساتھ یہ حال ہو کہ وہ  
انصاف کرنے وقت اپنے حقیقی بھائی کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہ کرے تو پھر ایسے

مسلمان کو کون شکست دے سکتا ہے اور ایسے مسلمان بادشاہ کی تلوار کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے تین سو راجپوت راجاؤں کی قوت اور سونہات کے بہادری کے لاکھوں بھاریوں کی طاقت بھی محمود غزنوی کی قوتِ ایمانی کے سامنے پانی کا ایک بلبلہ سا ہو کر رہ گئی۔

اس نے ہندوستان پر اٹھارہ حملے کئے اور وہ ہر بار کامیابی و فتح پائی سے واپس لوٹا۔ اور پھر آخری بار جب وہ سونہات کے بت کو توڑنے کے لئے چالیس ہزار ہاتھ مار سپاہیوں کو لیکر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس کا یہ لشکر اسلام خدائی یلغار بن گیا۔ لیکن حملہ کرنے سے پہلے وہ اپنے مرشد پاک حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اندری میں حاضر ہوا۔

اور عرض کی۔ آقا میں ہندوستان کے سب سے بڑے بت کو توڑنے جا رہا ہوں۔ میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کامیابی و فتح عطا فرمائے۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا کہ محمود جاؤ اور میں دعا بھی کروں گا اور یہ میرا کرتہ بھی لیتے جاؤ۔ میدانِ جنگ میں اگر ضرورت پڑی تو تمہارے کام آئے گا۔ مرشد پاک کا کرتہ لے کر محمود غزنوی چالیس ہزار سوار مسلمانوں کے ایک لشکرِ جبار کیا جو آواز پڑا۔ ہندوستان کے تین سو راجپوت اور بہادر ہوں اور سونہات کے لاکھوں بہادر ہوں و محافظوں کی تلواریں بھی مقابلے میں ہوا اٹھیں۔

اسلام کا یہ مجاہد، صفِ شکن غازی، اور اللہ کا شیر، اپنے جانشین لشکر کو لیکر شیرازی طرح بھاڑتا ہوا غزنی سے چنی کے راتے سرزمینِ ہند میں داخل ہو کر بلوچستان، سکھ اور پٹنہ کے ریگستان سے گزرتا ہوا سونہات کے سامنے جا نکلا۔

ادھر۔۔۔ بہادر ہوں کا حفاظت کیلئے پورے ہندوستان میں مذہبی جنگ کے اعلان سے بعد یہاں کا ہر مذہب اپنی ساط کے مطابق اس جنگ میں شریک تھا۔

ادھر مہادیوی کی جے کا جیکارہ اٹھا تو دوسری طرف محمود غزنوی کے مجاہدوں نے اللہ اکبر کا نعرہ مستانہ بلند کیا جس نفاٹے سونہات گم ہو کر رہ گئی اور یہ گونج پور سے ہندوستان کی نفاٹہ پر بھاگ گئی۔

سونہات کے بھاریوں نے محمود غزنوی کی آمد سے قبل ہی اعلان کر دیا تھا کہ اپنے مہادیوی کی عزت کی محافظت کرتے ہوئے جو بھی مارا جائے گا وہ سید بھاسورگ کو جانے گا۔ ایسے اس لایعنی مسلمان کے ماتھے پر بھارت ماتا کے جنگی جونیوں میں ایک جوش سا پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ مہادیوی کی مخالفت کے لئے اپنے سرورھ کی بڑی سگنے پر پوری طرح تیار ہو چکے تھے۔

جنگ سے پہلے محمود غزنوی نے اپنے بہادر مجاہدوں سے کہا۔۔۔ کہ اسے میرے شیروں جوانوں۔ اسلام کی آبرو کے بھگیاؤ۔۔۔ ناموسِ رسالت کے پاس بانو اور اسے خلعِ توحید کے پروانوں۔ حق و باطل کی یہ آخری جنگ اور اسلام کو کفر کا یہ آخری معرکہ ہے۔

اور ہم اپنے وطن سے ہزاروں میل دور کسی مادی خواہش اور ذاتی مقصد کو پورا کرنے کے لئے نہیں آئے۔ اور ہمارے سامنے یہاں کے سونے چاندی کے خزانے بھی نہیں۔

ہیں۔۔۔ بلکہ ہم تو کفرستانِ ہند میں اسلام کی شمع روشن کرنے اور۔۔۔

ہندوستان کے بت خانوں میں اللہ کی توحید کا پرچم لہرنے کے لئے آئے ہیں۔

ایسے اب ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ فتح یا شہادت!۔۔۔

بس پھر کیا تھا۔ محمود کہ اس تقریر نے لشکرِ اسلام کے دلوں میں امیدِ فتح اور شہادت کی آگ بھڑکادی۔

اور پھر نعرہ بکیر سے سرزمینِ ہند بھی لرز اٹھی۔ خدائی یلغار آگے بڑھی اور میدان سے

کارزار گرم ہو گیا۔

دونوں طرف سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ کندیں پھینکی گئیں اور تلواریں منکرنے لگیں۔

مہادیو کی جے — اور — اللہ اکبر کی آواز قدم قدم پر اٹھنے لگی۔ وہ اپنے جھوٹے خدا سونمات کے بت کی حفاظت کے لئے اور یہ اپنے معبود برہمن کی توحید کی پاسبانی کے لئے لڑ رہے تھے۔

وہ لڑنے کو تو میدان میں آسکے تھے، لیکن میدان جنگ میں مسلمانوں کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔

کہ مندریوں میں بیٹھ کر ہیریاں کھاتی تو آسان ہے۔ لیکن میدان جنگ میں مسلمانوں کی تلواروں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ لشکر اسلام کا دباؤ بظاہر بظہار تھا۔ اور پھر راجپوت راجوں اور سونمات کے برہمنوں کی سرکردہ مدافعت کے باوجود بھی — لشکر اسلام آگے بڑھتا گیا اور مندر کی تفصیل تک پہنچ گیا۔

کئی دن تک اس تفصیل کے ارد گرد حق و باطل اور توحید و شرک میں جنگ ہوتی رہی، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

اسی اثنا میں محمود غزنوی کو اپنے مرشد پاک خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے کُرتے کا خیال آ گیا۔

”اُس نے وضو کیا، دو اُٹھل پڑھے اور سب سے پہلے سر کا رنگہ الہی میں التجاہ کی کر۔ اے میرے اللہ میں کسی ظلم کی عرض یا کسی نفسانی خواہش کے لئے نہیں بلکہ صرف تیری توحید کی آبرو اور تیرے رسول کی ناموس کی خاطر اور ہندوستان کے ظلمت کو میں تیرا نام

لہذا کرنے اور کفرستان ہند کے بت خانوں میں تیرے نام کی اذانیں دینے اور — رام کرشن کے برتاروں کو تیرے محبوب پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پیغام سنانے کے لئے لڑ رہا ہوں۔

اس لئے اپنے ایک مقبول بندے کے اس مقدس کُرتے کے مدد سے میں تجھے کفر پر منتج نصیب فرماؤ۔

محمود غزنوی کی یہ التجاہ قبول و مقبول ہو گئی۔ اور اس نے ایک بار پھر اپنے لشکروں کو اپنی پُرسوش تقریر سے گرا دیا۔

اور پھر ایک ایسا پُرسوش جملہ کیا کہ ہندوستانی راجے اور مہادیو کے محافظ و پوجت — رام کرشن کو دہائی دیتے ہوئے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

جنگ ختم ہو چکی تھی اور یہ خُشخانی لغار اس فتح و نصرت پر سجدہ شکریہ ادا کر رہا تھا۔ محمود غزنوی اپنے فولادی گزہ کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑ سونمات کے ہتھانہ کے اس احاطہ میں داخل ہوا۔ جہاں اس وقت کے ہندوستان کی تہذیب و تمدن کی شرمناک اور ذلیل سے ذلیل ترین سرکتیں ہوتی تھیں۔

میدان جنگ کے بچے بچے راجاؤں، برہمنوں اور پوجتوں نے محمود کے پاؤں کو بکھڑایا اور ہاتھ جوڑ کر درخواست کی کہ

ہمارے مہادیو کو نہ توڑیں۔ اس کے بدلے میں آپ جتنا چاہیں اسونا اور زرد جوہرات چاہیں لے لیں۔ اس کے علاوہ خزانہ دولت اور جو کچھ آپ چاہیں لے لیں۔

اس کے جواب میں — اس اسلام کے بت شکن جہاد نے اپنا فولادی گزہ اٹھایا اور مہادیو کے سر پر مارا۔ اور مہادیو کے ٹکڑے ہوئے۔ مندر میں بکھر گئے محمود نے کہا

کہ میں بُت فروش نہیں بلکہ بت شکن کہنا زیادہ پسند کرتا ہوں! اور بت کے ٹکڑے کرنے کی جتنی



کرے۔ — حق پرستوں کی اگر کی تو سنے دیجوئی نہیں  
 طعنہ دیں گے بہت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

بعض متعصب موزخون اور ہندوستان کے کینہ پرور ہندوؤں نے محمود  
 کو ایک لیڈر اور ڈاکو ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اس لیے کہ کسی مذہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کرنا اصراروں کے سونے چاندی  
 کے خزانے لوٹ لینا کوئی بہادری نہیں ہوتی۔

لیکن — وہ نہیں جانتے کہ محمود غزنوی ایک پکا سچا مسلمان تھا۔ اور صحیح  
 معنوں میں مذہب پرست، ایسے اس کے مذہب میں ہتھوں کو توڑنا عین اسلام تھا۔  
 اور عمل ابراہیمی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سونے اور چاندی کے خزانے محمود کے  
 لئے مالِ غنیمت تھے۔

۶ ستمبر ۱۹۹۵ء کو رات کے اندھیرے میں ہندوستان کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان  
 پر اچانک حملہ کر کے جب اسلام کو لاکار اتو وہ شاید یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ

مہاراج ایہیہ کھید تلوار دی اسے  
 جنگ کھید نہیں ہوندی ترانیاں دی

اور پھر اپنے ملک و ملت کی آزادی و وقار اور اسلام کی آبرو کی حفاظت کے لئے  
 جب صدر پاکستان محمد ایوب خاں کی بہادری و قیادت میں اسلام کا لشکر مقابلے میں آیا تو یہ بھی  
 ایک ”خدا دانی یلغار“ تھی۔ جس کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی جرأت و شجاعت کی ضرورت  
 تھی۔ لیکن اس خدا دانی یلغار کے گاتھوں پر عازم ہندوستان کے جنگی جنوئروں کی دولت آئینہ  
 شکست نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بھارت مانس کے بڑوں بیٹوں کے پاس نہ کوئی جرأت ہے اور  
 نہ کوئی شجاعت۔ اور نہ کوئی حوصلہ ہے اور نہ کوئی استقلال۔

اور پھر کسی مذہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کرنے اور سونے اور چاندی کے خزانے  
 کو حاصل کرنے کے سبب محمود غزنوی کو ڈاکو اور لیڈر کہنے والے ہندو یہ بتائیں کہ —  
 اس جنگ میں تم نے کون سی بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ رات کے اندھیرے میں  
 جنگ کا اعلان کے بغیر اچانک حملہ کر دینا۔

اور بچوں کو قتل اور عورتوں کو اغوا کر لینا اور پھر مسجدوں کو جلا ڈالنا۔ ڈاکوؤں اور لڑکوں  
 کا کام نہیں تو۔ — اور کیا ہے؟ —

کشیپور کے غلام مسلمانوں پر ظلم و ستم، جبر و تشدد اور ان کو قتل کرنا۔ اس جرم کی سزا  
 ہے کہ وہ ہندوستان کے ظالم حکمرانوں اور بھارت کے دشمنی درندوں سے غلامی کی زنجیریں  
 توڑ کر آزاد ہونا چاہتے ہیں۔

حلا کہ آج سے اٹھارہ سال قبل انگریزوں کی غلامی سے نجات پانے اور غلامی کی  
 زنجیریں توڑنے کے لئے انگریزی ہندو بھی وہ سب کچھ کر چکے ہیں جو آج کشیپور کے مسلمان  
 کر رہے ہیں۔

عدم تشدد سے ایک رقم کیس۔ جلیا نو سے باغ کی گولیاں اور جیل خانوں کی سلاخیں  
 اس بات کی گواہ ہیں کہ اپنی آزادی کے لئے جلیوں میں بھی سکاڑے جاتے تھے اور مظاہرے  
 بھی جوتے تھے۔

فرنگیوں کی سامراجی طاقت کے خلاف تقریریں بھی ہوتی تھیں اور مضامین  
 بھی لکھے جاتے تھے اور تحریک آزادی کے کایاب بنانے کے لئے باؤگاندھی کے  
 عدم تشدد کے نظریے کو پھیل کر ریل کی پٹریاں تک اکھاڑ دی جاتی ہیں۔

اور سرکاری دفتروں اور ریٹوں سے ایشیائیوں کو آگ تک لگا دی جاتی رہی اور سردار  
 بھگت سنگھ کو دائرے کی گاڑی پر پھینکنا پڑا۔



اگر وہ سب پچھ دیس جھگتی "مٹی تو آج کشمیر کے مسلمانوں کی یہ تحریک آزادی  
 بغاوت کیوں ہے؟ ————— جس کو کچلنے کے لئے ہندوستان کے وحشی  
 زندے اور ظالم حکمران ان پر جو ظلم و ستم کر رہے ہیں اس کی مثال تو ہندوستان برطانوی  
 راج کے دوسرے تسلط بھی پیش نہیں کر سکتا۔ —————

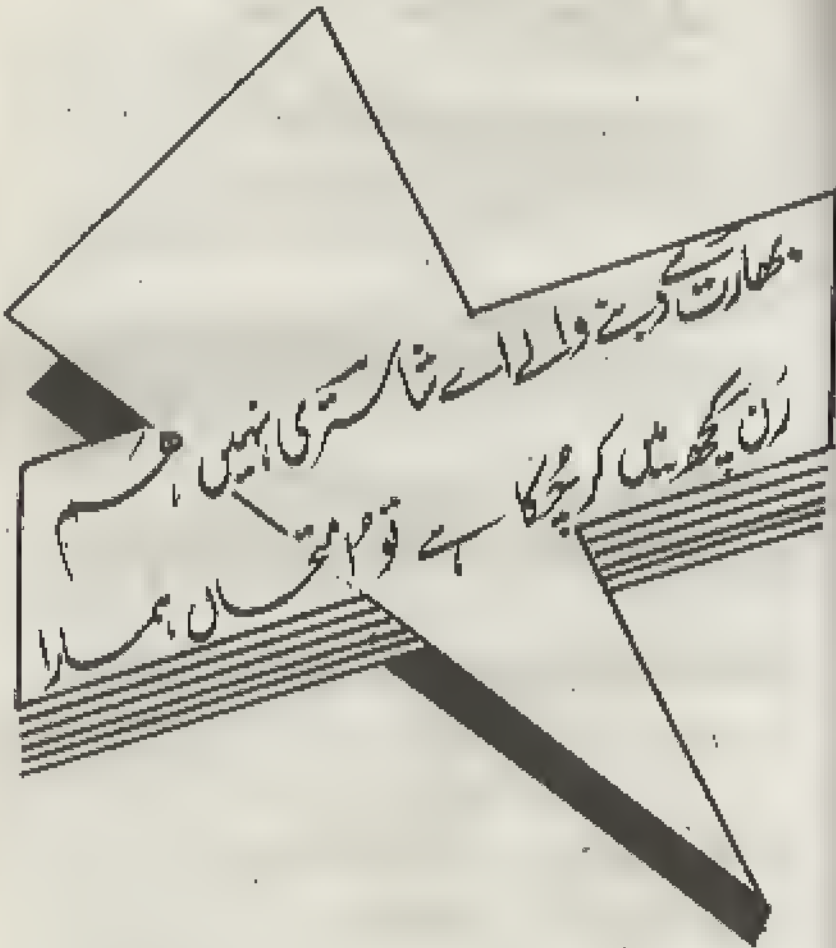
اور پھر اسی تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے ہندوستان کے جنگی سوریوں نے  
 پاکستان پر بھی حملہ کر دیا۔ لیکن پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے جس ہمت و جرات  
 اور عزم و استقلال اور اتحاد و اتفاق سے اس کا مقابلہ کیا۔ —————

اور پاکستان کی مسلح بہادر افواج نے خدائی بیفاری کی صورت میں جس جانشاری  
 اور فرزندگی کے جذبے سے سرشار ہو کر جو ہجرت انگیز جنگی کارنامے دکھائے وہ قیادت  
 تک ایک لازوال حقیقت کی صورت میں زندہ رہیں گے۔ —————

اور اگر امام الانبیاء حسنی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک جنگِ موتہ اور حضرت  
 خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا کرتہ مبارک سوزنات کو فتح کرنے کا سبب بن سکتا ہے  
 تو جہادِ پاکستان میں تو نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ ساتھ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ  
 وجہہ الکریم میاں شیر محمد شرق پوری۔ دامادِ بخشش۔ پیرِ جماعت علی شاہ لٹانی اور امام  
 علی الحق اور دوسرے اولیائے کرام بھی پاکستان کی بہادر فوجوں کی مدد کے لئے شامل  
 تھے۔ —————



بسم اللہ الرحمن الرحیم



## جنرل موسیٰ اور جنرل چوہدری

اس کی بڑھتی ہوئی ہیبائی و بے تابی سے  
تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فخر و کلیم



پاکستان کی فوجوں کے سپہ سالار جنرل موسیٰ ہیں اور بھارتی افواج  
کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل چوہدری ہیں۔  
مندرج بالا شعر کا مطلب یہ ہے کہ مردِ مومن کے جوش و خروش، بھاد کی تڑپ  
اور شوقِ شہادت کی وجہ سے موسیٰ و فرعون یعنی اسلام و کفر اور حق و باطل کے درمیان  
ہر زمانے میں معرکے ہوتے رہیں گے۔ جس کا نظارہ پاکستان اور بھارت کی جنگ میں  
کیا جا چکا ہے جس میں ہندوستان کے فرعون جنرل چوہدری اور پاکستان کے موسیٰ  
کے درمیان مقابلہ ہوا۔

مقابلہ۔ تو ضرور ہوا۔ لیکن

ادھر، مکاری و مکاری تھی اور ادھر دغا داری و جانتاری تھی۔ ادھر زہلی  
و گھبرائت تھی۔ ادھر ہرأت و شجاعت تھی۔ ادھر نبوت کا خون تھا۔ اور  
ادھر شہادت کا شوق تھا۔ ادھر کفر و باطل تھا اور ادھر اسلام و حق تھا۔  
ادھر ہندوستان کا فرعون تھا اور ادھر پاکستان کا موسیٰ۔ سزا دیکھ تو حیدر شرک

کی بھرتی۔ اور اسلام و کفر کی لڑائی۔ نیک و بد کی جنگ تھی اور حق و باطل  
کا معرکہ۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ

مشعلِ کلیم ہوا اگر معرکہ آزا کوئی  
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے باغِ کائنات

مصر کے فرعون نے اپنی حکومت و دولت کے غرور اور قوت و طاقت کے  
نشے میں خنڈا ہونے کا دعویٰ کر دیا اور پھر بنو مومن کے یہ بتانے پر کہ مصر میں ایک نیا  
پیدا ہونے والا ہے جس کا نام حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوگا۔ اور وہ تیری حکومت  
و سلطنت، دولت و ثروت اور تیری خدائی گواہی خدا داد قوت سے برباد کر دے گا۔  
بنو مومن کی اس پیش گوئی کے پیش نظر، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام  
کو قتل کروانے کا ایک منصوبہ تیار کیا۔ اور اپنی مملکت میں اعلانِ عام کر دیا کہ اگر  
کوئی لڑکا کسی کے گھر میں پیدا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔  
اور اگر لڑکی پیدا ہو تو اسے زندہ رکھا جائے۔ چنانچہ فرعون کے حکم پر  
انکار تمام ملک میں پھیل گئے اور ہر اس گھر کی نگرانی ہوئے لگی جس گھر میں بچے کی  
کی پیدائش متوقع تھی۔  
اس طرح فرعون کے حکم بد سے ملک مصر میں ہزاروں بچے موت کے گھاٹ

اتار دیئے گئے۔ اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پیدا ہو گئے۔  
بنو مومن سب فرعون کو بتایا کہ وہ بچہ جس کے ہاتھوں تیری حکومت و خدائی  
برباد ہونے والی ہے پیدا ہو چکا ہے اور فلاں گھر میں ہے۔ فرعون کے سپاہی وہاں  
پہنچ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو والدہ ماجدہ اپنے اس بچے کو دو دھڑلا رہی تھی۔ جو  
اللہ تعالیٰ کا جلیل القدر پیغمبر ہونے والا تھا اور وہ بچہ کہ جس نے جو ان بنو فرعون کی  
طاقت کا مقابلہ کر کے اس کی فرعونیت اور جبروتِ خدائی کو تباہ کر کے نبیِ اسرائیل کو اس

کے ظلم و ستم سے نجات دلائی تھی۔

اور جس بچے نے آگے چل کر خدائی طاقت اور نبوت و رسالت کے ممال و کمال سے فرعونوں کی دخت و بربریت اور ان کی باطل پرستی کے تختے کو الٹ کر اس و سلامتی - حق و صداقت - عدل و انصاف اور توحید و اسلام کی شمع روشن کرنی تھی۔ اور یہ وہی بچہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات و کمالات عصارہ نفع و نصرت اور یدِ بیضاء کی غیر نالی روشنی کے ساتھ ساتھ اسے دہلوانے اور رستہ آرائی کی آرزو بھی عطا ہونے والی تھی۔

اور یہ وہی بچہ تھا کہ پھر اسی عصارہ نفع و نصرت سے پتھروں سے پانی کے چشمے - دریائے نیل کی پھری ہوئی موجوں میں راستہ اور یدِ بیضاء کی روشنی سے نسل انسانی کو سیدھی راہ دکھانے والا تھا۔ بچہ ماں کی بھولی میں تھا اور فرعون کے سپاہی دروازے پر!۔

مکان کا دروازہ زور سے کھٹکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے پوچھا کون ہے؟

جواب ملا ہم فرعون کے سپاہی ہیں۔ دروازہ کھولا۔ اور یہ سخت آواز سے سن کر ماں کا دل دھڑکنے لگا۔ ایسے کہ وہ فرعون کے سپاہی تھے اور فرعون معصوم بچوں کا دشمن تھا!

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی ماں نے پھر پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟  
بچہ بچوں نے جواب دیا کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ یہاں ایک بچہ ہے۔  
ناں سمجھ گئی کہ بس میرے بچے کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو میرے در سے ہزاروں بچوں کا ہو چکا ہے اور پھر وہ بندے میں گر گئی اور عرض کی اسے پروردگار میرے بچے کو فرعون کی تلوار سے بچائے۔

دعا قبول ہو گئی اور ہوتی بھی کیوں ناں؟

اور اگر وہ دعا نہ بھی کرتی تو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ہونے والے پیغمبر کی حفاظت کرنی تھی کیونکہ یہ اللہ کی اپنی مشیت تھی۔  
اور پھر آواز آئی۔

در تنور اندازہ موسیٰ را تو زود

مانگہد رحیم او از ناز و دود

کہ میرے پیارے کلیم کی ماں جلد ہی اٹھ اور اپنے اس معصوم بچے کو اپنے ہی ہاتھوں سے اس جلتے ہوئے تنور میں پھینک کر اوپر بڑھکنا دے دے۔ اور گھبراہٹ بھر گزرنے۔ ایسے کہ آگ تو آگ رہی ہم تیرے بچے کو دھواں تک نہیں لگنے دیں گے۔ اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے یہ حیرت انگیز اور مسرت انگیز آواز سن کر اپنے بچے کو تنور سے دیکھتے انگاروں میں رکھ کر اس پر ڈھکن دے دیا۔ اور اس کام سے فارغ ہو کر گھر کا دروازہ کھول دیا۔

فرعون کے سپاہی اندر آ گئے۔ مکان کی اچھی طرح سے تلاشی لی۔ گھر کا کونہ کونہ دیکھا۔ صندوقوں اور الماریوں کے تالے توڑے۔ لیکن ان کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکا کہ وہ بچہ تنور کے اندر گرم انگاروں سے کھیل رہا ہے۔

سپاہی تلاش کر کے اور مالوس ہو کر واپس چلے گئے تو ماں نے تندہ پر بڑھکنا اٹھایا۔ دیکھا تو پھر آرام سے بیٹھا انگوٹھا چوس رہا ہے۔  
ماں کی متناہ دیکھ کر جوش میں آ گئی اور اس نے بچے کو تنور سے نکال کر سینے سے لگا لیا اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا شکر ادا کیا اور پھر خدا تعالیٰ اس بچے کو دیا یہ نیل کی طوفانی بڑوں سے بچایا۔

تو مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے جس بندے سے کوئی لینا ہوتا ہے اور

جن کے نورانی ہاتھوں سے کافر و مشرک بادشاہوں کے عہد پائے ہوئے کفر و شرک اور ظلم و جابر حکمرانوں کے پروردہ، ظلم و ستم اور وحشت و بربریت کا خاتمہ کرا کے اپنی مخلوق انسانی کو توحید و اسلام، حق و صداقت، عدل و انصاف اور نیکی و پارسائی کی راہ دکھانا مقصود ہوتی ہے۔

تو پھر وہ خود اپنے اس برگزیدہ اور خاص بندے کی حفاظت و نگہداشت کرتا ہے۔ اور پھر وہ وقت بھی اگیا کہ

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں

تور دیتا ہے کوئی مسیحی طلسم سامری

اور پھر اللہ تعالیٰ کے یہ جلیل القدر پیغمبر خداوند کریم کے اولوالعزم رسول اور رب دو جہاں کے لاڈلے اور منڈل و سبیت دلہے بنی۔ فرعون ہی کے شاہی محلات میں پل کر جواں ہوئے۔

فسر خون کا ظلم بٹھایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جواں ہوتے گئے اور پھر توحید کی صداۓ دلنواز اور حق کی آواز، زندگہ از مصر کی دادیوں میں گونج اٹھی۔

اور فرعون کے ظلم و ستم، وحشت و بربریت، ضلالت و گمراہی اور کفر و شرک کے تلوے کا ضرب کلیبی سے ٹوٹنے کا وقت آن پہنچا۔ اور عظیم و غرور اور جاہ و جلال اور بھول،

خدائی کے محل کرنے کا وقت آگیا۔ اور پھر اس صداۓ حق کو نہ فرعون کی قوت دبا سکی اور نہ ہی رسول کے سانپ بنانے والے فرعون کے جادوگر، عصا، موسیٰ کا مقابلہ کر سکے۔

اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برہمتی ہوئی تحریک توحید و رسالت کو پکھلنے کیلئے فرعون نے تمام ملک سے جادوگر منگوائے کیونکہ یہ دور جادوگری کے عروج کا تھا اور پھر جب ایک کھلے میدان میں اسلام و کفر کی ٹکر، توحید و شرک کی جنگ، اللہ کے پیغمبر اور

فرعون کے جادوگروں اور نبی کے معجزے اور ان کے جادو کا مقابلہ ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارگاہ میں یہ عرض کرنے پر جواب آیا !

لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَالِبُ

کو اے میرے پیارے کلیم ذرہ برابر بھی خوف نہ کر تو ہی غالب آئے گا۔

فسر خون کی طرف سے یہ آخری ٹکر تھی جو توحید و ایمان کی عظمت اور حق و صداقت کی تحریک کو دبانے کے لئے لی گئی۔ لیکن اس ٹکر میں بھی حق و باطل پر، اسلام و کفر پر، اور روحانیت مادہ پرستی پر غالب آئی۔ اور یہی قوت الہیہ اور طاقت روحانی کی طرف علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے کہ

ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی

کبھی شمشیر مٹھتا اور کبھی چوب کلام

اور پھر ہر میدان میں شکست کھانے اور ہر محاذ پر برتری طرح پیا ہونے کے بعد آخر فرعون دریاۓ نیل کی طوفانی موجوں میں ڈوب کر فنا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی مکرو فریب کے تمام جال ٹوٹ گئے اور اس جھوٹی خدائی کا عمل بھی زمین پر نہیں ہو گیا اور پھر توحید الہی کا پرچم اور حق و صداقت کا جھنڈا ہلال احمر بن کر مصر کی تنگ یوں کارروں پر ہر آنے لگا۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہندوستان کے فرعون اور بھارت کے سامری نے پاکستان

کے موسیٰ کے ساتھ ٹکری۔ لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ

مثل کلیم ہو اگر معسر کہ آریا کوئی

ابھی درخت طرہ سے آتی ہے بالک کھنٹ

اور بھارت کے فرعون اور بھارت کے سامری نے پاکستان کے نام کے موسیٰ



کے ساتھ جنگ کر کے دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلمہ کے نام کی لاج رکھ لی اور بھارت کے سامری کا ظلم، غریب کیسے اور جو بوسہ کی سے کس طرح توڑا اور طاقت رومانی کی طرف اقبال مرحوم نے کہا ہے کہ

بے معجز دنیا میں ابھرتے نہیں قومیں  
جو غریب کیسے نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

بھارت کے فزول جنرل جو دھری نے رات کے اندھیرے میں اعلان جنگ کیے بغیر پاکستان پر اپنا حملہ کر دیا جو جنرل جو دھری، مسٹر جون اور مسٹر سائستری کے نزدیک ایک فوجی کارروائی ہو سکتا ہے۔ لیکن غریب مہذب اور انصاف پسند تو رنج جب آئندہ تاریخ لکھیں گے تو بھارت کے اس حملے کو ایک مسلح ڈاکے سے تعبیر کریں گے۔

ایسے کہ اعلان جنگ کیے بغیر رات کے اندھیرے میں سوئے اور بے خبر لوگوں پر اپنا حملہ کر دینا اور پھر تمام شہریوں اور دیہاتیوں کو قتل کرنا اور غریبوں کو اغوا کر لینا فوجی حملہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنا چوروں، لٹیروں اور ڈاکوؤں کا کام ہوتا ہے۔ اور پھر لاہور، سیالکوٹ اور دوسرے علاقوں پر بھارت کے سامری۔ اور ہندوستان کے فزول کے جادو گردوں کی پاکستان کے موٹی کے بہادر حق پرستاروں اور اللہ کے شہروں کے ساتھ جنگ ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت کے سامری کے پجاری پاکستان کے فزولان قہید کا مقابلہ نہ کر سکے اور ہمدان میں ان کو ذلت آمیز شکست کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور وہ قوم جو خواجہ جمیری کی لکڑی کی گھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکی۔ وہ پاکستان بھوکے شہروں کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی جمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرستادن ہند کے بت غافوں میں توحید کی شمع روشن کرنے آئے۔ بھارت کے برہمنوں کو حق و اسلام کی دعوت دینے

آئے۔ ماما دیوی کے پجاریوں کو خانہ کعبہ کا تعارف کرانے آئے۔ پتھروں کی مورتوں کے آگے بھکنے والوں کو ایک اللہ کے آگے جھکانے آئے اور رام کرشن کا نام چپنے والوں کو مقام مصطفیٰ سمجھانے آئے اور اس شان سے آئے کہ نہ کوئی فوج تھی اور نہ کوئی لشکر۔ نہ ہاتھ میں کوئی تلوار تھی نہ خنجر۔ نہ کوئی جوڑا نہ کوئی گھوڑا اور نہ کوئی طاقت اور نہ کوئی قوت۔

بس ہاتھ میں ایک تسبیح تھی اور گلے میں کلام پاک۔ سر پر ٹوپی تھی اور پاؤں میں کھڑاوی اور دل میں شمع توحید کی روشنی تھی اور آنکھوں میں نور مصطفیٰ کے جلوسے۔ اس لئے کہ

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ میں ہے

وہ بات جو مرد نامند کی بلا میں ہے

حکومت پتھری راج کی تھی۔ اور ہوگی جہ پال تھا بہ پتھری راج نے حکومت کا رعب دکھایا۔ مگر اللہ کا فقر سکرایا۔

کہ۔۔۔ خودی ہوا زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی  
نہیں ہے سبھ و طفل سے کم شکوہ فقر

راجے نے طاقت، آزادی، فقر نے شان فقر دکھائی کہ

فقر کے میں معجزات تاج و سریر و سپاہ

فقر ہے بیروں کا اختر ہے شاہوں کا شاہ

پتھری راج نے کہا۔۔۔ ابو فقر۔۔۔ یہاں بیکل جاو۔۔۔

فقر نے فرمایا۔۔۔ راجہ تم ہی بدل جاو۔۔۔

راجے نے کہا۔۔۔ تم یہاں کیوں آئے ہو؟

نیرنے نسوایا سے

اگرچہ بہت ہیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ہے حکم ازاں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اور پھر جب پر بخوی راج کی طاقت اس مردِ حق شناس پر غالب نہ آسکی تو

اس وقت کے ہندوستان کے مشہور و معروف جادوگر ہو گئی جو سرکاری اور درباری

تھا اور جس کی ہندوستان کے تمام راجے بہادری سے عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے

اور جس کا نام سبے پال تھا کو بلا لیا گیا۔ تاکہ وہ جادو کے زور پر فقروں درویشی پر غالب آجائے۔

آخر ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ اُدھر کفر تھا۔ اُدھر حق و اسلام۔ اُدھر

گمراہی و ضلالت تھی۔ اور اُدھر رشد و ہدایت۔ اُدھر باہرستی تھی۔ اُدھر فقر و

ادھر جادو تھا۔ اور اُدھر کرامت۔ اُدھر شاہی جوگی تھا سبے پال۔ اُدھر اللہ کا

درویشی خواجہ معین الدین چشتیؒ

جادو اسباب کا محتاج ہوتا ہے۔ اور کرامت کسی اسباب کی محتاج نہیں ہوتی۔

جوگی نے اپنی مٹھی بند کی اور کہا۔ اُدھر بنا میری مٹھی میں کیا ہے؟

خواجہ صاحب نے نگاہ فقر سے دیکھا اور تیری مٹھی میں گنگا و جمنہ اور ازاں کی برکت ہے۔

جوگی سبے پال نے کہا ٹھیک ہے!

اور پھر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بارخ جنت کا ایک

پھول اپنی مٹھی میں بند کر کے فرمایا۔

اُدھر جوگی۔ بنا میری مٹھی میں کیا ہے؟

جوگی سبے پال نے اپنے جادو کے زور پر زمین کا کوڑا کوڑا چھان مار مار کر اسکی کھد میں کچھ

نہا یا اور پھر وہ اپنے جادو کے زور پر فضا میں پرواز کر گیا اور ابھی غورِ اس بلند ہوا تھا کہ

خواجہ صاحب نے اپنی لکڑی کی کھڑاؤں کو حکم دیا کہ جاؤ، اس جوگی کو نیچے زمین پر اتار دو

بس پھر کیا تھا۔ یہ حکم سنتے ہی دونوں کھڑاؤں فضا میں بلند ہو گئیں اور جوگی

سبے پال کے سر پر پھرنے لگیں۔ جب جادوگر نے دیکھا کہ یہ کھڑاؤں اس کا بچھاؤ

پھوڑیں گی بالآخر مجبور ہو کر وہ زمین پر اتر آیا۔

سبے پال زمین پر اترتے ہی خواجہ صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور مسلمان ہو گیا

اور اس کی قبر آج بھی خواجہ صاحب کے مزار پاک کے ساتھ ہے۔

اور پھر آہستہ آہستہ کفرستان ہند میں خواجہ کے فیض روحانی کے چھٹے طبقے

لگے اور بھارت کے بہت خانوں میں ازاؤں کی آوازیں آنے لگیں اور اسی طرح خواجہ

معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روحانیت کے فیض اور فقر و غنا کے

زور سے نوے لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کیا۔

آج ہندوستان کا ہر خون جڑل چر بڑی بھی اسی قوم کا ایک فرد ہے اور بھارت

کا سامری مسٹر شاستری بھی اپنی ہندوؤں میں سے ایک ہندو ہے اور مسٹر جون بھی اپنی

لاٹوں میں سے ایک لالہ ہے اور پنڈت راجا کرشن بھی اپنی پنڈتوں میں سے

ایک پنڈت ہے، جو اپنی قوت و طاقت، شان و شوکت اور فوجوں کے باوجود

بھی خواجہ اجمیری کی کھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکے۔

تو پھر وہ قوم جو خواجہ اجمیری کی لکڑی کی کھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکی تھی۔ آج پاکستان

کے شیر دل جوانوں کے ساتھ کیسے کرتے سکتی ہے؟

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے

روشش کسی کی گدایا نہ ہو تو کیا کہئے!

مصر کے فرعون کی طرح بھارت کے فرعون نے بھی اپنی فوجی طاقت سے کثیر کے

مظلوم مسلمانوں کے معصوم بچوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ اور یہ قتل عام صرف اسی

لئے ہی تھا کہ ان کو انہیں بچوں کے ماتحتوں اپنی فرعونیت کا خاتمہ نظر آتا ہے اور

## خدا کی بیخبر



تھے ہمیں ایک تیرے معسر کہ آراؤں میں  
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں  
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں  
کبھی افریقہ کے تپتے آگے صحراؤں میں  
شان آنکھوں میں نہ جھپتی تھی جہاں دروں کی  
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی



اللہ کے شیر۔ محمد کے غلام۔ اسلام کے غازی اور حق کے پرستار اپنی مثال آپ  
پر سجدوں کے نشان۔ نگاہوں میں حسنِ یار کے جلوے۔ دلوں میں شہادت کا شوق اور  
اپنے ماتحتوں میں تنگی تلواریں لے کر جب خدا کی توحید کا پیغام۔ رسولِ پاک کی رسالت  
کا پیغام۔ اسلام کی صداقت کی تبلیغ اور قسطنطنیہ کو ظلمت کدہ کفر و باطل سے نجات  
دلا کر گہوارہ نور ایمان کی طرف لاسنے کیلئے سرزمینِ عرب سے سرکھٹ اور کفنِ بدوش ہو کر  
نکلے تو پھر نہ پہاڑ ان کا راستہ روک سکے تھے اور نہ ہی دریاؤں کے طوفان۔ اصل  
بات یہ تھی کہ وہ حاجی و نمازی ہونے کے ساتھ ساتھ ہم درغازی بھی تھے اور زاہد و عابد  
ہونے کے ساتھ ساتھ سرمدوش مجاہد بھی۔ اور اگر وہ رات کو مصلیوں پر بارگاہِ ایزدی میں بکھڑکے

وہ جان چکا ہے کہ کشمیر کا چچہ بچہ اب ہمارے بچہ استبداد سے نجات حاصل  
کرنے کے لئے میدانِ عمل میں نکل آیا ہے۔ اور انہوں نے ہماری غلامی کی زنجیریں  
توڑنے کے لئے اپنی آزادی وطن و ملت کی خاطر اپنے تن من و جان کی بازی لگا دی  
ہے اور ہماری وحشت و بربریت کی تباہ کن آندھیاں بھی ان کی تحریکِ آزادی کی  
شمع کو نہیں بجھا سکتیں۔

اور اب یہ تحریک جو کشمیریوں نے شروع کر دی ہے اور جس میں شمعِ آزادی  
کو اپنا خون دیا اور تن من و جان بھونک دیا ہے اس کو بھگانا اب ہندو فرعون کے  
بس کی بات نہیں۔ چاہے وہ ظلم و بربریت کی ساری حدیں عبور کر لے کشمیری مسلمان  
اب اس نئے فرعون کو اس کے اپنے خون کے دریائے نیل میں غرق کر کے ہی دم لیں گے  
صبحِ آزادی کی کرن اب غوردار ہو چکی ہے جس کو طلوع ہونے میں اب زیادہ وقت  
نہیں لگے گا۔



ہوتے تھے تو دن کو برق رفتار گھوڑوں کی پشتوں پر لڑنے کیلئے سوار ہوتے تھے اور یہی وہ لوگ تھے جو لشکر اسلام کی صورت میں تھے۔ "خدا کی یلغار تھے!"

تو دینہ منورہ سے اٹھی اور پھر مصر و عراق، روم و شام تک گئی، وہاں سے اٹھی تو افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں اذانیں دیتی ہوئی ایران و ہندوستان تک پہنچی۔ اور تاریخ کا ایک ایک ورق۔ پہاڑوں کی ایک چوٹی۔ ریت کا ایک ایک ذرہ اور گلگاہ جہنم کی ایک ایک مروج اس بات کی گواہ ہے کہ

مسلمانوں کی اس خدائی یلغار کو نہ روم و شام کے قیصر و کمری روک سکے اور نہ ہی افریقہ کے تیز و زریق۔ اور اس کا مقابلہ نہ ایران کے رستموں کی تلواریں کر سکیں اور نہ ہی ہندوستان کے رائے سانگے اور سر پٹے سردار روک سکے۔۔۔

ایلیئے کہ مسلمانوں کی اس خدائی یلغار کے ایسے لشکر اسلامی شکر پر مشتمل ہوتے تھے جو اللہ کے سپاہی بھی ہوتے تھے اور مصطفیٰ کے خدائی بھی! اور وہ مجدد ہیں نمازی ہوتے تھے اور میدان میں غازی بھی۔ وہ رات کے غائب بھی تھے۔ اور دن کے مجاہد بھی!

بجلا جس اسلامی لشکر میں حضرت خالد بن ولید۔ حرار بن ازور۔ محمد بن قاسم محمد غزنوی اور ماہر جیسے شیر دل سپاہی اور اللہ کے شیر موجود ہوں تو پھر یہ خدائی یلغار نہ ہو تو اور کیا ہو سکتی ہے۔



## بحری بیڑا

دشت تو دشت میں دریا بھی چھوڑے ہم نے  
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے ٹھوڑے ہم نے

جہاد پاکستان میں جہاں پاکستان کی میدانی فوج اور فضائی فوج کے شیر دل جوانوں کی جنگی داستانیں قیامت تک ملت اسلامیہ کے دلوں کو گزرائی رہیں گی، وہاں پاکستان کے بحری بیڑے کے حیرت انگیز کھانزادے بھی تاریخ کے اوراق پر ہماری حرکت میں لکھے جائیں گے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بحری جنگوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔  
ابن ماجہ شریف رحمہ اللہ: **اَنَّ اللّٰهَ وَكُلَّ مَلَكٍ اَنْشُوتَ بِقَبْضِ  
الْاَمْرِ وَاَحَدِ الْاَشْهَادِ الْبَحْرِ فَلَا تَدِيْنُوْنِيْ قَبْضِ اَرْوَاحِهِ**  
کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے انسانی ارواح قبض کرنے کے لئے موت  
کے فرشتے کو مقرر کر دیا ہے۔ مگر بحری لڑائی میں شہید ہونے والے مسلمان  
کی روح خدا تعالیٰ خود قبض کرتا ہے۔

اس حدیث پاک سے سمندری جنگ کی فضیلت اور پھر حق و باطل کے اس میں  
شہید ہونے والوں کا مقام اعزاز و درجہ روزِ روشن کی طرح نکھر کر ملنے آجاتا ہے!  
اور پھر پاکستان کے بحری بیڑے کے جوان کتنے خوش قسمت ہیں کہ وہ اپنے کئی دہائی  
آٹا کی بارگاہِ عالیہ میں بہت ہی مقبول و منظور ہیں۔



پاکستان پر ہندوستان کے حملے کی خبر سنتے ہی پاک بھری بیڑے کے تمام چاک و چوبند جوان، ملک و ملت کے بہادر فحاری اور پاکستان کے ساحلوں کی حفاظت کرنے والے اللہ کے شیر سمندر کی طوفانی موجوں سے کھیلنے کے لئے تیار ہو گئے! یا علی شے نلک شکاف نعرے کی آواز فضائے آسمانی میں گونجی اور پھر سمندر کی گہرائیوں میں جا پہنچی۔ لنگر اٹھا دیئے گئے اور بیڑے کے کپتان نے بیڑے کا رخ دوار کا کے بھری اڈے کے ساحلی علاقے کی طرف اس دعا کے ساتھ موڑ دیا کہ اے اللہ

تو خشکی، تری پہ قادر ہے آسان میری مشکل کر دے  
ساحل کی طرف کشتی نہ بھی بکشتی کی طرف ساحل کر دے

اور پھر پاکستان کا یہ بھری بیڑا اپنے شیر دل جوانوں اور سمندر کے مگر بھریوں کو لے کر آہستہ آہستہ سمندر کی بھری ہوئی لہروں پر تیرنے لگا۔  
اسلام کا یہ پاک بھری بیڑا کفر کے پلید بیڑے کو غرق کرنے جا رہا تھا!

اور اسلام کا یہ جنگی بیڑا اپنے وطن عزیز کے پاک ساحلوں کی حفاظت کے لئے کفرستان ہند کے بتان سونات کو اپنی ضرب غرقوی سے توڑنے کے لئے جناب ایڈمرل اسے آرخان کی حوصلہ مند اور بہادر قیادت میں بھیل دیا گیا۔

یہ مردان غازی محمود غزنوی کی شمشیر برائے کر اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے پر سمندر کی اچھلتی ہوئی موجوں سے کھیلنے ہوئے دھو وائیں میل دور ہندوستان کے ایک مضبوط بھری قلعے دوار کا کے ساحل کی طرف بڑھنے لگے۔

اقبال مرحوم نے مرد مسلمان کا بھی نظام بیان کیا ہے کہ  
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شہنشاہ  
درباروں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اور چونکہ اس پاک بیڑے میں دین اسلام کی عظمت کے پاسان تھے۔ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نگہبان تھے۔ ملک و ملت کی آبرو کے رکھوالے تھے۔ جنتان وطن کی رنگین بہاروں کے متوالے تھے اور چونکہ پاکستان کے اس بیڑے میں اسلام کے مگر بھری تھے جو کفر کے دریا کی پھیلیاں کھانے جا رہے تھے۔ ایسے بھریوں پر بھری بیڑے کھا رہے تھے مگر بیڑا صحیح سلامت موجوں سے کھیلتا ہوا اردان دران تھا۔ دو سو شش میل کا فاصلہ پاکستان کے شیر دل جوانوں کے لئے دو قدم بن گیا اور یہ اللہ کے شیر سمندر کے طوفانوں میں اسلام و کفر اور حق و باطل کی جنگ کا ایک اور طوفان برپا کرنے جا رہے تھے! اگر سمندر کی یہ تباہ کن موجوں کی راہ میں کسی کا دل گھبرا یا بھی تو فریاد اُٹھائے نہ خفا آئی کہ۔

کا پتتا ہے دل تیرا اندیشہ طوفان سے  
ناخدا تو! بھر تو! کشتی بھی تو! ساحل بھی تو!

اور پھر راستے میں کئی بار سمندری لہروں کا طوفان اٹھا۔ اور تباہ کن موجیں بیڑے سے ٹکرائیں۔ لیکن جرات و ہمت کے یہ پیکر جوان سمندری طوفانوں سے بے نیاز ہو کر اقبال مرحوم کا شعر گاتے ہوئے بیڑے صبر و استقلال کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھتے جا رہے تھے کہ۔

سفینہ برگ گل بنائے گات فلد مور ناواں کا  
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریائے پاد ہوگا

اور پھر پاکستان کا یہ پاک بیڑا سمندر کی اٹھان پہاڑیوں، طوفانی لہروں اور بھری ہوئی موجوں کو چیرتا ہوا اپنی منزل مقصود پر جا پہنچا اور پھر دوار کا کا قلعہ تھا اور پاک بیڑے کے غازی۔ توپوں کے منہ پوری طرح کھول دیئے گئے اور بھارتی سامراج کی قوت کا غرور

ٹوڑنے کے لئے اللہ کے شیروں نے آگ برسانی شروع کر دی۔ اور پھر چند ہی لمحوں میں پاکستان کے غازیوں نے کفرستان ہند کے مضبوط ترین بحری قلعے کو بھسم کر کے بتان سونامی کو پاش پاش کر کے اپنی تاریخ کو دہرایا۔

دشمن کے ہوا بازوں نے پاکستان کے اس بیڑے کو ڈوبنے کے لئے پورے دو سو کواڈرن لڑاکا اور بمبار طیاروں سے حملہ کر دیا۔ مگر پاک بیڑے کی توپوں نے انہیں جیل کوئوں کی طرح بچھیر کر رکھ دیا۔ باقیوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

اسلام کے جن بیڑے کو وہ ڈوبنے کی خاطر آئے تھے، اس کے بہادر غازی ملاوٹ کی حیرت انگیز کارکردگی کے باعث خود ہی سمندر کی آفتاب گہرائیوں میں ڈوب گئے اور پھر بغیر کسی نقصان کے پاکستان کا یہ جنگی بیڑا فتح و نصرت کے شایانہ بجاتا، بخیر و عافیت اپنے ساحل پر واپس آگیا۔

اسلام کا یہ پاک بیڑا جب اپنی بندرگاہ سے روانہ ہوا تو پیچھے سے سمندر کے نیلے پانی کی جھڑاس اور اوپر سورج کی تیش! بیڑے کے جہازوں نے اپنے بہادر کپتان کے کھاکر اور چھتریاں باندھ لی جایشیں!

مگر کپتان نے چھتریاں باندھنے کی بجائے نیلی چھتری داغے اپنے خدا کے حضور ستر سجود ہو کر عز و اکساری سے دعا کی کہ اے میرے مولا! ہم کسی تفرقہ یا تجارتی ضرورت نہیں جا رہے بلکہ قردلوں کا حال جانتا ہے بلکہ تیرے دین کی پاسبانی اور اپنے ملک و ملت کی نگہبانی کو سنبھال رہے ہیں! اور یہ پاکستان کے غزوی کفرستان ہند کے بتان سونامی کو ٹوڑنے جا رہے ہیں۔ ہمارے اور اپنی رحمت کا سایہ کر دے۔

بس پھر کیا تھا۔ کپتان نے مسجد سے سر اٹھایا! آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ ایک چھوٹی سی سیاہ بدلی افق آسمانی پر نمودار ہوئی اور پاکستان کے بیڑے کے

اوپر سایہ رحمت بن گئی! باقی ہر جگہ سخت دھوپ تھی لیکن پاک بیڑہ جب تک اپنا کام کر کے کامیابی و کامرانی کے ساتھ واپس اپنے اڈے پر نہیں پہنچ گیا۔ وہ بدلی بحری بیسٹریٹ کے اوپری سایہ فلگن رہی۔

اور پھر بھارت نے جنگ کے آخری دن اپنا آخری بیڑا بھی غرق کر دیا جسے پاکستان کی آبدوز غازی نے ایک کارروائی کے دوران غرق کیا۔

پاک بحریہ کے ہاتھوں دو لاکھ کے بحری قلعہ کی تباہی و بربادی کا انتقام لینے کے لئے ہندوستان کے جنگی جہازوں نے بمبئی سے سارے تین سو میل دور بحرہ عرب میں اپنے چار بحری جہازوں سے فائر بندی سے کوئی نو گھنٹے قبل شام کے چھ بجے پاکستان کی آبدوز غازی "برہمک" جو دشمن کے بحری بیڑے کی تاک میں سمندر کی آفتاب گہرائیوں میں تیر رہی تھی اور اس کے علیے کے بہادر جوان کپتان کے آرنیاز کی کسے جزائرت مندانہ قیادت میں اس آبدوز میں دشمن کی تلاش میں تھے تاکہ دشمن کا بیڑہ پاکستان کے مقدس ساحلوں پر حملہ نہ کر دے۔

انتہائی مشکل حالات کے باوجود غازی "آبدوز کے شیروں افسروں اور اللہ کے شیروں نے اپنی خداداد بے مثال جرأت اور بے نظیر شجاعت کا ثبوت دیا اور اللہ کا نام لے کر دشمن پر جہابی حملہ کر دیا اور تار پڈیوں کے ذریعے دشمن کا ایک بیڑہ غرق کر دیا جس کی قیمت دس کروڑ تھی۔

جب بھارت کا ایک جہاز سمندر کی تہ میں پہنچ گیا تو باقی جہازوں کے بڑول حملے میں خوف و ہراس پھیل گیا اور وہ انتہائی افراتفری کے عالم میں بھاگ کھڑا ہوا۔

مگر جب پاکستان کی آبدوز بھارت کا بیڑا غرق کر کے سمندر کی بہروں کو چھری ہوئی اپنے اڈے کی طرف آ رہی تھی کہ بھارتی طیاروں نے اس پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ اس

وقت غارِ ہندی ہر چکی تھی لیکن بھارت کے بیٹوں نے اپنی وعدہ خلافی اور بد نظری کا اظہار کر دیا اور اپنی ان روایات پر عمل کرتے ہوئے اپنی فضاہیہ کو حکم دیدیا۔ دشمن کے طیارے، پاکستانی ابدوز غازی، کاسراس ٹکائے کی سر توڑ کوشش کرتے رہے کہ اسے تباہ کیا جائے مگر نسبت ذہنیت بنیاد پر اپنی سر توڑ کوشش کے سوائے نامرادی اور ناکامی کے کچھ حاصل نہ کر سکا۔ اور ابدوز غازی بجز دعائیت اپنے سنقر پر کامیاب و بامراد پہنچ گئی۔

”غازی“ کے بیادرجلے نے بھارت ایسی مٹی پر پادری کے مقابلے میں جس جس پہاڑی اور جرات کا مظاہرہ کیا۔ صدر پاکستان نے ان کو اس کا رنامہ میریت ہی خراج تحسین پیش کرتے ہوئے میڈل اور تمغوں سے نوازا۔ کمانڈر کے آریازی کو ستارہ جرات۔ لیفٹیننٹ کمانڈر احمد نسیم کو ستارہ جرات۔ اسی آرا سے سڑ غلام نبی کو تمغہ جرات دیا گیا۔

جن کی ہمت سے ہڑا ہر باد پھر یہ سوناست  
ان جوان مردوں، سمندری باد بانوں کو سلام



## جہاد پاکستان اور غیبی امداد!

بندہ مٹ جائے نہ جو آفتاب وہ بندہ کیا ہے  
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ مولا کیا ہے

جہاد پاکستان میں پاکستان کی شہر وں افواج نے جہاں اپنا بے مثال جرات و شجاعت، لاثانی جوا نوردی و ثابت قدمی اور غیر خافی اشار و قربانی کے لازوال جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھارت کی بے پناہ فوجی طاقت کے ہر درجہ حملوں کو ہر محاذ پر پسپا کر کے آروئے ملک و ملت کی رکھوالی۔ ناموس دین و وطن کی حفاظت، شمع خنی و صداقت کی نگہبانی، عظمتِ مصطفیٰ کی پاسبانی اور فکارِ اسلام اور اسلام کی نگہبانی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ وہاں اولیائے کرام اور خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد بھی پوری طرح شامل ہے! بلکہ اس جہاد میں مسلمانوں کی تمام جرات و شجاعت اور عزم و استقلال، بزرگان دین اور امت کے غمخوار و مددگار کسی دوسرے آقا علیہ السلام کی مرہونِ منت ہے۔

اپنی امت کے ساتھ نبی کویم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق بیان کرتے ہوئے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے: — پارہ ۱۱۔ سورۃ التوبہ۔ آیت ۱۲۹۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا مَنِعَتْكُمْ

خُرُوجِ بَيْتِكُمْ بِالْمَدِينَةِ رُفُوفٌ سَاحِبِينَ ط۔

کہ میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری طرف آیا اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو صدمہ ہوتا ہے اور وہ تمہارے ایمان کا خراشہ ہوتا ہے۔

اور وہ ایمان والوں پر شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔

قرآن پاک کے اس واضح ارشاد کے پیش نظر جب حضور علیہ السلام کو اپنی امت سے آشنا یا رہے کہ اگر تمہیں کوئی دکھ اور تکلیف پہنچے تو کالی کالی واسے آغا علیہ السلام کو صدمہ ہوتا ہے۔ اور میں کانٹا بھی چبھ جائے تو ان کو درد ہوتا ہے۔

تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جہاد پاکستان میں تاجدارِ کون در مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ہندوستان کے کافر توپوں کے گولوں اور جہازوں سے بم برسائیں تو وہ اپنی امت کی غم خواری اور مدد نہ کریں اور خاموش بیٹھ دیکھتے رہیں اور معیبت و مشکل میں مبتلا اپنے غلاموں کی مدد نہ کریں! اور وہ نبی جو اپنی امت کے پاؤں میں کانٹا برداشت نہیں کرتا وہ کافروں کے گولے اور بم برستے کیسے دیکھ سکتا ہے۔

حضرت مولانا علامہ محمد سلیم صاحب خطیب جامع مسجد جمال خانوانہ۔ لائل پور جو اسم با سہمی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب دروہی ہیں اور اہل سنت و جماعت کے ایک بلند پایہ خطیب بھی! میرے پاس تشریف لائے! میں نے اس کتاب کی تصنیف کے بارے میں عرض کی تو انہوں نے آزاد راہ کرم صحاح ستہ کی کتاب نسائی شریف کی ایک حدیث پاک مجھے یاد کروائی اور ساتھ ہی اس کی تشریح و وضاحت بھی کر دی۔

نسائی شریف، جلد دوم، غزوہ ہند ص ۳۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فَإِنْ أَذْرَكَهَا أَتَفَقَّحَ فِيهَا فَتَسْبِيحٌ وَمَنَافٍ۔

اور اگر میں اس غزوہ میں شہید ہو جاؤں (یا کروا جاؤں) تو افضل الشہداء ہو گا۔  
صحاح ستہ کی اس حدیث پاک سے ایک تو موجودہ جہاد پاکستان کی فضیلت اور اس میں شہید ہونے والے مسلمانوں کا مقام بتانا مقصود تھا۔

اور ساتھ ہی اس غزوہ کا حضور علیہ السلام کو بھی علم بھی تھا اور پھر اسمیں شامل ہو کر اپنے مال و جان خرچ کر دینے کی آرزو نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری کی روشن دلیل ہے!

اور پھر میری عرض پر یہ کیسے ثابت ہو کہ غزوہ ہند کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہ یہی جہاد پاکستان ہے! ہو سکتا ہے کہ وہ محمد بن قاسم والا جو اکوڑ غزوی والا!

تو حضرت مولانا صاحب نے فرمایا۔ کہ جب تک ہند کا لفظ ہندوستان کے ساتھ موجود ہے گا۔ اس وقت تک جو بھی لڑائی اسلام کے ساتھ ہوگی، وہ غزوہ ہند کہلائی اور اسی کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارتداد گرامی ثابت ہو گا۔

مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی ہندوستان کے کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ لڑائیاں لڑی ہیں۔ ان میں حضور علیہ السلام کی مدد مسلمانوں کے لئے ثابت ہوگی اور اس میں بھی! تاجدارِ دو عالم علیہ السلام، محمد بن قاسم کے وقت بھی تشریف لائے۔ ہوں گے اور محمود غزنوی کے وقت بھی۔ انہوں نے باہر کی مدد بھی کی ہوگی اور صدر محمد ثواب کی بھی۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا!

حضرت ثوبانؓ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔

فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ عَصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي

أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدِّنَارِ عَصَابَةُ تَعْنِي وَالْمُهَنْدُ عَصَابَةُ

تَكُونُ مِثْلَ جِبْتِي بَيْنَ مَسْجِدِي۔



کر میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔ ایک وہ گروہ جو کفر کے مقابلے میں ہندوستان کی لڑائی لڑے گا۔ اور ایک وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔

اس حدیث پاک کے مطابق پاکستان کے وہ مجاہد، غازی اور شہید کہتے خوش قسمت ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے زمان کے پیش نظر ان پر دوزخ کی آگ حرام ہو گئی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ہند سے مراد وہ ہند ہے جس کی سرحدیں کسی اسلامی ملک پاکستان سے ملتی ہیں۔

وہ سوائے اس موجودہ ہندوستان کے علاوہ اور کون سا ہند ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسی کی سرحدیں اسلامی ملک پاکستان سے ملتی ہیں۔

### ”پاکستان حضور رسالتؐ کے سایہ عاطفت میں!“

کے جلی عنوان سے شائع ہو چکا ہے!۔ اس خط کے متن کا یہ حصہ ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے کہ:

جس روز لاہور پر حملہ ہوا۔ اسی شب میں یہاں ایک سو حضرات نے خواب میں دیکھا کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے اور روضہ اقدس کے جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیزی اور جلدی میں ایک خوبصورت اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر باب الاسلام تشریف لے گئے!۔ بعض حضرات نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جلدی اس گھوڑے پر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”پاکستان میں جہاد کے لئے لائے اور پھر ایک دم برقی کی مانند بلکہ اس سے بھی تیزی سے روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے نواب خریف ہی سے اپنے حضرات اسی راستے سے ایک موٹر پر سوار ہو کر برائی جہاد کی طرح پرواز کر گئے اور بھی بہت سے خواب اسی اثناء میں اللہ کے نیک بندوں نے دیکھے ہیں دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے اور بفضل جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح و نصرت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔“

اس مقدس خط کو پڑھنے کے بعد بچے بچے مسلمان اور تاجدار زمین و زمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی امتی اور شہنشاہ کوئین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بچے غلام کو یہ حقیقت تسلیم کر لینے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ حضور علیہ السلام موجودہ ”جہاد پاکستان“ میں اپنے غلاموں کی امداد کے لئے تشریف لائے۔

اور پھر اس خط کی تصدیق پاکستان کے ایک معزز مسلمان جناب حکیم تیرا واسطی صاحب لاہوری کی وہ تقریر بھی کرتی ہے جو انہوں نے ورثہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو رات کے پندرہ بجے شہر کے لوگ کے عنوان کے تحت لاہور کے ریڈیو اسٹیشن سے نشر کی۔

حکیم صاحب جو ایک صاحب دل مسلمان بھی ہیں نے فرمایا:

”کہ جس دن پاکستان پر حملہ ہوا، میں اس دن مدرسہ منور میں تھا! اور اسی رات میں نے بھی اور دیگر بہت سے حضرات نے دیکھا کہ کچھ نبوی سے نور کا ایک شعلہ اٹھا اور اسی شعلہ کے ساتھ چار کڑیں بھی میں پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ رافقت مکمل دوائے آقا علیہ السلام اپنے یاروں کے ساتھ جہاد پاکستان پر تشریف لے گئے ہیں۔“

حکیم صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

” پھر میں میدان بدر کے راستے مکہ مکرمہ جا رہا تھا کہ بدر کے میدان میں مجھے ایک درویش ملے۔ سلام دعا کے بعد فرمایا: لگے کر کیا تم پاکستانی ہو؟ میں نے عرض کی۔ ہاں!

تو فرمایا: لگے کہ تم پاکستان کی فوج کی کوئی خبر آتی ہے؟ میں نے کہا نہیں!

تو وہ درویش حیران ہو کر فرمایا: لگے۔ کہ بڑی چیز کی بات ہے کہ آج تین دن ہوئے میدان بدر کے تمام شہداء تو ”جہاد پاکستان“ میں جا چکے ہیں مگر ابھی تک پاکستان کی فوج کی خبر نہیں آتی۔“

اور ان روایات کی تصدیق کے لئے پاکستان کے کثیر الاشاعت اخبار جنگ کراچی، ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو بھی دیکھا جائے جس میں نمایاں طور پر لکھا ہے کہ ”پاکستانی افواج نے یار رسول اللہ کا نعرہ لگا کر بھارت کی ٹڈی دل فوج کا صفایا کر دیا۔“ اور مزید لکھا ہے۔

”سیالکوٹ کے محاذ پر پاکستانی افواج نے یار رسول اللہ اور یا علی مدد کے نعرے لگا کر بھارت کی ٹڈی دل فوج کو بڑی طرح شکست دی ہے۔“

اور پھر لکھا ہے کہ:

”مسرگودھا کے جواٹی اڈے پر ایک درویش کو جھولی میں ہم لئے دیکھا گیا۔“

سیالکوٹ کے معرکے میں بنی اسحق الزماکے اور شیر خدا اپنے مجاہدین کے سڑوں پر موجود تھے! اور ۲۱۲ میل لمبے محاذ پر سبز کپڑوں والے مجاہد۔ سفید براق لباس میں ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جرتی فوجیان دیکھے گئے!

اور چوڑے کے نزدیک ایک نورانی خاندان کو مجاہدین کی انداد کرتے ہوئے اور مجاہدین

کے ساتھ یا رسول اللہ مدد کے نعرے لگاتے دیکھا گیا۔

اور۔ لاہور۔ نظروال۔ چوڑے اور سیالکوٹ کے محاذ پر اکثر مجاہدین کو شاباش دی گئی!

اور اخبار نے آگے چل کر یہ بھی لکھا ہے کہ۔

”ان نحر العقول واقعات اور معجزات کا اعتراف پاکستان کے مجاہدوں کے علاوہ بھارت کے جنگی قیدیوں نے بھی کیا ہے۔“

ملک حسن علی صاحب شرعیہ شریف داسے جو جماعت الطحیث کے ایک سرکردہ رکن ہیں۔ فرماتے ہیں کہ۔

”میں نے خواب میں دیکھا کہ میاں شیر محمد شیر ربانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور رو کر عرض کیا کہ حضرت بڑی مدت کے بعد آپ نظر آئے ہیں۔ وہ بھی اس حالت میں کہ آپ اتنی جلدی میں ہیں!۔“

تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ سیالکوٹ پر کافروں نے حملہ کر دیا ہے، ان کو روکنے کے لئے جازا ہوں۔

ملک صاحب کہتے کہ میں نے عرض کی کہ لاہور پر بھی تو کافروں نے حملہ کیا ہے۔ آپ وہاں کیوں نہیں جاتے؟

تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ لاہور کے لئے تو داتا صاحب موجود ہیں۔

شہداء لامکانی، قطب ربانی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لامکانی رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف والی سرکار سفید براق لباس میں ملبوس جا رہے ہیں اور آپ کے پیچھے بھی

حضرت صوفی محمد دین صاحب جو آپ کے روحانی خلیفہ ہیں، ٹوٹا لے جا رہے ہیں، قیصر نام

دعوت فرماتے لگے، بازوؤں سے کمرۂ مبارک ہٹا تو بازوؤں پر سیاہ نشان تھے !

صوفی صاحب نے عرض کی کہ قبلہ نشان کیسے ہیں ؟

تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کافروں کے گرائے جانے والے

ہم اٹھاتے اٹھاتے یہ داغ بڑ گئے ہیں !

ان دونوں واقعات کا تذکرہ حضرت علامہ مولانا محمد سلیم صاحب نے خود مجھ

سے بیان کیا۔

ان تمام مصدقہ واقعات و روایات کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ  
جہاد پاکستان اور حق و باطل اور اسلام و کفر کے معرکے ہیں، پاکستان کی شیر دل افواج  
کے ساتھ ساتھ مددگار اہل بیت امام الانبیاء علیہ السلام اور اولیاء عظام کی امداد بھی شامل تھی  
ورنہ انکار کی صورت میں یہ فیصلہ کرنا ہوگا۔ کہ

○ محاذوں پر سبز کپڑوں والے یہ مجاہدین کون تھے ؟

○ اور غازیان اسلام کے دلکش ہوش سفید برائی کپڑوں میں بلوئیں کون تھے ؟

○ اور مجاہدین پاکستان کے ساتھ فکر میدان کارزار میں گھوڑے پر سوار وہ جری جوان کون تھے ؟

○ اور اسلام و کفر کے اس معرکے میں پاکستان کے بہادر اور سرفروش غازیوں کے

شامائش دینے والے کون تھے ؟

○ اور حق و باطل کی اس جنگ میں مجاہدین کی پشت پناہی کرتے ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نعرے لگانے والا وہ نورانی خاندان کون تھا ؟

حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان کی جرأت مند اور جہاں نشا افواج کی ہمت و شجاعت

اور ایثار و قربانی کے بے مثال جذبے کے ساتھ ساتھ، نصرت الہی، تائید خداوندی، امداد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت پناہی اولیاء اللہ نہ ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ صورتحال کچھ اور ہوتا۔

اور اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسجد نبوی کے منبر رسول پر، دوران خطبہ  
ارایۃ الجبیل، پکار کر چار سو میل کے فاصلے پر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہا کی مدد کر سکتے  
ہیں تو کسلی والے آقا علیہ السلام اور اولیاء عظام کی مدد پاکستان کے مسلمانوں کے  
لئے کون سی مشکل ہے۔

اور آئینہ مورخ جب تاریخ میں پاکستان کی فتح و کامیابی کے اسباب تحریر  
کریں گے تو حضور علیہ السلام کی مدد اور اولیاء عظام کی دستگیری کا باب سنہری حرفوں  
سے لکھنا جائے گا۔

اور پھر جہاد پاکستان میں مددگار اہل بیت، شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم  
اور اولیاء عظام کی امداد و دستگیری اور ایشیت پناہی و مشکل کشائی کا یہ زندہ ثبوت بھی  
ہے کہ دشمن کی اندھا دھند ہماری کے باوجود بھی ہمارے کسی فوجی ٹھکانے اور ہوائی  
اڈے کو ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا۔

اور فوجی ٹھکانے یا ہوائی اڈے تو درکنار کسی چھوٹے سے چھوٹے ٹپ کی ایک

اینٹ بھی نہیں اٹھ گئی۔

تو کیا یہ ایک اتفاقی حادثہ ہے۔ نہیں! اور ہرگز نہیں بلکہ ہمارے فوجیوں

درویشوں اور بزرگان دین کی مدد کا نتیجہ ہے، جو دشمن کے ہموں کو اپنی چھوٹیوں میں

اٹھاتے رہتے اور دشمن کے ہوا باز خود بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ جب ہم

ہم مارتے تھے تو سبز کپڑوں والے آدمی ان کو اٹھالیتے تھے اور ان کا ہر بنا دیتے تھے۔

البتہ دشمن کی ہماری سے پاکستان کا یہ نقصان ضرور ہوا کہ لاکھوں پورے قریب ایک

گاون چھلی سنگھ والا میں دشمن کی ہماری سے ایک آدمی کے حقے کی ٹوپی (جلم)

ٹوٹ گئی تھی۔ اور اس نے حکومت پاکستان سے یہ درخواست کی ہے کہ جب بھی حکومت

پاکستان ہمارے اپنے نقصان کا معاوضہ طلب کرے تو میرے حقے کی ٹوپی کا بھی ذکر کیا

جلد سے کیونکہ یہ ٹوپی ہماری خاندانی ٹوپی تھی۔



## محمد یونس

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا : ہنر کو م رکھنے کا ہے اک یہاں

پاکستانی فضائیہ کے فلائیٹ لیفٹیننٹ محمد یونس جن، جن کو ملک و ملت کی پاسداری کرنے ہوئے اپنی غیر فانی شجاعت، اے شان جو غازی اور بے نظیر جانبازی کا مظاہرہ کرنے پر صدر پاکستان نے ”ستارہ جرات“ عطا کیا ہے۔ انہوں نے گھر سے رخصت ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے بہت آرام کر لیا ہے اور اب پاکستان کی آبرو و عظمت بچانے کا وقت آگیا ہے۔ اور اللہ اللہ میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور پھر ان کو اپنا فرض ادا کرنے کے لئے فضا و آسمانی ہیں پرواز کرنی پڑی۔

میدانی انراج کی پپائی کو دیکھتے ہوئے، ہندوستان نے دوسری چال چلی اور فضائی برتری حاصل کرنے کی غرض سے پھر پور فضائی حملہ کر دیا اور بھارت کا پاکستان کی مقدس سرزمین پر فضا وے حملہ کرنے کا مقصد برتری حاصل کرنا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ پاکستان کے عقاب تو ان بھارتی مولوں کو وہ بوجھنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور اسلام کے یہ جانباز شاہین فضائی جنگ کے تمام گزروں سے بھری طرح آگاہ یہ کفیل کھینے کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔

اور فضائی جنگ کے پہلے ہی روز پاکستان کے ہوا بازوں کی دھماک میٹھ گئی تھی

جبکہ سرگودھا کے ہوائی اڈے پر محمد عالم سکواڈرن لیڈر نے دشمن کے پانچ جیٹ طیارے مار گرائے تھے اور اس طرح فضائی جنگ میں دنیا میں ایک نیا ریکارڈ قائم کیا کیونکہ پاکستانی شہباز ایم ایم عالم نے ایک ہی فضائی معرکہ میں اپنے سے طاقتور اور ہمدرد بھارتی طیاروں کا مقابلہ کر کے پانچ طیاروں کو مار گرایا۔

اس کے بعد بھارتی پائلٹ، پاکستانی شاہینوں سے استقدر بدحواس ہو گئے کہ وہ پاکستانی عقابوں بھارت کی فضاؤں میں بھی داخل ہونے سے باز رکھ سکتے۔

پھر محمد یونس کی شہبازی اور فضائی جنگ تو ہندوستان کے جنگی دوستوں کو سنے دم تک یاد رہے گی! انبالہ - جڑ پور اور پٹھان کوٹ اور پٹوارہ کے ہوائیوں میں بس بھی شور تھا کہ وہ آیا۔ وہ جھپٹا۔ وہ پلٹا۔ وہ ہم اور وہ گیا! — اس نے بھارت کے ہوا بازوں کو کئی بار فضا سے آسمانی میں لٹکا کر اور پھر ان پر عقابوں کی طرح پلٹنا، جھپٹنا اور پھر ان کو زمین پر آتے دیکھا۔ انقبال نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ : —

دے دلولہ شوق جسے لذت پرواز

کر سکتا ہے وہ مہر کو تاراج

اور جب کبھی وہ تھک کر پیچھے اترنے کا ارادہ کرتا تو اس کے کانوں میں یہ آواز آتی کہ : —

تو شاہینیں ہے پرواز ہے کام تیرا

تیسرے سامنے آسمان اور بھی ہیں

تو اللہ کا یہ شیر اور بھی جوش و خروش اور جرات و ہمت سے گلشن وطن کی



رنگین بہاروں کی رکھوالی کے بیٹے بادِ محرم کے تباہ کن جھونکوں سے کھیلنا شروع کر دیتا!  
اور اُس نے کئی بار ہندوستان کی فضائی لائن کو بھونک دیا اور کئی بار بھارت کے ہوائی اڈوں  
پر ٹھیک ٹھیک نشانے لگائے!

اور اُس نے دن کی روشنی میں بھی اور رات کے اندھیرے میں بھی دشمن کے ٹھکانوں  
پر بم برسائے اور ساتھ ساتھ اپنی میزانی فوج کو فضائی تحفظ فراہم کرنے کے لئے پوری  
مدد کی۔ وہ مسلسل فضائے بسیط میں پرواز کرتے ہوئے زمین پر اترنے کا ارادہ کرتا  
تو پھر فضائیوں میں تیرتی ہوئی یہ آواز اس کو بھڑکا دیتی کہ۔۔۔

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا  
بکروم ہے اگر تو، تو خطہ نہیں افشا۔

اور پھر وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں معرعت ہو جاتا اور آخر وہ وقت بھی آ  
گیا، جو میدانِ جہاد میں مسلمانوں کے لئے عید کے کم نہیں یعنی اسلام کی عظمت،  
وطن کی ناموس اور ملتِ اسلامیہ کی آبرو کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت کا بلند مرتبہ  
پانے کا وقت!

لیکن اس شہید ہونے سے قبل اپنے وطن کی مقدس مٹی کو ہر سہ دینے  
کے لئے واپس آنے کا ارادہ کیا۔۔۔ تو جھنگ میں بیٹھے ہوئے اس کے بڑے  
والد کی یہ آواز اس کے کانوں میں پہنچی۔۔۔

جو کبوتر پر بچھٹنے میں نرا ہے اسے پیر

وہ مزاشتاید کبوتر کے ٹو میں بھی نہیں

وہ پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈے پر اپنی تباہ کن پرواز کر رہا تھا کہ اسکا جہاز  
دشمن کی گولوں کی زد میں آگیا۔ اور اس کے جہاز کو آگ لگ چکی تھی، اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر کو

اطلاع دی۔ لیکن اب وہ اور اس کا جہاز اس قابلِ شغفے کو واپس پاکستان کی سرحد  
نہیں پہنچ سکتے۔۔۔

اس الش کے شیر نے فوراً ایک فیصلہ کیا اور اپنے پٹھانیت اپنے جہاز کو  
بھارتی ہوائی اڈے پر کھڑے ہوئے دشمن کے جہازوں پر گرا دیا اور اس طرح جہاز  
کے پیچھے تیار اور صحیح حالت میں کھڑے ہوئے جہازوں کو تباہ کر دیا مگر ساتھ ہی ملے  
ملت پر اپنی جان نثار کر کے جنت کا حقدار بن گیا۔۔۔

اس کے ساتھ وہ اپنے فرض کو پوری طرح ادا کر چکا تھا۔ کیونکہ اس وقت دشمن کی  
ہوائی طاقت پوری طرح مغلوب ہو چکی تھی اور ہندوستان کو فضائی فوج کا جو مزور تھا  
وہ خاک میں مل چکا تھا۔۔۔

اور بھارت کی چٹیاں، اسلام کے شہبازوں اور پاکستانی مقابلوں کے  
سانے آنے سے کترنے لگیں تھیں۔۔۔

بھارتی چٹیاں پر چڑھ چھٹے۔۔۔ مقابلوں کی طرح  
ان فضا میں اڑنے والوں کے نشانوں کو سلام



## میجر نذر حسین



میجر نذر حسین بھی پاکستان کی میدانی فوج کے ایک بہادر اور حوصلہ مند مجرم جن کو صدر پاکستان نے برکی کے صحافی پر میدان جنگ میں ان کی بے مثال جرأت و لاثانی ہمت و حوصلہ دکھانے کے صلے میں ستارہ جرات کا اعزاز دیا گیا ہے۔

۹ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صبح کو بھارت کے جنگی جیٹوں نے اپنے جنوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کر لینے کا جو مجنونانہ خواب دیکھا تھا وہ پاکستان کے اس جرات مند غازی اور اسلام کے غیرت مند مجاہد کی بے مثال ہمت اور لاثانی شجاعت کی وجہ سے شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

میجر نذر حسین کو کافی مکانات سے حکم ملا کہ وہ اپنے دستے کے ساتھ سرحد کی طرف بڑھیں اور بھارتی ٹینکوں کو ہر قیمت پر آگے بڑھنے سے روکیں!

حکم پاتے ہی وہ مرد مجاہد اپنے دستوں کے نو ٹینکوں کے ہمراہ حق و صداقت کا پرچم لیکر سرحد کی طرف روانہ ہو گئے اور آٹھ بجے صبح میدان کا زار میں پہنچ گئے۔

۸ ستمبر کو اس بہادر جرنیل کو حکم ملا کہ ہر طور کر کے دشمن پر حملہ کر دو! چنانچہ وہ اپنے نو ٹینکوں کے ساتھ ایک قطار کے ساتھ میں بند کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے گئے۔

کفر کے گیدڑوں نے اسلام کے اس شیر کی یلغار کو روکنے کے لیے زبردست گوریلائی شروع کر دی لیکن چونکہ ان کے مضبوط ہاتھوں میں حق و صداقت کا پرچم تھا اس لیے اللہ

کے فضل و کرم سے کفر کے ٹینکوں کا ایک گولہ بھی ان اسلام کی گاریوں پر نہ لگ سکا۔ اور اس طرح وہ بھی تیرج سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن کے حوالی جملے سے بھرد بے نیاز ہو کر انہوں نے سارا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔

اور جو چیز خدا کے سپرد کر دی جائے، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کو نہیں ٹٹا سکتی۔ میجر نذر حسین دشمن پر کاری ضرب لگانا چاہتے تھے تاکہ اسے پاکستان کی مقدس سرزمین پر حملہ کرنے کی سزا دیجائے اور ہندوستان کے ہتھیوں کو پر تیا جا سکے کہ وہ انہوں پر بیٹھ کر دڈی مارنا اور بات ہے اور میدان جنگ میں اللہ کے شیروں کے مقابلے میں گولے پلاؤ اور بات ہے!

دشمن کی زبردست گوریلا باری میں بھی وہ اپنے ٹینکوں کو آگے بڑھتے گئے اور شام سے پہلے انہوں نے برصغیر کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

۸ ستمبر کی رات بڑی خوفناک جھبٹاںک تھی۔ اسلئے کہ دشمن ملک و ملت کی آن کے بہادر رکھولے اور اسلام کے اس شیر و غازی کی یلغار کو روکنے کے لئے اندھا دھند ہونے پر سارا تھا۔ لیکن انہیں کی آگ کے شعلے پاکستان کی سالمیت کے نگہبانوں کے لئے مشعل راہ بننے جا رہے تھے۔

پاکستانی ٹینکوں کے ارد گرد بھارتی توپوں کے گولے گر رہے تھے اور یہ جاننا غازی بڑی بہارت اور جہارت سے اپنے ٹینکوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرتے رہے۔

بالآخر رات کے اڑھائی بجے دشمن کے حملے کا زور ٹوٹا۔ اس طرح رات کی خوفناک جنگ میں وہ ہندوستان کے دھوتی پوشوں، جہارت کے بزدل ہاشموں اور رام راج کے کینے پھوٹوں کو موت و ہلاکت سے ہمکنار کرنے کے بعد فرا دم لینے کے لئے بیٹھ ہی تھے کہ ۹ ستمبر کی صبح ایک پیام ملا کہ

آگے بڑھو اور کفر کی گردن مروڑ دو!

بھارت کے مورچوں کو جرات سے توڑ دو!

اور — آگے بڑھو اور گرانڈ ٹرنک روڈ کو کاٹ دو!

اور پھر وہ بارگ ملک و ملت کا شیر دل پاسبان اپنے ٹینکوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا! دشمن کا ایک ٹینک اس کو نظر آگیا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اس مرد مجاہد کی نظر سے بچ سکے۔ فوراً ہی اپنی توپوں کا نشانہ بنایا۔

اس ٹینک کی تباہی سے دشمن پریشان ہو گیا اور انتہائی بھڑا ہٹ اور سراسیمگی میں پیچھے ہٹے ہوئے گولہ و بارود سے بھرے ہوئے بالکل صحیح حالت میں اپنے تین ٹینک پاکستان کے لئے چھوڑ گیا۔

اور پھر اسلام کے اس بہادر جرنیل نذر حسین نے حسینی خان دکھاتے ہوئے پہلے ہی جوانی حملے میں بھگیاں پر قبضہ کر لیا۔ جو کہ پہلے دشمن کے قبضے میں تھا یہ وہی مقام ہے جہاں ہندوستان کا ایک بزدل میر جرنیل نمجن پر شاہ انتہائی بوکھلاہٹ میں بھاگتے ہوئے اپنی جیب بھی پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ بھلا کہاں کفر کے جنگل کا ایک گیدڑ اور کہاں اسلام کے میدان میں اللہ کا شیر۔

ملک و ملت کی آبرو کا یہ بہادر رکھوالا تھکے ہوئے مسافر کی طرح ذرا آرام لینے کے لئے اپنے ٹینک سے ابھی اتر رہا تھا کہ ۱۰ ستمبر کی آدھی رات کے وقت ان کے کانوں میں یہ آواز آئی کہ —

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

اس مرد مجاہد کو حکم ملا کہ یہاں سے ایک میل دور فلاں مقام پر دشمن کا ایک بہت

ہی مضبوط مورچہ ہے، اس پر حملہ کر کے اس کو فنا کر دو! اور پھر عظمت اسلام اور آبروئے وطن کا یہ سرفروش غازی، صبح کی روشنی میں دشمنوں کی صفوں کے سامنے کھڑا تھا۔

اگرچہ بھارتی فوجوں نے اس مقام پر نزدیک دست و فغانی انتظامات کر رکھے تھے لیکن یہ اس شیر دل جرنیل کی ہمت و جرات کے سامنے یہ انتظامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے اور اس نے حملہ کر کے سب کچھ درہم برہم کر کے رکھ دیا۔

اس نے اپنے ساتھ دس ٹینکوں کو حکم دیا کہ وہ ان سے پیچھے آئیں مگر خدا جانے یہ پیغام ان کو کیوں نہ ملا اور وہ بہت پیچھے رہ گئے۔ لیکن پاکستان کا یہ بیخوف اور حوصلہ مند غازی اپنے اکیلے ٹینک ہی کو آگے بڑھاتا ہوا دشمن کے ٹینکوں کے نرسے میں اچکا تھا۔

اس سے پہلے اس نے موت کو کبھی اتنے قریب نہ دیکھا تھا، جتنی قریب وہ اس وقت دیکھ رہا تھا! اور اس موقع پر آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا ان کے لئے برابر تھا۔ لیکن چند ہی لمحوں میں انہوں نے آگے ہی بڑھنے کا مہم ارادہ کر لیا۔

ان کی اگر کوئی قناعتی تو بے بسی یہ تھی کہ ملک و ملت کی سالمیت کی نگہبانی اور دین مصطفیٰ کی پاسبانی کرتے ہوئے شہید ہو کر میں "نذر حسین" اپنی جان نذر حسین کر دوں اور اسی جذبے کے ساتھ وہ آگے بڑھے تو دشمن کا دوسرا ٹینک بھی ان کی زد میں تھا۔

اور پھر یہ ہوئے شیر کی طرح وہ اکیلے ہی دشمن کی اگلی صفوں میں مردانہ وار گھس گئے اور ڈرامہ کو حکم دیا کہ ٹینک پوری رفتار سے چلا یا جائے اور پھر جرات و شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ خالہ بن ولید اور محمد بن قاسم کی یاد تازہ کر دی اور اس طرح انہوں نے دشمن کے پانچ ٹینکوں کو تباہ کر ڈالا۔ اس کارروائی کے بعد وہ حیرت انگیز شجاعت و



جرات کا مظاہرہ کرنے بعد اپنے دستے کی طرف واپس آ رہے تھے کہ بھارتی پیدل فوج کے بڑوں فوجیوں کے قریب سے گزرے کہ وہ تصور بھی نہ کر سکے کہ پاکستان کا اکیلا ٹینک ہماری انگلیوں صفوں میں تباہی پھیلا کر واپس آ رہا ہے۔ دشمن کی اس غلط فہمی سے بھرپور حسین نے خوب فائدہ اٹھایا اور مشین گن سے زبردست فائرنگ کر کے ڈیڑھ سو ہندوستانی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب تک کے معرکوں میں بھرپور حسین کو ایک خواش تک بھی نہ آئی تھی۔ اور آتی بھی کیوں ؟

مومن ہے سپاہی اسکی نر تو ہے لا الہ

سایہ کشمشیر میں اسکی پناہ ہے لا الہ

لیکھنے ٹینک میں دھواں بھر گیا تھا۔ دھواں نکالنے کے لئے انہوں نے ٹینک کا ڈھکنا اٹھایا اسی غما کر دشمن کی گولی ان کے سر کو زخمی کرتے ہوئے نکل گئی۔ ان کے ٹینک کے ساتھیوں نے جب ان کو زخمی دیکھا تو وہ بھوکے شیروں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ان کے پرچھے اڑا دیئے !

جن کی جساں بازی سے یار و غفلت دیں بچ گئی۔

ان ہمسافہ نازیوں مردوں جہانوں کو سلام

روزنامہ مشرق ۵/۲۳

پاکستان کی برقی۔ سمی اور فضائی فوج کے جانباز مجاہدوں اس فوج و شہساز غازیوں اور خیر دل بہادروں نے جہاد پاکستان میں اپنے حیرت انگیز جنگی کارناموں سے اسلام کی تاریخ میں جس رنگین باب کا اضافہ کیا ہے اس سے عقل و فلسفہ پر ہر چیز کو پرکھنے والوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

اسی لئے کہ ہمارے مذہبی و دینی راہنما، علماء کرام اور خطیب حضرات جب کبھی اسلامی

تاریخ کو دہراتے ہوئے اللہ کے سپاہیوں اور اسلام کے شہیدوں کے حیرت انگیز جنگی کارناموں سے جلسوں یا منروں میں لوگوں کو متعارف کراتے ہیں، تو اپنے آپ کو بڑا تعلیم یافتہ اور جدید روشنی سے آراستہ لوگ، جن کے دل پر انگریزی کا عصب اور جن کے دماغ پر مغرب کی جمبوٹی چمک دیک بھائی ہوئی ہے۔ مذاق کرتے ہیں۔ جب ان کو اسلامی تاریخ میں سے حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ جنگ موتہ میں وہ صرف ۲۰ ہزار مسلمانوں کے ساتھ دو لاکھ افواج پر فتح پانے ہوئے۔ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے صرف آٹھ ہزار سپاہیوں سے جنگ یرموک میں کفر کو شکست دی۔ حالانکہ دشمن کی سپاہ کی تعداد نوے ہزار تھی۔

تو یہ لوگ حیران ہو جایا کرتے اور یہ کہ بڑی حقارت و نفرت سے منہ موڑ لیا کرتے کہ مولوی جی عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔ اور یہ تو پرانے زمانے کی باتیں ہیں، ان میں بالآخر بھی ہو سکتا ہے، جبکہ اس وقت تیروں اور تلواروں کی جنگ ہوا کرتی تھی۔ مگر آج زمانہ مائیکس، توپوں، ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو یہ مغربی تعلیم و فلسفہ کے گدگد کر قرآن و حدیث کی آیات و واقعات پر بھی چچیاں اڑا دیتے !

لیکن جہاد پاکستان میں ہماری مسلح افواج کے غیور اور بہادر مجاہدوں نے اپنی تاریخ کو جس انداز سے دہرایا ہے۔ ایسے لوگوں کو ان کی آنکھوں کے نہانے وہ سب کچھ کہ دکھایا ہے جن کو یہ انگریزی کے پروردہ بابو لوگ، مولویوں کے خیالی انسان اور من گھڑت کہانیاں کہا کرتے تھے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ ماہہ پرستی اور سائنس پر ایمان رکھنے والے حضرات یہ نہیں جانتے کہ اسلام ایک روحانی مذہب ہے اور یہی مذہب جس کا لوگ مذاق اڑایا



مکرتے ہیں کفر کے مقابلے میں مسلمان کی آخری ڈھال ہے۔ اور جہاد پاکستان میں یہی ڈھال کام آگئی جس نے کفر کے ہر ٹھٹھک سے ٹھٹھک وار کو روکا۔

اور کس مسلمان کی روحانیت جب اویسیت پر غالب آجاتی ہے تو پھر اس کے لئے اللہ کا شیر۔ اسلام کا غازی اور خالد بن ولید۔ ابو عبیدہ، محمد بن قاسم اور محمود غزنوی بنا کوئی مشکل نہیں۔

ہمارے دیکھنے والے مجاہد بھی اسی مذہب اسلام اور دین مصطفیٰ ﷺ پر ایمان رکھتے تھے اور پاکستان کے یہ غازی بھی اسی دین حق کے پرستار ہیں۔ وہ بکے پچھے مسلمان تھے۔ اور یہ بھی!

ان کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کا دریا مٹھن تھا۔ اور ان کے دلوں سے میں بھی! وہ بھی اللہ کے پرستار اور یہ بھی! ایسی صورت اس وقت تھی کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے اور یہ بھی اسی کلمہ کا ورد کرنے والے ہیں۔ اور ایسی صورت میں! اس منکرات و گمراہی کے زمانہ میں بھی یہ بہادر! اللہ کے شیر۔ اور اسلام کے سپاہی بن کر ہندوستان کی اتنی بڑی طاقت کو پوری قوت سے کچل سکتے ہیں۔ تو وہ لوگ تو پروردہ آنکوش نبوت تھے۔ پھر ان کے لئے اللہ کی تلوار بننا کون سا مشکل تھا۔

موجودہ جنگ میں ہر عرصہ خصوصاً سیالکوٹ کے محاذ پر دیکھا گیا کہ دشمن کی ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیدل فوج تھی اور پھر چھ سو ٹینکوں، ہزاروں توپوں اور ہجرتی گاڑیوں سے پوری طرح سے مسلح تھی۔

اور مقابلے میں بارہ ہزار مسلمان مجاہد۔ گنتی کی چند توپیں اور کچھ ٹینک۔ مگر پھر بھی مسلمان غازیوں نے ہندوستان کا غرور خاک میں ملا کر رکھ دیا اور اسے ذلت آمیز لگایا

دی تو صرف اس لئے کہ اگرچہ زمانہ توپوں، ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کا ہے۔ لیکن لڑنے والے تو مسلمان تھے اور اللہ کے سپاہی۔ محمد کے غلام اور علی کے ملک تھے۔ اور مسلمان کا مقام جو درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ بس

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان  
گفتار میں کردار میں اللہ کی بھمان  
قبلمدی و عفتاری و قدوسی و جبروت  
یہ چار عناصر ہوں تو بتا ہے مسلمان

اور پھر وہ کہتا ہے کہ:

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان  
مومن ہے تو خود آپ ہے تقدیر الہی  
کافر ہے تو شمشیر یہ رکھتا ہے بھروسہ  
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے باہمی

غرضیکہ اس درویش نے مسلمانوں کو جو پیغام دیا تھا۔ اور مسلمان کو جس مقام پر دیکھنا چاہتا ہے۔ جہاد پاکستان میں مسلمان اس معیار پر پورے کا تو ہے ہیں اور عقل و فلسفہ اور مغربی تعلیم و تہذیب کے پرستاروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ عظمت اسلام کی پاسبانی۔ دین مصطفیٰ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھگوانی اور ملکیت کی آبرو کی رکھوالی کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دینی، یہ عقل و فلسفہ پر مبنی کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو عشق کا سودا ہوتا ہے!

اور میدان جہاد میں لڑنے والے مسلمان کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ اگر کس قتل کر کے آیا تو غازی ہوں اور قتل ہو گیا تو شہید ہوں۔ اور شہید ہونے کے بعد اس کی رسائی



## عقاب

پاکستان کی فضائیہ جس کا نشان عقاب شاہین ہے کے بانیاز  
ہوا بازوں نے جہاد پاکستان میں جو حیرت انگیز کارنامے دکھائے اور اپنی مثال  
جرات اور لاثانی شجاعت کے باب رقم کئے وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں، مگر ان  
مظاہروں پر دنیا کے انسان تو درکنار آسمان کے فرشتے بھی قیامت تک تحسین و آفرین  
کے پھولی پنچاؤں کرتے رہیں گے۔

ہندوستان کے جنگی جنونیوں کو اپنی طاقت پر بڑا ہی ناز تھا اور ہوتا بھی  
کیوں نہ کیونکہ اس کی فضائیہ دنیا کے جدید ترین طیاروں پر مشتمل تھی اور پھر  
عدوی طور پر پاکستان سے چار گنا بڑی بھی!

مگر اس کے باوجود بھارت کے یہ جنگی جہاز چڑیاں ثابت ہوئے اور  
فضائی جنگی کارروائیوں میں وہ دوسرے روز سے ہی پاکستانی عقابوں کا سامنا کرنے  
سے گھبرانے لگے۔

اور آج اگر وہ مردِ قلندر زندہ ہوتا تو اسلام کے شہبازوں اور پاکستان  
کے عقابوں کو بھارتی کال کر چھیوں پر پھٹتے دیکھ کر کتنا کہ میرے شعروں کو پاکستانی  
شاہینوں نے عملی تفسیر دے دی اور وہ کتنا مسرور ہوتا۔ کہ یہ۔

چھتے نہیں کجھنک دھام اس کی نظریں

جب بیل واسرافیل کا جیسا وہے لڑن

اور پھر پاکستانی اور بھارت کی فضاؤں نے ان شاہینوں اور شہبازوں  
کے وہ کارنامے دیکھے کہ پوری دنیا نے انہیں حیرت انگیز معجزے قرار دیا۔

اور تاریخ نے ان کارناموں کو زندہ حجاب دید کر دیا، اور ہماری آنے والی نسلیں ان  
پر بلا شک و شبہ فخر کرتی رہیں گی۔

درویش لاہوری مردِ مومن کو شہباز شاہین اور عقاب سے تعبیر کرتا ہے:  
اور وہ اپنی ساری زندگی ایسے مردِ مومن کی تلاش میں رہا۔ وہ کہتا ہے کہ:

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں

نظر آتی ہے ان کو اپنی منزلِ آسمانوں میں

نہیں تیرا شمعِ قمرِ سلطانی کے گنبد پر

تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

لیکن اسے کیا خبر تھی کہ میرے بعد ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ مردانِ

مومن اس کی تعبیر کو اصلی رنگ میں پیش کریں گے۔

اس نے آج سے کئی سال پہلے جس تخیل کو پیش کیا تھا۔ اسلام کے ان

شہبازوں اور پاکستان کے ان عقابوں نے اسے ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔

اس نے کہا تھا:

ہوائیں اُن کی، فضائیں اُن کی، سمندِ اُن کے جہاز اُن کے

گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر بھنور ہے تقدیر کا ہسار

اور پھر اس مردِ مومن کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھنٹا

یگنبدِ افلاک یہ خاموش فضا

## کرنل عبدالرحمن

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ !  
غالب و کار آفرین کارکش کار ساز

پاکستان کی بری فوج کے شیر دل لیفٹیننٹ کرنل عبدالرحمن جن کو سیالکوٹ کے محاذ پر لاثانی جرات و شجاعت کے صلے میں صدر پاکستان نے ستارہ جرات عطا کیا ہے۔ پاکستان کی آزادی اور اسلام کے وقار کی حفاظت کرتے ہوئے محاذ پر ہی شہید ہو گئے تھے۔

کرنل عبدالرحمن سیالکوٹ کے محاذ پر ۳۱ رتوب نامہ کے اپنا جرح سنبھالا جس نے ٹینکوں کی تاریخ ساز جنگ میں بھارت کی طاغوتی طاقت کو فنا کر دیا تھا۔ اور یہ وہی محاذ تھا۔ جہاں ہندوستان ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے بھانسی سے فوج کی سب سے طاقتور اور تجربہ کار جینٹل "فرگنڈ" ٹاگر پوری کی پوری جھونک لی تھی اور پھر چھ سو ٹینکوں، ہزاروں توپوں اور آٹھ ہزار سپاہیوں کی فوج کے ساتھ پوری طاقت سے حملہ کر دیا تھا۔

اور یہی جنگ ہے جس میں اسلام کے جان نثاروں، مجاہدوں اور پاکستان کے سرفروش غازیوں نے اپنے جسموں پر ہم باندھ کر اور پھر دشمن کے ٹینکوں کے نیچے نیرٹ کر نہ صرف ملک و ملت کی آزادی و سالمیت کو بچا لیا تھا۔ بلکہ ناموس اسلام اور عظمت دین کی پاسبانی کی تھی !

اور اسی محاذ پر چونڈہ آور الہیتر دشمن کی بے پناہ گولہ باری سے سٹالن گراڈ بن کر رہ گئے تھے۔ الہیتر، جوان دنوں بھارتی درندوں کی وحشت و بربریت سے تباہ و برباد ہو چکا ہے، کبھی مرکز علم و حکمت، منبع فیوض و برکات اور گوارہ غفران و اتفاق تھا۔

مناظر اسلام۔ علامۃ العصر حضرت مولانا محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ اسی الہیتر کے رہنے والے تھے جو فاتح مرزا نیت و عیسائیت کے نام سے مشہور تھے !  
اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مناظرہ کے میدان میں ان کے مقابلے میں نہ زانی ٹھہر سکتے تھے اور نہ ہی عیسائی !۔ نہ ہی آریہ اور نہ ہی شیعہ اور بخدی !  
اور جن کی آواز حتیٰ سنسکر ہزاروں غیر مسلم علاقہ گروش اسلام ہو گئے، پاکستان کے بہت سے علماء کرام انہی کے تربیت یافتہ ہیں۔

انہوں نے اپنی زندگی میں صداقت اسلام اور دین کی تبلیغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے پیش نظر کی اور عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کرامت بھی تھے۔

اور آپ کے چہرہ مبارک پر فقر و درویشی کا نور ہر وقت چمکا دکھائی دیتا تھا اور باری زندگی او یا اللہ کی خدمت کرتے رہے اور کبھی اللہ حضرت علامہ حکیم عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الہیتر کے ہامی تھے جو جہان طیب ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی معالج بھی تھے۔



اور فن حکمت میں ان کا یہ مقام تھا کہ حکیم اجل خاں مرحوم کے تجویز کیے نسخوں میں بھی رد و بدل کر دیا کرتے تھے!

ان کی نگاہوں میں فقر و غنا کا مہلال بھی تھا اور درویشی و روحانیت کا جمال بھی!

اور پھر بابا اعطاء محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی الہڑ کے رہنے والے تھے جو پیر کامل کے نام سے مشہور تھے! تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ ان کا روحانی فیض بھی دور تک پھیلا ہوا تھا جس کی وجہ سے حلقہ مریدین بہت وسیع تھا اور ساری ساری رات یاد الہی میں گزار دیتے۔

اور پھر بابا جی عبدالکرم رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الہڑ کے رہنے والے تھے جو صاحبِ قلب و نظر ہونے کے ساتھ ساتھ سخی بھی تھے اور کئی بار بروج میں اگر گھر کا سارا سامان غریبوں میں تقسیم کر دیا! حلم و علم اور تقویٰ و طہارت میں اپنی مثال آپ تھے۔ اور پھر بابا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الہڑ کے رہنے والے تھے۔ جو اپنے وقت کے بلند پایہ حکیم اور صاحبِ جذب و کستی بھی تھے اور شاید اسی جذبہ سستی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور جب ان سے دلیل پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ الہڑ کا نام قرآن پاک میں ہے۔

اور چونکہ ”عربی میں نہیں ہے۔“ ایسے اصل میں یہ آکسر ہے اور پھر اپنے بزرگوں کے بھلنے پر تائب ہو گئے۔ یہ تمام حضرات ایک ہی گھرانے کے افراد تھے اور نام کے تمام شہباز لا مکانی، غوثِ محمدانی، قطبِ ربانی، خواصِ بحرِ عرفانی، واقفِ اہلِ رحمانی، حضرت پیر شیدہ جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف کے روحانی خلفاء بھی تھے!

اور ان حضرات کے تمام علمی و عملی کمالات اور فقر و درویشی کے درجات اپنے مرشدِ کامل کی نگاہِ پاک کا فیض تھا اور ان کی رشتہ داری چک فاضلیاں کی مشہور برادری ہے۔ جن کے سرگروہ جناب پیر سید کشفی شاہ نظامی ہیں۔ جن کے صاحبزادے جناب سید ظفر احمد صاحبِ پاکستان کے مرکزی ذریعہ قانون ہیں۔

غرض یہ کہ وہ الہڑ جو کبھی علم و عرفان کا مرکز تھا، آج بھارتی لیٹروں کے قبضہ میں ہے اور ایک اخباری اطلاع کے مطابق اس کی مسجد کو بھی جلا دیا گیا ہے۔ موجودہ دور کی مادہ پرست دنیا کی جنگ میں ترسناک کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ کرل عبدالرحمن بھی اسی اہم کردار پر مامور تھے، وہ دشمن کے اس فیصلہ کن حملے کو پکارتے کے لئے اپنے توپ خانے کو فوری ہدایات دینے کے لئے ایک جیپ پر سوار ہو کر دشمن کی صفوں میں مردانہ وار گھس گئے۔ اس وقت دشمن کے ٹینک آگ برسا رہے تھے۔

لیکن پاکستان کی سالمیت کا یہ سرفروش مجاہد اور اللہ کا شیراگ کے اس مندر میں تیرتا ہوا بڑی جرات سے آگے بڑھتا گیا اور فوجی ہدایات سے اپنے دستے کی پوری طرح رہنمائی کرتا رہا اور پھر سے بڑے شیر کی طرح گر رہا۔ حق کے نعرے لگاتا اور بڑی بہادری سے دشمن کے دھتور کو چیرتا ہوا اگلی صفوں میں جا پہنچا!

انہوں نے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی اور گرد و پیش کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ ویسے مقام پر ہیں جہاں سے پیچھے ہٹنا ایک جان نثار غازی کی توہین تھی اور وہاں ٹھہرے رہنا موت! اور پھر وہیں انہوں نے یہ آواز سنی کہ

مسلمانوں بلاق و بؤرہ و ستمان ہو جاؤ  
رسول اللہ کے ناموس پر قربان ہو جاؤ

اور پھر انہوں نے دشمن کی اگلی صفوں میں جا کر بھارتی سوراؤں کو لٹکا رہا  
بھارت سے دہنے والے اسے شامتری نہیں ہم  
ران کچھ میں کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

اور پھر ہندوستان کے جنگی ناخداؤں کو آواز دی کہ اور امریکہ کے ٹینکوں پر  
ناز کرنے والو آؤ اور محمد کے غلام سے دست بردست جنگ لڑ کے بھی دیکھو  
ہماری طرف امریکہ - روس اور برطانیہ ہے اور ہماری طرف اللہ اور رسول اور  
علی حیدر کرار ہے! دشمنوں نے بہادر کرنل کو اپنے گھبرے میں لینے کی کوشش کی  
لیکن پاکستان کا حوصلہ مند فدا کی جنگ کے تمام خطرات سے بے پرواہ اور  
موت کے خوف سے بے نیاز ہو کر جنگ کے بھر پور ہونے شعلوں میں دروازہ دار  
کھڑے ہو کر اپنے توپ خانے کو مناسب ہدایت دیتا اور اپنے توپخانے سے دشمن  
کے ٹینکوں اور فوجی ٹھکانوں پر ٹھیک ٹھیک نشانے لگا کر تباہ کر دیتا۔

اور پھر جب وہ اپنے فرض کو بڑے ہی احسن طریقے سے نبھا کر واپس آ رہا تھا  
تو دشمن کا ایک گولہ ان کی پیپ پر لگا۔ جس سے شمع ملک و ملت کا پروانہ اس آگ  
میں جل گیا۔ اور اس طرح گلشن وطن کا یہ بہادر مجاہد شہید ہو گیا۔ لیکن وہ اپنے دشمن  
کو پورا کر چکے تھے اسلئے کہ ان کی ہمت و جرات کی بدولت دشمن کی توپیں خاموش اور  
بکتر بند گاڑیاں تباہ ہو چکی تھیں اور اس کے ٹینکوں کے پہاڑ اریزہ اریزہ ہو چکے تھے  
اور کھربڑی دولت سے مہیا ہو چکا تھا۔



## مہاجر عزیز بھٹہ

قبضے میں تلوار جو آجائے تو مومن  
یا خلد جانساز ہے یا حیدر کرار



پاکستان کی میدانی فوج کے مہاجر عزیز بھٹہ جن کو صدر پاکستان نے لاہور کے  
مجاز پران کی بے مثال جرأت و جواں مردی کے صلے میں فوج کا سب سے بڑا اعزاز  
نشان حیدر عطا کیا ہے۔ مجاز پران ملک و ملت کی پاس بانی کرتے ہوئے  
شہید ہو گئے۔

نشان حیدر کا اعزاز صحیح معنوں میں عزیز بھٹہ کی شانِ شان ہے۔  
اس لئے کہ انہوں نے بھارتی جنگی سوراؤں کے وہ تمام ناپاک منصوبے خاک میں  
ملا دیئے جو لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کر لینے کے لئے بنا کر آئے تھے۔

ٹینکوں کے پہاڑ، توپوں کی آتشیں باری اور ہموں گولوں کی بارشیں بھی غنیمت کی طرح سمجھ رہے تھے۔ وہ کئی بار آگ کے شعلوں کی پھیٹ میں اور کئی بار دشمن کے گولوں کی زد میں آئے۔

اسی لئے کہ وہ ہر قیمت پر دشمن کو لاہور سے دور رکھنا چاہتے تھے! ان کو وقت کی نزاکت کا پورا پورا احساس تھا اور وہ اپنی ذمہ داری کو بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر دشمن کو ذرا سی بھی دھبیل دی گئی تو جنگ کا فترت ہمارے خلاف بدل سکتا ہے۔

اسلام کا یہ بہادر غازی اور پاکستان کا شیر دل مجاہد شیروں کی طرح دھڑکتا ہوا۔ گولوں، ہموں سے کھیلتا، شانِ حیدری دکھاتا ہوا اور کفر کی صفوں کو اٹھاتا ہوا کئی بار آگے نکل جاتا!

اور جب دیکھتا کہ میدان جنگی اہمیت سے ہمارے خلاف ہے تو پھر وہ پھر سے ہونے شیر کی طرح گرختا ہوا اور دشمن ٹینکوں کے نرلا دی پہاڑوں سے ٹکراتا ہوا اپنے مورچے میں واپس ہٹ جاتا! اور آخر کار اس نے اپنے مورچے میں ہی جم کر دشمن پر کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا!

یہ پرانے زمانے کی جنگ نہیں تھی کہ جس میں دونوں طرف کے سپاہی ایک ایک کر کے میدان میں نکلتے۔ تلواریں چلتیں۔ نیزے چمکتے۔ برچھپوں کے دار ہوتے اور پینتر سے بدلتے جاتے! اور لوگ میدانِ جنگ سے باہر لڑنے والے بہادروں کی لڑائی کا تماشا دیکھتے اور دونوں طرف کے عوام اپنے اپنے بہادروں کو دایہ شجاعت دیتے تھے۔

مگر! پاکستان اور بھارت کی یہ جنگ، توپوں، ٹینکوں اور بمباریوں اور سائنسی و مشینی ہتھیاروں کے عقلی طور پر استعمال کرنے کی جنگ تھی جس میں

مسانی قوت اور غنیمت جنگ کی بجائے عقل کے استعمال کی جنگ تھی! لیکن سچو غنیمت اس خوفناک جنگ کی ایک ایک چال کو سمجھتے تھے اور دشمن کی ہر کارروائی سے پوری طرح واقف تھے اور پھر اللہ کا یہ شیر بارگاہِ الہی میں یہ دعا کر کے اپنے مورچے میں جم گیا کہ:

”اے میرے رب! العزت میری آنکھیں اسلام کی سرحدوں سے کفر کے طوفانی سمندر میں ڈوبا ہوا نہ دیکھیں! اور میری زندگی میں بھارتی درندے مسلمان عورتوں کی چادریں نہ اتاریں! اور آج اگر ہندوستان کے کافر، دانا کی نگری میں داخل ہو گئے تو کل قیامت کے دن میں وہاں مصطفیٰؐ میں کون سامنے نہ کر جاؤں گا۔“

اور پھر اس کے مورچے کے چاروں طرف سے یہ آوازیں آسنے لگیں کہ اسے اسلام کے بہادر غازیو!

”اٹھو سارے میں تلواروں کے بل کھانے کا وقت آیا  
فضا میں برجم تو حیدر لہانے کا وقت آیا  
نہیں ہوتے تم محمود کی عظمت کے کھولے  
بُت ان ہند کے چیلوں سے ٹکرانے کا وقت آیا“

اور پھر وہ اپنی شہادتِ الٰہیہ میں ثابت قدمی سے حق و صداقت، اسلام کی عظمت اور ملک و ملت کی آبرو کی حفاظت کے لئے بھارتی ڈاکوئی سے لڑتے رہے۔

پھر دن گذر گئے اور اس دوران دشمن کی توپیں آگ و آہن برساتی رہیں اور ٹینک گولہ باری کرتے رہے۔ گوئے ان کے چاروں طرف گرتے رہے اور آسمان سے ہموں کی بارش ہوتی رہی، لیکن پاکستان کی آبرو کا یہ پاسبان پھر روز تک جھوکا پیاسا اپنے مورچے میں ڈٹا رہا۔

اور آخر کار وہ وقت آگیا۔ جو میدان جہاد میں کسی خوش نصیب مسلمان کے  
کو ملتا ہے۔ یعنی شہادت کا وقت۔ ایسی شہادت کہ جس پر ہزاروں زندگیاں

قربان

ایسی شہادت کہ جس کی پاک روح کو اٹھانے کے لئے رحمت کے فرشتے اپنے  
دامن کو پھیلائے رکھتے ہیں۔ ایسی شہادت کہ جنت کی عورتیں بھی جس کی معتبر کسی  
روح کا استقبال کرتی ہیں اور جس کے لئے جنت کے سب دروازے ہر وقت کھلے  
رہتے ہیں۔

اور آخر کار دشمن کی توپ کا ایک گولہ اس کے سر پر لگا اور اس طرح اسلام  
کا یہ شیر دل جرنیل مسلسل پھر دن رات دشمن کو ناکوں چمے چبانے کے بعد شہادتِ اکرام  
میں شہید ہو گیا۔

اسلام کو اگر میدانِ بدر کے غازیوں پر غرور ہے کہ انہوں نے روزے کی حالت  
میں کفر سے ایک دن کی جنگ لڑی تھی تو اسلام کے اس سرفروزش مجاہد پر بھی اسلام  
قیامت تک ناز کرتا رہے گا جس نے چھ دن تک مسلسل روزے کی حالت میں بھارت  
کے کافر جنگی جنونیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دے کر ملک و ملت اور اسلام  
کی لاج رکھ لی۔



## بیت المقدس کی فتح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے مردِ مومن، اللہ کے ولی اور  
اللہ تعالیٰ سبحانہ کے شیر کہ جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
”شیطان لعین، عمرؓ کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے!“  
اور جو کبھی غضب کی نگاہ سے سورج کی طرف دیکھے تو سورج کی پیش ٹھنڈی ہو

جائے۔

اور جو کبھی دریائے نیل کو خط لکھ دیں تو سوکھا ہوا نیل سیلاب کی سی طوفانی  
صورت اختیار کر لیتا ہے!

اور۔۔۔ جنھوں نے ایک منافق کو اس لئے درگزر سے کر دیا کہ اس نے  
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا۔

اور جنھوں نے بہن اور بہنوئی سے قرآن سن کر انہیں اٹا مار کر انہیں بہوش  
اور اوجھڑوا کر دیا تھا اور پھر اسی قرآن مجید کے اعجاز اور برکت سے حلقہ بگوش اسلام  
ہو گئے!



اور پھر جب نماز پڑھنے خانہ کعبہ کی طرف گئے تو تلوار ہاتھ میں پکڑی —  
 نیزہ گلے میں لٹکایا اور شمشیر عرب کو ہوا میں اُڑایا اور پھر قریش کے بہادروں کا نام لیکر  
 لٹکارا کہ —

آج خطاب کا بیٹا مسلمان ہو کر خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے جا رہا ہے کسی میں جرات  
 ہے تو راستہ روک لے! —

مگر مقابلہ میں وہ آئے جس نے اپنے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ کرنی ہوں! —  
 لیکن کوئی بھی مقابلے پر نہیں آیا! —

اور وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنہوں نے دوسرے صحابہ کرام کی طرح چھپ  
 کر نہیں بلکہ پہلے غسل کیا — پھر کعبۃ اللہ کا طواف کیا اور بلند آواز سے پکارا! —

"قریش کے بہادرو! — ہاشمی جوانو اور ابرہہ جیل اور ابولہب کے نقش قدم پر  
 چل کر مسیوبؓ نے علیہ السلام کو چھڑ مارنے والا —

ابو جحیٰ کا غلام عمر آج مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ جا رہا ہے جس نے دیوار  
 کھڑی کرنی ہو کر کہے! —"

مگر سب کے حوصلے پست ہو گئے اور کسی کو اس اللہ کے شیر کا راستہ روکنے کی جرات  
 نہ ہو سکی —

اور ہاں! — وہی اللہ کے شیر جنہوں نے اپنی سیاسی بصیرت — حسن تدبیر  
 اور جنگی بہادری کی بنا پر اسلام کی عظمت — دین کی سر بلندی اور نظامِ مصطفیٰؐ کے لئے

اسلامی جہاد کے ذریعہ اسلامی فتوحات کا انقار ابھرایا۔ تو جہاں جہاں اس نقاد کے  
 آواز پہنچی، وہاں وہاں کفر و باطل کے دلوں پر چرچٹ لگتی گئی! —

اور کفر کے بڑے بڑے بہادروں، اسلام کے بڑے بڑے دشمنوں اور باطل

کے بڑے بڑے سرداروں کے دل دھتنے لگے! —

اور پھر چند ایک مجاہدین کا ایک اسلامی لشکر تیار کر کے عرب کے صحرائے نیکے کو دنیا  
 کی کوئی طاقت ان کا راستہ نہ روک سکی —

بہنیں خالد بن ولیدؓ کی شمشیر عرب دشمنوں کے سر کاٹ رہی تھی اور کہیں ابوعبیدہ  
 بن جراحؓ کی تیر اندازی سے باغیوں کے سینے پھلنی ہو رہے ہیں اور کہیں حضرت

عمر بن العاصؓ کے برق رفتار گھوڑے دریاؤں کی روانیوں پر سے ایک سیفینہ کی مانند  
 تیرتے چلے جا رہے ہیں —

اور پھر اسی اللہ کے شیر نے معدن عراق کی فتح — روم و شام کے قیود  
 کسری کے سنہری تخت و تاج کو ہمال کرتے ہوئے —

ایران و ہندوستان کی کامیابی — آذربائیجان اور سیستان کی کامرانی — بھروسہ  
 مدائن کو سزنگول کرنے اور ایران کے شہ زور ستم — جنگجو بہن اور لوہے کا

لیاس پہن کر لڑنے والے سپہ سالار عیینوس کو خاک غون میں تڑپاتے ہوئے —  
 بیت المقدس کی دیواروں تک جا پہنچے —

بیت المقدس فتح ہوا — بلال حبشیؓ نے ظہر کی آذان کہی — مسجد اقصیٰ میں  
 نماز پڑھی گئی —

صلح کا عہد نامہ اپنے دست مبارک سے لکھا اور نہایت ہی سادہ لیاس میں  
 مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے —

یہ بیت المقدس کی فتح کی خوشی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آذان کہی  
 در نہ وہ تو عہد کر چکے تھے رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی آذان نہ دوں گا —

مگر — افسوس کہ عرب ریاستوں کے حکمرانوں کی بے حسنی اور عرب کے رنگین

شہزادوں کی بزدلی اور عیش پرستی کے باعث یہودی اگس بیت المقدس پر ستھ سال  
سے گھوڑے باندھ رہے ہیں۔  
اور ان پر یہودیت کا پرچم اُڑا رہا ہے۔ اور یاسر عزتات کی کم نگاہی۔ بزدلانہ سیاست  
اور نااہل قیادت کے باعث فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ اور عرب ممالک  
کے زمین مزاج۔ طاقت ناماؤش شہزادوں کے حکمت عملی کے سیاہ اندھیروں میں ڈوبنے  
ہوئے ہیں۔ کہ

ارہوں ڈالر روزانہ آمدنی کے باوجود ابھی تک کسی اسلحہ ساز فیکٹری کا وجود تو  
درکنار۔ کوئی ٹافیاں بنانے کا معمولی سا کارخانہ بھی نہیں لگا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ عراقی  
حملہ کے دوران کویتی جھگڑے سے جڑ گھٹنے تک بھی اپنی مادر وطن کا دفاع نہ کر سکے۔  
اور اگر عرب شہزادوں نے کوئی گولی بنائی ہوتی۔ تو آج بیت المقدس  
کی رکھوالی۔ حجاز مقدس کی حفاظت اور سعودی حکومت کو بچانے کے لئے نہ امریکہ  
عیسائیوں کے ناپاک قدم، عرب کی مقدس زمین کو پامال کرتے۔  
نہ اسرائیل کے یہودی بیت المقدس میں گھوڑے باندھتے اور نہ ہی مجاہد اقصیٰ  
کو آگ لگانے کی ہرأت کرتے اور نہ ہی یاسر عزتات کی کمزور حکمت عملی۔ کم نگاہی اور بزدلانہ  
سیاست اور نااہل قیادت کے باعث فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام ہوتا۔  
اور نہ وہ عرب الوطن ہو کر در بدر کی ٹھوکریں کھاتے۔

حضرات محترم! صابزادہ سید افتخار الحسن کسچ کہتا ہے کہ سعودی عرب کے عیش پرست  
شہزادے شاہ فہد اور اس کے بھائی بندوں نے خدا کو چھوڑ کر امریکہ، برطانیہ۔  
فرانس، اٹلی سے امداد طلب کر کے ایک ناقابل معافی جرم کیا ہے کہ

عراق جیسی خود اور اسلامی اور مغرب و حکومت کو کفر و باطل کے لیٹوں کو کر لیا  
پر ملو کر شاہ و بر باد کر دیا۔  
مگر وہ بزرگ بھی عرب تھے جو دنیا کے بڑے دیروں، پہلوؤں اور بڑے  
بڑے شہسواروں کے غرور کو خاک و خون میں ملاستے ہوئے سندھ کے ساحل پر آتے  
اور یہاں وادی مہران کی ظالم و جابر حکومت کو روندتے ہوئے مٹان میں داخل ہو گئے۔  
اقبال مرحوم خوب کہتا ہے کہ

دیں انہیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں  
اور کبھی افریقہ کے پہاڑی پہاڑوں میں  
شان چھٹی نہ تھی آنکھوں میں جہانداروں کی  
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی  
اور

دشت تو دشت میں دریا بھی نہ چھوڑتے ہم نے  
نکسہ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے  
درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے بھی اپنی ایمان افروز کتاب "عرب کلیم"  
میں آج سے پچاس سال قبل اُترائے عرب کو ایک زندہ جاوید پیغام دیا تھا۔ کہ  
ص۔ کہ یہ کافر ہندی بھی جسارت گفتار  
اگر نہ ہو اُس کے عرب کی بے ادبی  
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس است کو  
وصال مصطفوی۔ افتراق بولہبی  
نہیں وجود حدود و قیود سے انس کا  
مخدسری سے ہے عالم عربی

کہ۔۔۔ جب تک یہ امرائے عرب اور مصر و حجاز اور شام و عراق کے عربی حکمران اور زرنگین مزاج شہزادے، محمد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے دامن کو وابستہ رکھیں گے اور ابو جہل و ابولہب کی تہذیب۔۔۔ ان کی سیرت اور ان کی خفاقت سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں گے اس وقت تک یہ عربی کبار نے میں حتی بجانب ہوں گے۔

اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو پھر ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے اور در بدر کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے اور بیت المقدس بھی ان کے ہاتھوں سے جاتا رہے گا اور مسجد اقصیٰ کے مقدس مینار سے بھی ان کی بے حس۔۔۔ بزدل اور عیش پرستی پر ماتم کرتے رہیں گے۔

اور پھر فلسطینی عرب سے کہتا ہے۔۔۔ کہ

۷۔۔۔ زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ میں جانتا ہوں وہ آتش ترے دھرد میں ہے تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں فرنگ کی رگ جہاں پنجسہ یہود میں ہے سنا ہے میں نے غمگسائی سے امتوں کی نجات خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے !

کہ اسے فلسطینی عرب کے بہادر فرزانوں اور اسلام کے جانثار سپاہیوں! میں جانتا ہوں کہ وہ پرانی قحطی زمانہ نے یہود و نصاریٰ کے تکرار و غرور کو جلا کر رکھ دیا تھا اور کفر و باطل کے اندھیروں میں حتی و اسلام کی شمع روشن کی تھی اور آج کا زمانہ ابھی تک تمہاری اس آتش سوزاں کے سوز اور یہودیت و نصرانیت کے مضبوط قلعوں کو عشق رسول کی آگ اور اسلام کی آتش تیاں ابھی تک تمہارے سینوں میں محفوظ ہے۔

اور تم آج بھی اس آتش پر سوزے کفر و باطل کی دیواروں کو جلا کر دین و اسلام کے مقدس چہروں کو اور بھی روشن تر کر سکتے ہو لیکن افسوس کہ تمہیں کوئی بہادر لیڈر بیباک نہ ملتا اور سیاست کی شطرنج کی چالوں کو سمجھنے والا قائد نہ ملے نہ مل سکے۔

اور اسے فلسطین کے عزیز الدیار مسلمانو! تمہاری اس غلامی۔۔۔ محتاجی اور در بدر ٹھوکریں کھانے کا علاج جنیوا کے اجلاسوں۔۔۔ لندن کی کانفرنسوں اور انگریزوں کی مکارانہ چالوں اور دانشگاہوں کی عیارانہ فضاؤں میں نہیں ہے بلکہ جنیوا اور لندن کی بجائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی ایمان افروز ہواؤں اور شمشیر عرب کی تابدار کاٹ میں ہے!

آؤ۔۔۔ مدینہ منورہ کی نورانی ہواؤں میں گم ہو کر اپنے دامن کو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھر لو اور عرب ریاستوں کے زرنگین مزاج شہزادوں کی عیش پرستی کے یہودہ ماحول سے نہ موڑ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہاد!

ابو عبیدہ بن جراح کی جنگی بہارت اور خالد بن ولید کی جان نثاری کو اپنی زندگی کا عیار بنا لو۔

تاکہ تمہاری ہر مشکل آسان ہو جانے کے ساتھ ساتھ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کے پاک صحنوں میں تم چہر نماز ادا کر سکو۔

اور ان کے مینار سے اذان کی آواز سے یہودیت اور صہیونیت کے دل دہل جائیں۔

اور تمہاری طرف سے یہودیوں کے ظلم دستہ اور قتل عام اور بیت المقدس کی توہین اور مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کا بدلہ اور انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔

قارئین سے تحریک!

قارئین محترم! ذرا سعودی شہزادے رنگینی۔ بے حس اور عیش پرستی کے باعث کمزوری۔ بزدلی اور اسلحہ کی کمی اور فوجی طاقت کی بے وفائی اور جنگی ہمارت بے ناواقفیت ملاحظہ ہو۔

کرستہ ۱۹۷۹ء کو چند ایک باغیوں نے شاہنہد کی حکومت کے خلاف بغاوت کردی اور وہ بھی عین راج مبارک کے موقع پر۔ مگر سعودی حکومت کے جھگڑے فوجی اور روضہ المور کی مالی مبارک کو برباد دینے والوں کو گزار کر لینے والے سپاہی خدائے کس عیش و عشرت میں مبتلا تھے کہ اتحاد دن تک بھی ان پندرہ بیس باغیوں کو خانہ کعبہ سے نہ نکال سکے۔ آخر کار پاکستان کے بہادر فوجیوں نے محض چند گھنٹوں کے اندر انہیں گزار کر لیا!

اور میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ میں اس سال حکومت کی طرف امیر السجاس بن کر گیا ہوا تھا۔ مگر۔۔۔ اسے عرب کے رنگین شہزادوں۔ مسلمان ریاستوں کے عیش پرست حکمرانوں اور عرب لیگ کے نام نہاد کارکنوں، اس سال سے بیت المقدس کی دیواریں تہمتی بزدلی پر فوجہ کناں ہیں۔

مسجد اقصیٰ کا حسین و جمیل عمارت آپ کی بے بسی اور عیش پرستی پر آنسو بہا رہا ہے اور بلند آواز سے آوازیں دے رہا ہے کہ۔۔۔ کہاں گئے وہ کفن بردوش مسلمان جو عرب کے صحرا سے اٹھے اور اپنی شمشیر آبدار لیے کبھی جنگوں میں کفر و باطل کے خلاف لڑ رہے ہوتے اور کبھی دریائوں کی طوفانی موجوں سے ٹکراتے ہوئے اور دنیا کے کفر و باطل کے بڑے بڑے شہزادوں کے طاقت کے غرور و تکبر میں ملاستے رہے اور کوئی قوت انکار استہزاک نہ روک سکی۔۔۔

## ہندوستان میں تحریک آزادی

حضرات گرامی!

ہندوستان کی تحریک آزادی اور پھر تحریک پاکستان میں کئی طوفان اٹھے! کئی کالی آندھیاں اور کئی بار پانچ دریاؤں میں خون بہتا ہوا بھی نظر آتا ہے۔ اس لیے کہ کبھی ہندو مسلم اتحاد کے نعروں اور کبھی ہندوؤں اور سکھوں کے مندروں اور گڑھوں میں گائے کا گوشت اور کبھی مسلمانوں کی مسجدوں میں خنزیر کے پائے بھی سڑش کے تحت ڈالے گئے۔

اور اسی تحریک کا ایک خونی باب یہ بھی ہے کہ مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۱۹ء کو جنرل رولٹ کی قیادت میں ہندوستان میں ایک وفد آیا کہ وہ جاگیر فیصلہ کرے کہ سیاسی مجرموں کو کیا سزائیں دی جائیں۔ حالانکہ ۱۹۱۳ء کی جنگ میں ہندوستانوں نے انگریزوں کی بھرپور مدد کی تھی مگر اس کا بدلہ ہندوستانوں کو یہ مل رہا تھا۔

مگر قائد اعظم محمد علی مرحوم نے ایکٹ کے خلاف مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو دارالحکومت کو ایک خط لکھا کہ اگر آپ نے اس ایکٹ کو واپس نہ لیا تو ملک میں ایسی آگ لگا دی جائے گی جو طمان سے بجھائی نہ جاسکے گی۔

پھر اسی ایکٹ کے خلاف مظاہرہ کرنے کے لئے مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیانوالہ باغ امرتسر میں ایک جلسہ ہوا جو ہندو مسلمانوں اور سکھوں کے اتحاد کا مظاہرہ بھی تھا۔ جس میں ڈاکٹر کھیلو۔ مولانا داؤد غزنوی اور ڈاکٹر ستیہ پال نے بے پیرش



لیکن جنرل ڈائرس نے گولی چلائی جس سے ایک ہزار ہندوستانی مارے گئے۔ مگر پھر ۱۵ سال کے بعد ایک ہندوستانی سکھ سردار اودھم سنگھ لندن پہنچا اور اس کے ہمراہ ایک مسلمان لڑکی فیروزہ نے تعاون کیا جس کی درباہت سے عین امبلی کے اجلاس کے دوران سردار اودھم سنگھ نے جنرل ڈائرس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اور اس سے زور سے پکار کر اعلان کیا کہ آج بہت خوش ہوں کہ میں نے جنرل ڈائرس سے جلیانوالہ باغ میں اپنے ہندوستانی بھائیوں کے قتل عام کا بدلہ لے لیا ہے اب مجھے بھانسی پر لٹکا دو!

اور اس تحریک آزادی ہند کی تاریخ کا پہلا بڑا ہوا ایک درق اور بھی ہے وہ یہ کہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۸ء کو مسٹر سائمن کی قیادت میں ایک انگریز وفد ماسٹن کمیشن ہندوستان کے حالات کا سیاسی جائزہ لینے کے لئے ہندوستان پہنچا۔ مگر اس وفد میں کسی ہندوستانی کو شامل نہیں کیا گیا تھا اسلئے ہندوؤں اور مسلمانوں نے اس وفد کا بائیکاٹ کر دیا۔

اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم اور لالہ لاجپت رائے نے اس کمیشن کے خلاف دھواں دار اور باغیانہ تقریریں کہیں۔ ان دنوں لاہور کی پولیس کا سربراہ سکاٹ تھا۔ اس نے لاٹھی چارج کا حکم دے دیا مسٹر مانڈریس جتھم دار تھا۔ اس نے پہلی لاٹھی لالہ لاجپت رائے کے سر پر چرائی جس سے لالہ جی موت کی آغوش میں جا بیٹھا۔

لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد فوجت سنگھ نے جو کہ چک نمبر ۸ جڑانوالہ ضلع فیصل آباد کا رہنے والا تھا جس نے مسٹر مانڈریس کو گولی سے اڑا کر اعلان کر دیا کہ آج میں بہت خوش ہوں کیونکہ میں نے آج اپنے ایک بھائی لالہ لاجپت رائے کے انگریز

قابل کو گولی مارا اس کا بدلہ لے لیا ہے۔

اور سردار فوجت سنگھ کو گرفتار کر لیا گیا اور اسپر مسٹر مانڈریس کے قتل کے الزام میں مقدمہ چلا کر مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۲۲ء کو لاہور جھانسی دے دی گئی اور اس کی لاش کو دریائے ستلج کی طوفانی بہروں کے سپرد کر دیا گیا۔

حضرات گرامی!

ابھی ۱۹۴۹ء میں ایک غریب کاں داستان تارخ کے صفحات پر اور رقم ہوئی وہ یہ کہ بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو نہ جانے کیا سوچھی! کہ اس نے پنجاب میں سکھوں کے سب سے مقدس مقام بڑے دربار صاحب امرتسر پر ایک بدترین قسم کی فوجی کارروائی شروع کر دی۔ اور سکھوں کی مقدس ترین کتاب گرتھ صاحب کو پال کر دیا اور دربار صاحب کے گیارہویں اور عبادت کے لئے آئے ہوئے لوگوں کا قتل عام کر دیا۔

اور جو لوگ اس کارروائی کے دوران بچ گئے انہیں بلا تخصیص بچے بوڑھے اور خواتین گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا۔

مگر دو ماہ بعد ہی سکھوں نے بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو گولیوں سے بھانسی کر کے رکھ دیا اور قانون نے اندرا گاندھی کی لاش پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔ کہ ہم آج بہت خوش ہیں کہ ہم نے دربار صاحب کی بے حرمتی کا بدلہ لے لیا ہے۔ اور اس کے بعد اس اندرا گاندھی کے بیٹے راجیو گاندھی کا بھی وہی حشر ہوا۔



اس شخص پہ جیٹا ہوں  
کہ شاید وہ ضلہ بھیجیں

بھیجی ہیں درودوں کی  
 کچھ ہم نے بھی سونگائیں  
 ہاں! ہاں وہی مولانا محمد علی جوہر جنہوں نے ۱۹۲۲ء کی خلافت کمیٹی  
 کے ذریعے ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت اور  
 عداوت کی آگ بھڑکی

اور آخر کار ۳ جنوری ۱۹۳۰ء کی لندن گول میز کانفرنس میں جلتے ہیں تو ایک بد نہاد فرنگی کے جوہر چھنے پر

کہ محمد علی یہاں کیوں آئے ہو؟  
مولانا نے بڑے بیباکانہ انداز میں ایک بہادر سپاہی کی طرح جواب دیا۔  
کہ۔۔۔ میں یہاں ہندوستان کی آزادی کا پروانہ لینے آیا ہوں!  
اب مجھے آزادی کا پروانہ دے دیا پھر میری قبر کا انتظام کرو!۔۔۔

کیونکہ میں اب غلام ہندوستان میں زندہ واپس نہیں جاؤں گا۔  
 مگر قاضی نے کلام! — آپ یہ ٹھیکہ حیران ہوں گے۔  
 کہ اس مرد قلندر کو آزادی کا پروانہ تو نہ مل سکا البتہ وہ آزادی کی شمع پر

پروانہ دار پیدا ہو گیا ۱

رئيس الامراء مولانا محمد علي جوهر صاحب موعوم

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم۔ جو ہندوستان کی آزادی کے  
 لئے پہاڑوں سے لڑ کر اپنے دریا کے طوفانوں میں غوطہ زن ہوتے رہے اور انگریزوں  
 کی غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے ان کا ہر ظلم و ستم سہتے رہے۔ وہ بار بار بغاوت کے  
 الزام میں جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اور ان پر مقدمات بنتے  
 رہے۔

ان بغاوت کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ بہت مشہور ہے۔ جسے کراچی کا

مقدمہ لغاوت کہا جاتا ہے۔  
یہی محمد علی جوہر جب کبھی جیل کی تنگ و تاریک چکیوں میں تنہائی سے گھبرا اٹھتے تو  
تو نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لکھ کر اطمینان قلب حاصل کرتے تھے۔  
ان کی ایک نعت آج بھی زبانِ زردخاں دعا میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

تہنائی کے سب دن ہیں  
تہنائی کی جہب راہیں

اب ہونے لگیں اُن سے  
خلوت میں ملاقاتیں

اور اب مردِ مجاہد کی سعادت ملاحظہ ہو۔  
 کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم پیدا ہوتے رہے اور میں۔ اور مدت واقع  
 ہوتی ہے لندن میں۔ اور۔ دفن ہوتے ہیں۔

بیت المقدس میں۔

میر سپاہ ناسزا

شکریاں شکستہ صف

آہ! وہ تیر نسیم کش

جس کا نہ ہو کوئی ہدف

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ رازِ فاش!

لاکھ حکیم سرِ عجیب ایک کلیم سرِ مکھٹ!

آوند۔ غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدریس

جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کوٹ جاتی ہیں زنجیریں

اور۔ اسلامی ریاستوں کے رنگین مزاج شہزادو! اور عیش

پرست حکمرانو! سنو اور کھلے دل سے سنو!

کہ ہمارا دستور پاکستان۔ مردِ درویش لاہوری علائمِ اقبال آپ کے متعلق

آج کے کئی سال پہلے کیا کہہ گیا ہے۔

نہیں وجودِ حدود و قیود سے اس کا

محمد عربی سے ہے عالم عربی!

کہ آپ نے اپنی حماقت اور ناعاقبت اندیشی سے عرب لیگ بنا کر اپنی

ایک علیحدہ قومیت کا تصور تو دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

مگر جس نامِ اقدس کے ذریعے قومیں بنتی ہیں اور پھر وہ قومیں اسی کے

اسمِ گرامی کی برکت سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں۔ اسی اہم پاک  
 یعنی محمد عربی کے دامنِ اقدس کو تم نے چھوڑ دیا اور آج اسی وجہ سے آپ

ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

مجھے بتاؤ!۔ کہ آپ کی وہ عرب لیگ۔ آج کہاں ہے؟ اور

کیا کر رہی ہے؟

درویش لاہوری تو پوری کائنات پر چھا جانے کا ایک ہی نسخہ بتاتا ہے

کہ۔۔۔ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیسرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیکر ہیں

کوئی روس کی گود میں چلا گیا اور کوئی امریکہ کی آغوش میں!۔

اور۔ صاحبزادہ سید افتخار الحسن کی یہ بات بھی یاد رکھنا کہ آج مورخ ۱۳

جنوری کو مشرق وسطیٰ کے امن کے لئے واشنگٹن میں مذاکرات ہو رہے جس میں

امریکہ۔ برطانیہ اور فلسطینی مسلمانوں کے علاوہ یہودی نمائندے بھی شریک ہو رہے

ہیں!

مگر۔ اے عرب ریاستوں کے حکمرانوں۔ اسلام کے نام پر پیشواؤ۔

اور رنگین مزاج شہزادو! اس دھوکہ و فریب کے جال میں نہ جھپٹ جانا۔

اسی لئے کہ جس برطانیہ اور امریکہ نے یہودی ریاست کی بنیاد رکھ کر عرب ریاستوں

کے سینہ میں پھر اگھوپ رکھا ہے اور اسلام دشمنی کی بنا پر ہر موقع۔ ہر قدم اور ہر

معاملہ پر اس کی حمایت کرتے چلے آ رہے ہیں۔

وہ واشنگٹن مذاکرات میں اس اسرائیل کے خلاف جھلا کیسے کام کر نیگے۔

جس بنی اسرائیل نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وفانہ کی وہ آج مشرق وسطیٰ

کے امن کیلئے اور عرب ریاستوں اور فلسطینیوں سے کیا وفا کرے گا!

غالب مرحوم نے کیا خوب کہا ہے !  
 کہ — ہم کو ان سے وفا کی ہے ایسا  
 جو نہیں جانتے کہ وفا کیا ہے

اللہ کا نام لے کر اٹھو اور آپس کے تمام اختلافات مٹا کر اور آپس میں  
 محبت و اخوت کی طاقت پیدا کر کے اور شمشیر عربیے کر اٹھو اور پہاڑوں سے ٹکرا جاؤ  
 سمندروں اور دریاؤں کو کھٹکال ڈالو اور اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے الجھاؤ تو یہ سلام  
 کافروں کے لئے ہوئے ہوئے ہوئے و نصرائیت اور صیہونیت کے قلعوں کو روندتے ہوئے  
 بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی عظمت رفتہ کو بحال کر دو تا کہ تمہارا نام بھی اللہ کے  
 شیروں میں شمار ہونے لگے !

کیونکہ درویش لاہوری اقبال مرحوم کی خوب فرماتے ہیں —  
 کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان  
 اور مومن ہے تو خود آپ ہے تقدیر الہی  
 کافر ہے تو شمشیر رکھتا ہے بھروسہ  
 مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے بہاؤ

فلسطینی مسلمانوں کی طرح کشمیری مسلمان بھی ہر روز سیکڑوں کی تعداد میں  
 قتل ہو رہے ہیں۔ معصوم بچوں کے گلوں پر پتھر پائیں چلائی جا رہی ہیں۔ عصمت مآب  
 خواتین کی بے عزتی کی جا رہی ہے۔ ان کے گھر دیواروں کو آگ لگائی جا رہی ہے۔  
 حالانکہ آج سے پچاس سال پہلے اقوام متحدہ نے ایک قرارداد منظور کی تھی کہ  
 ۵ جنوری ۱۹۴۷ء کو جوئوں کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے گی۔ اور آج بھی مطالبہ ہے  
 کہ کشمیری عوام اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ کہ کئی ۵ جنوری کی تاریخیں گزر گئیں مگر کسی سنیے  
 کشمیر میں رائے شماری نہ کرائی۔ بلکہ بھارت نے کشمیر کو اپنا الٹ انگ کہنا شروع کر دیا۔

اور نہ جانے کب تک رائے شماری کی تاریخ ۵ جنوری آتی رہے گی اور گذشتہ تاریخ کی  
 مگر یہ سب انا خواب کب شرمندہ تعبیر ہو سکے گا۔

ایسے بھارت پر دباؤ ڈالنے کے لئے براہ راست برطانیہ کے ان لیڈروں پر  
 زور دینا چاہیے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورے کرتے ہوئے کشمیر میں رائے شماری کرائے۔  
 ہٹنالوں۔ جلو سوں۔ عالمی برادری کے زور دینے پر کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔  
 ہر روز بھارت کے ظالم فوجیوں کے ظلم و استبداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔  
 اور وہ کشمیری مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑ رہے ہیں۔

خالی بیانات اور قراردادیں پاس کرنے سے رائے شماری نہیں ہوگی اور نہ  
 کشمیر کو آزادی ملے گی۔

صدر القوب نے معاہدہ تاشقند کر کے جیسا ہوا کشمیر واپس بھارت کو دیدیا۔  
 صاحبزادہ سید افتخار الحق کہتا ہے کہ طاقت کے ذریعے بھیجی ہوئی چیز کو مرن  
 طاقت سے ہی واپس لیا جاسکتا ہے۔

ایسے اگر فلسطین و کشمیر حاصل کرنا ہے تو طاقت، اخوت اور اتحاد پیدا کر دو۔  
 اپنی جنگی صلاحیت بڑھاؤ اور حزب یہ سب کچھ مکمل ہو جائے تو دشمن پر کشمیر کی قرب کاری  
 لگاؤ اور دشمن کو چیت کر دو۔





## وطن کے غدار

قارئین کرام!

جب تک مسلمان غداروں کی وطن دشمن سرگرمیوں اور اسلام کے باغیوں کے ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہے اس وقت تک وہ کفر و باطل کے ہر معرکہ میں فتح و کامیابی کے ہندسے بہا رہے۔

مگر جب ان میں غداروں کی ایک ناپاک — گندی اور گمراہ جماعت پیدا ہونے لگی، تو نہ صرف مسلمانوں میں نفرت و عداوت کے سیاہ بادل پھیلنے شروع ہو گئے بلکہ اسلام کی نورانی پیشانی پر کاسے داغ لگنے لگے اور اسلامی چہرہ اپنی تابانی کھو بیٹھا۔

مثال کے طور پر — بہادر شاہ ظفر تیموری خاندان کا آخری تاجدار اور مغل سلطنت کا ٹٹمٹا ہوا چرلٹ تھا۔ جس کی مدد میں روسی دہلی کے گورنر بازاروں میں شام کی تاریکی میں لوگوں کو راستہ دکھاتی تھی۔

مگر مرزا الہی بخش، منشی رحیب علی اور مرزا سعد اللہ شاہ خاں کی غداروں نے ہندوستان میں اس آخری مسلمان تاجدار کو رنگوں کے خوفناک قلعہ میں پھنسا کر بالآخر اس چارٹ کو بھی بجھا کر دم لیا۔

اور اس مرد درویش سلطان کو اسی اندھیرے قلعہ میں دفن کر دیا گیا۔

چنانچہ وہ شاہی درویش وطن سے دُور — اپنی عزیز الوطنی کے بارے میں خود ہی کہتا ہے —

کستنا ہے بد نصیب ظفر کو دفن کے لئے  
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئٹے یار میں

اور اس المناک داستان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے —  
تخریب آزادی ہند ستمبر ۱۸۵۷ء کو جھانسی کی رانی اور بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں میرٹھ کے شہر سے شروع ہوئی۔ جسے انگریز بد معاشی نے غدار کا نام دیا ہے۔ تخریب نے زور پکڑا — ایلے کر مولانا فضل الحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کر دیا تھا۔

اس تخریب آزادی کو ختم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل انگریز جنرل میدان بھی اترے —

جنرل ہڈسن — جنرل نکلسن — اور جنرل ایمرسن —

مغل شہزادوں کے نام یہ تھے! —  
شہزادہ مرزا مغل — شہزادہ یاقوت اور شہزادہ جواں بخت —  
شہزادوں کے نام یہ تھے! —

شہزادی گلستانو — شہزادی قدسیہ اور شہزادی فسرخ سلطان —  
اور غداروں کے نام یہ تھے! —

منشی رحیب علی — مرزا الہی بخش اور مرزا سعد اللہ شاہ خاں! —

بہادر شاہ ظفر کو جہازوں کے قلعہ سے مرزا الہی بخش نے گرفتار کر دیا — مرزا سعد اللہ نے انگریز جرنیلوں کو بتایا کہ شہزادے بھی یہیں موجود ہیں۔

جنرل نکلسن جب ان شہزادوں کو گرفتار کرنے گیا تو شہزادے گرج کر کہے! —  
کہ — تیموری خاندان کے شہزادے مرنے سے پہلے گرفتار نہیں ہوا کرتے!

لیکن مرزا سعد اللہ نے کہا کہ میں نے تمہارے لئے امان لے لی ہے۔

شہنشاہ نے بھی قتل کر دیئے گئے۔ اور پھر اس شاہی خاندان کے خاتمہ کے بعد وہاں کے لوگوں نے دیکھا کہ وہاں کی شاہی مسجد کی ٹیلہ جیسوں پر ایک نوجوان لڑکی چہرے پر ایک ٹوٹا پھوٹا نقاب ڈالے۔ ہاتھ پھیلائے ہر آنے جانے والے غازی سے سوال کرتی ہے؟

دے جا سخیانام خدا کے!

آخر ایک آدمی نے آتش بہکاردن سے پوچھ ہی لیا۔ کہ تو کون ہے؟

بہکاردن نے جواب دیا۔

بھائی! میرے قریب نہ آنا۔ اور میرے نقاب کو ہاتھ نہ لگانا۔

میں بہادر شاہ ظفر کی بیٹی تھی پہاڑ بانو ہوں! اقبال مرحوم ان دنوں کے غداروں کی نشان دہی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ۔

جھک از بنگال مستادق از دکن

ننگ دین، ننگ قوم و ننگ وطن

اور یہ ہے بھی سچ!

ایسے کہ اگر میر جعفر غداری نہ کرتا۔ تو نواب سراج الدولہ کی لاش پلائی کے میدان میں ہرگز نہ ترستی اور وہ انگریزوں کو ہندوستان بدر کر کے بھجھڑتا۔ اور اسی طرح۔ اگر میر صادق غداری نہ کرتا تو شیر دکن و میسور سلطان ٹیمپو کے بدن پر سرنگا پٹم کے میدان میں انگریز جنرل گولیوں کی بوچھاڑ نہ کرتا۔ اور اگر مرزا ابلی بخش اور مرزا سعد اللہ خان غداری نہ کرتے تو بہادر شاہ ظفر کی موت رنگون کے اندھیرے قید خانہ میں نہ ہوتی اور اگر جتو غداری نہ کرتا تو یہ پاکستان ٹرنٹ کر ننگ ویش نہ بنتا۔

جیتے جی ہر کو کفن دے دیا

جسکی کرسی نے آدھا وطن دے دیا

یہ ہیں۔ وطن کے غداروں کی وطن دشمنی!

سرگرمیوں کے نتائج۔ صاحبزادہ سید افتخار الحسن زبیدی کہتا ہے کہ

پاکستان آج بھی ایسے ہی وطن کے غداروں سے محفوظ نہیں ہے۔

یہ ہر روز بھول کے دھماکے۔ بیگناہ لوگوں کا قتل۔ معصوم

عورتوں کی آبروریزی۔ اور گلی گلی۔ ڈاکوؤں کے حملے یہ سب کچھ وطن سے غداری

نہیں تو اور کیا ہے!

اور پھر ۱۹۴۷ء کی پاک بھارت جنگ میں پاکستان کے شہر وں سپاہیوں کو زایا

ہی نہیں گیا

اور مسٹر جٹو کے اس اعلان نے۔ کہ

اُدھر تم اور ادھر ہم!

ہمارے بہادر حنیفوں۔ بانٹاڑ سپاہیوں اور فضا کے آسمانی بی پرواز کسٹے والے

ہوا بازوں کے حوصلے پست کر دیئے گئے۔ درنہ سال ۱۹۴۷ء میں بھی وہی جذبہ تھا۔ وہی نون

شہادت تھا۔ اور وہی سرزدوشی کی لگن تھی۔

اس لئے کہ۔

اہل ایمان جب میدان میں سنبھل جاتے ہیں!

جذبہ شوق شہادت میں پھیل جاتے ہیں!

تم تو مٹی کے کھلونے ہو تمہارا کیا ہے؟

تبکیہ کے نعروں سے تو پھر بھی پگھل جاتے ہیں!

جیسا کہ اس کا منظر بہرہ بہ صلبہ جڑیاں۔ دیوا۔ سیدیاں  
اور برکی کے محاذوں پر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ہوجکا تھا۔  
اور آج کشمیر کی جنگ آزادی سے تنگ اگر ۱۹۶۵ء کی طرح ہندوستان کے  
جنگی جنونیوں نے پھر اس جنگ کو وسیع کرنے کے منصوبے بنا رکھے ہیں۔ تو ان برٹوں  
کو معلوم ہونا چاہیئے۔

آج بھی ہماری بہادر اور مجاہد افواج میں محمد یونس حسن اور ایم۔ ایم۔ عالم  
جیسے ہوا باز اور میدان جنگ کے عزیز بھی اور کرنل عبدالرحمن جیسے شہسوار اور  
نور خان جیسے شہباز اور شاہین موجود ہیں۔

اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں دوار کا قلعہ پاش پاش کرنے والے بھری  
بیڑے کے غوطہ زن زندہ ہیں۔  
جہالت کے جنگی نیناؤں یہ ٹھیک ہے کہ تم تعداد میں زیادہ ہو اور تہارے

پاس سامان جنگ بھی زیادہ ہے۔  
مگر صاف جڑاؤ سید اختر الحسن زیدی کی یہ بات ہرگز نہ بھولنا کہ  
لاکھ تھکے ہوں مگر ان کو بہانے کے لئے  
سورج دریا کا اک ریلہ ہی بہت ہوتا ہے  
اور اپنی کثرت تعداد کو تم نے سمجھا کیا ہے  
شیر جنگل میں ایک ہی بہت ہوتا ہے



## جنگ کے فائدے

جنگ کے بعد جنگ کے نقصانات کا اندازہ لگانا تو حکومتوں کا کام ہوتا ہے۔  
مگر پاکستان اور ہندوستان کی اس جنگ میں مجھے جو فائدے نظر آئے ہیں ان کا  
ذکر ضروری ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جنگ کے ان اٹھارہ دنوں میں جو کچھ ہم نے سیکھا  
اور پایا ہے وہ ہم پہلے اٹھارہ برسوں میں بھی نہ سیکھ سکے اور نہ پاسکے۔  
قوم خواب غفلت میں سوئی ہوئی تھی۔ اس کا دل مردہ ہوجکا تھا اور اس کے  
دل و دماغ پر ایک جمود طاری تھا۔ مسلمان دین پرستی کی بجائے عیش پرستی کے  
عادی ہوجکے تھے اور خدا و رسول کا پیغام حیات اور مقصد زندگی بھول چکے تھے۔  
دولت مند اور جاگیر دار اپنی دولت کے نشے میں سرسخت تھے۔ اور سیاسی  
رہنما کسی اونچی کرسی کی خواہش میں دست درگریاں تھے۔

اور مذہبی رہنما۔ علماء و خطباء حضرات دینی اختلاعات کو ہوا دے کر قوم  
کو فترت میں ڈال رہے تھے۔ کٹیج و منبر پر خدا و رسول کے پیغام حق دینے کے  
بجائے اپنی دلیلیں بنا رہے تھے۔

ریڈیو داسے پکے راگوں غلطی گانوں اور فحش ڈراموں کو ہی قوم کی خدمت سمجھتا ہے  
تھے اور قوم کو فحاشی اور عیاشی کا سبق پڑھا رہے تھے۔

ایکونے ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صبح ملت اسلامیہ کے لئے ایک پیامِ جوش و  
جوش لائی اور وقت کے تقاضے نے اسلامیانِ پاکستان کو جھنجھوڑا —  
اور پھر ساتھ ہی ریڈیو پاکستان سے ایک آواز شیر کی دھڑکن کو گرجی کر۔  
لا اکر اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والو! —

مسلمانو! تمہارے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ اٹھو! اور غرہ بکیر بلند کرتے  
ہوئے دشمن کی توپوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دو۔ اور ہندوستان کو معلوم نہیں  
کہ اس نے پاکستان پر حملہ کر کے کس قوم کو لٹکا رہا ہے! —

یہ آواز کھڑستانِ ہند کے خلافتِ جہاد کا نثار تھی۔ جس نے پاکستان کے دشمن  
کو در مسلمانوں کے خون میں ایک جوشِ جنوں پیدا کر دیا اور پھر یہ دس کروڑ مسلمان  
پاکستانِ کفر کے مقابلہ میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے جس سے ٹکرائے بغیر  
کے سیاسی پتھروں کے بس کی بات نہ تھی۔ —

علمائے کرام نے اپنے تمام مذہبی اختلافات ختم کر کے متحد و منظم ہو کر قوم کی  
راہنمائی کی۔ اور اپنی تقاریر و خطبات میں جہاد کی اہمیت اور وطن کی پاسبانی کا  
درس دیا۔ —

مسلمانوں میں نیا جوش و دلور تازہ اور ایشادِ قربانی کا جذبہ پیدا کر کے ملک کے  
بچے بوڑھے اور جوان کو اپنی سرحدوں کا محافظ بنادیا۔ —

اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ علمائے کرام ہی کا ربوبِ منت ہے۔ ایسے  
کہ جہاد کا تعلق مذہب سے ہے اور مذہب کے راہنما علمائے ربانی ہیں۔ جن کی آتش  
بیانی نے مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ قربانی اور شوقِ شہادت پیدا کر دیا۔ یہ علمی و بات  
ہے کہ کوئی اس روحانی و مذہبی جماعت کا کوئی نام نہ لے —

سیاسی راہنماؤں نے بھی اپنے سیاسی جھجکے ختم کر کے صدرِ پاکستان کو قسم  
کی حمایت و تعاون اور ہر قسم کی قربانی کا یقین دلایا۔ —

شاعروں کا تخیل اور ادیبوں کا قلم جو جامِ شباب، جنگ و رباب اور  
انسلط سوز افانوں تک محدود تھا۔ یک دم پلٹ گیا اور انہوں نے جہاد پر نظمیں  
اور نثر لکھ کر قوم میں ایک نئی روح جھونک دی۔ —

اور ساتھ ہی اخباراتوں نے بھی اپنے چہرے بدل کر قومی زندگی کا وہ شعور پیدا  
کیا کہ ساری عالمی صحافت رنگ رہ گئی۔ اور وہ جن اور کیا کر دنیا شش مشن کر اٹھی!

اور پھر سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ریڈیو والوں کو بھی اپنی کمزوریوں اور خامیوں  
کا علم ہو گیا اور انہوں نے بھی بکے راگوں۔ فلمی گانوں اور غمخس ڈراموں کی جگہ قومی ترانوں  
سے فضائے آسمانی کو مہکا کر رکھ دیا۔ تاریخِ اسلام کے اوراق اور جہاد فی سبیل اللہ  
پر تقریریں نشر ہونے لگیں۔ جنہوں نے نہ صرف اسلامیانِ پاکستان بلکہ عالمِ اسلام  
کو گرا کر رکھ دیا۔ —

اور جنگ سے پہلے ریڈیو والوں کے غلط اور لالچی پروگراموں کی وجہ سے  
جہاں بازارِ بازار۔ گلی گلی اور گھر گھر غمخس اور بچہ گانے نشر ہو رہے تھے۔ اب اس کے  
جگہ قومی ترانے اور ملی نغمے یوں گونج رہے تھے! —

سے — — — — —  
اگر — — — — —  
اور — — — — —

اور پاکستان کے بچے کی زبان پر خالد بن ولیدؓ۔ محمد بن قاسمؓ اور محمد بن  
کی بہادری کے انساں رہا۔ — اور ریڈیو والے اگر قوم کی حالت پر رحم کرتے تو



ایسے ہی پروگرام نشر کرتے رہے تو ہمیں امید ہے کہ قوم نہ تمام گانے بھول جائے گی۔  
جن سے مسلمانوں کا اخلاق بچر چکا تھا۔ اور پھر بچے بچے کی زبان پر یہی ہو گا۔

اٹھو ملے میں تلواروں کے بل کھانے کا وقت آیا

فضا میں پرچم توحید لہرانے کا وقت آیا

اور ————— نہیں ہو قاسم و محمود کی عظمت کے دکھانے

بستان ہند کے چیلوں سے ٹکرانے کا وقت آیا

اور ————— مسلمانوں بھلاؤ و بوزور مسلمان ہو جاؤ

رسول اللہ کے ناموس پر قسریان ہو جاؤ

اور پھر حق و باطل کی اس جنگ سے یہ بھی ثابت ہو گیا — کہ

فسر زندان توحید۔ حق کے پرستار اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے

دلوں کے دلوں کی دھڑکنیں ایک ہیں —————

اور یہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ" کی صدائے حق پر فوراً اکٹھے ہوجاتے

ہیں اور دواہگہ کی حسد سے دیکر اردن کی دیواروں تک دنیائے کفر کا مقابلہ

کرنے کے لئے تمام مسلمان ہر وقت تیار و مستعد ہیں —————

اور اقبال مرحوم نے ٹھیک ہی کہا تھا — کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نیسل کے ساحل سے لیکر آجاک کا سفر

اخلاق اور سماجی برائیوں اور سنگین قسم کے جرائم کا کسی حد تک خاتمہ ہو گیا۔

ہے۔ مسلمانوں میں خوفِ خدا پیدا ہو گیا ہے اور آپس کی ہمدردی اور خیر خواہی کے

جذبات ابھر آئے ہیں۔ مذہبی قدروں کی پاسداری ہونے لگی ہے۔

اور لوگ نمازی و غزائی بن گئے ہیں جس کی مثال اس سے مل سکتی

ہے کہ کارخانہ داروں سے اس جنگ میں اشیائے صرف کی قیمتیں نہیں بڑھنے

دیں۔ جس کی بدولت پاکستان کے مسلمانوں کو جنگ کے اثرات کا فائدہ برابر

احساس نہ ہو سکا۔

جبکہ ————— دوسری طرف ہندوستان کے عوام بھوکے مر رہے ہیں۔

اور ہنگامی نے بھارت کے عوام کی بولورام کر دی ہے۔

مگلاک ختم ہو گئی ————— جس کی وجہ سے پاکستان میں گندم کی قیمت

گر گئی ہے۔ اور جس دن جنگ شروع ہوئی تھی گندم کا بھلاؤ اٹھارہ روپے

من تھا۔ اور آج گیارہ روپے فی من ہے۔

تو۔ ایسے میرے نزدیک یہ جنگ پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے

لئے پیغام فتح و نصرت کے ساتھ ساتھ پیامِ رحمت بھی تھی۔

لیکن۔ ان تمام حقائق کے باوجود بھی ہمیں ابھی اسی جوش و حرارت

ای اٹھ دو اتفاق اور اسی عزم و استقلال کی ضرورت ہے۔

ایسے کہ ہمارے دشمن، انتہائی متاثر ہے، عیار ہے۔ کمینہ ہے اور ڈاکو

اور لٹیہ ہے اور اس کے کسی قول و فعل کا اعتبار نہیں ہے۔

کشمیر کے بارے میں اس کی ہٹ دھرمی ————— رائے عامہ کی مخالفت

کشمیر کے مسلمانوں کا قتل عام۔ ————— ہندو پانی کی بندش۔

اس کی جنگی تیار ایسے

اور جنگ کی دھمکیاں اور جنگی نعرے۔

اور پھر جب تک اس کے پاس غلام صادق۔ جلال الدین جھاکر۔ فاروق

عبداللہ اور میر قاسم جیسے غدارانِ اسلام موجود ہیں۔ ————— پتہ نہیں وہ پھر کس وقت

جنگ کا آگ کو بھڑکا دے۔

مگر ————— انہوں نے تو یہ ہے کہ کشمیر کے بارے میں عدل و انصاف کرنے

## حافظ غلام مصطفیٰ صاحب

حضرات محرم! آئیے آپ کو ایک ایسے مرد مومن اور اللہ کے شہر کا تعارف بھی کراتا چلوں جو ہمہ وقت جہاد بالمال، اسلام کی غفلت، دین کی سر بلندی اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج کے لئے معروف عمل رہتے ہیں۔ آپ کپڑے کے وسیع کاروبار کی معرفتیتوں کے باوجود، بیواؤں، یتیموں بے سہارا، غریب اور محتاج لوگوں کی مالی اعانت اس طرح فرماتے ہیں کہ کسی کو بھی کانوں کان خبر نہیں ہوتی!

اور ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مال و دولت کی فراوانی کے باوجود نام و نمود، جاہ و خیمت کا اظہار و نمائش نام تک کو بھی نہیں۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کسچ کہتا ہے کہ حافظ صاحب اس مطلب پرست دنیا، نفس پرست زمانہ اور مغرورہ سرمایہ داری کے کاروبار حیات میں جھک کر بڑے بڑے تاجر، عالم چوہدری اور سفاک بن مانکان دولت کے نشہ میں بدست ہو کر محتاج اور بے سہارا لوگوں کے کھوکھے بھی گرا دیتے ہیں اور

ناجائز عبادات کا سہارا بنا کر غریبوں کی بھونٹ باریاں بھی نہیں رہنے دیتے

اور کر دینے والے، امن و سلامتی کو قائم رکھنے والے اور رکھولنے والے ہی ابھی تک اس راستے پر نہیں چل سکے۔

جس راستے پر اگر وہ پہلے چل دیتے تو یہ حق و باطل کی جنگ نہ ہوتی! لیکن چونکہ وہ بھی پاکستان کے ہی نہیں بلکہ اسلام کے دشمن ہیں۔ ایسے وہ اس آگ کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے۔

اور آج بھی کشمیر کے مسئلہ کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس مسئلہ کا حل آج سے اٹھارہ برس پہلے تلاش ہو چکا ہے۔ جسے سلامتی کونسل اور ہندوستان نے بھی منظور کر لیا تھا۔

اور وہ تھا ”کشمیر میں آزادانہ رائے شماری“ اور اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ

اگر سلامتی کونسل نے کشمیر میں اپنے اس وعدے کو پورا نہ کیا۔ اور بھارت پر اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے دباؤ نہ ڈالا۔ تو سلامتی کونسل اپنی آگ میں خود ہی جل کر رکھ ہو جائے گی اور کسی اس عالمی ادارے پر اعتماد نہ رہے گا۔ اور اس کی پیشانی پر بزمی کا ایسا سیاہ داغ لگ جائے گا کہ جسے آئندہ صدیوں تک بھی نہ دھویا جاسکے گا!

اس لئے جب تک کشمیر کا مسئلہ کسی تسلی بخش صورت میں حل نہیں ہوتا۔ ہمارا نعرہ یہی رہنا چاہیے کہ

”فتح اور ہر قیمت پر فتح“

کیونکہ حدیث نبوی علیہ السلام ہے

ان الجنة تحت ظلل الشیخوف

مجددین نہایت اللہ کی دیواروں کے سائے میں پناہ عشق ادا ہوتی ہے تمواروں کے سائے میں۔

اور اپنی دولت پر عیاشیوں اور بر معاشیوں میں مدہوش مگر بیوہ اور بے بہارا  
خواتین کے سروں سے شرم و حیا کی چادریں تک فوج پھینکنے کو اپنا حق تصور کرتے  
ہیں۔

مگر حافظ غلام مصطفیٰ صاحب ہیں جو ضلالت و گمراہی کے اس دور میں اپنے  
دامن کو نیکی و شرافت کے موتیوں سے بھر رہے ہیں اور عیاشی و فحاشی کے گھٹاؤپ  
اندھیروں میں محبت و شفقت کی شمع جلائے ہوئے ہیں۔  
قواعد و محبت اور ایثار و قربانی کے پیکر منصور آباد کے لئے ایک مرد درویش  
کی صورت میں نمایاں ہیں۔

عبادت و ریاضت کے لئے سنگ مرمر کی ایک خوبصورت مسجد بنوا رکھی ہے  
جس میں بچوں کو قرآن مجید بخوبی اور ناظرہ پڑھانے کا بھی بہترین انتظام ہے۔  
یہ ذمہ داری قادی محمد شاکر کے شانوں پر ہے جو کہ انتہائی خوش الحان قاری ہیں  
جب وہ کیفیت دہی میں ڈوب کر قرآن کریم کی قراءت فرماتے ہیں تو سامعین و جہر و سرور  
میں ڈوب جاتے ہیں۔

جب درود و سلام اور دعا پڑھتے ہیں تو حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی ہے  
حافظ صاحب اولیائے کرام کے آستانوں پر بھی اکثر بیشتر حاضر فرماتے رہتے  
ہیں اور اگر وہاں ان کو کوئی کمی محسوس ہو تو خاموشی اکس کو ہر اک رویتے ہیں۔ مثلاً  
حضرت سلطان باجوہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر کوئی دھنوکہ کرنے اور غسل ملانے کا  
کوئی انتظام نہ تھا۔ اس سال محرم میں میری وہاں حاضری ہوئی تو یہ دیکھ کر میری خوشی کی  
کوئی انتہاء نہ تھی کہ وہاں سنگ مرمر کے حوض پر خوبصورت نواز سے عجب بہار دکھائی دے رہی تھی۔  
یہ سچے پر معلوم ہوا کہ یہ سعادت منصور آباد کے حافظ غلام مصطفیٰ صاحب کے حصہ  
میں آئی ہے جنہوں نے دلکش لاکھ روپے کے خرچ سے یہ دولت کی اور اس خشک جگہ

پر پانی کی نہریں بہا دیں اور زائرین حافظ صاحب کے حق میں دعائیں دیتے ہیں۔  
میں نے واپس آکر انہیں مبارکباد پیش کی۔  
حضرت گرامی! میرے ساتھ بھی بڑی عقیدت رکھتے ہیں اور کبھی میرا ہاتھ  
مل جائیں تو عالی نہیں ملتے۔

بہر حال۔ حافظ غلام مصطفیٰ صاحب بھی اللہ کے ان شیروں میں شامل۔  
ہیں جو جہاد فی المال کے ذریعہ، غریب پروری، بندہ نوازی اور بے کس و بے بہارا  
لوگوں کی ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں۔  
اور یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی برکت ہے کہ سال میں دو بڑے  
جلسوں کو بڑی و محوم و صام اور شان و شوکت سے منانے کا اہتمام کرتے ہیں، ایک  
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دوسرا معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔  
ان دونوں جلسوں پر عشق رسول اور محبت شاہِ دو عالم میں سرشار ہو کر ہزاروں  
روپے بچھا کر دیتے ہیں اور یہ سلسلہ غریب نوازی اور بندہ پروری و انوارِ لطف و کرم  
صرف حافظ صاحب کا ہی نہیں۔

بلکہ ان کا پورا گھرانہ اس سعادت میں ان کا شریک ہے۔ مثلاً حافظ صاحب  
کے چھوٹے بھائی غلام محمد صاحب بھی یکس دن ادارہ لوگوں کی حمایت۔ بیوہ و یتیموں کی خدمت  
گیری اور یتیموں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھنے میں حافظ صاحب کے ساتھ دل  
جان سے حاضر رہتے ہیں۔

خدا کے بندے تو میں ہمسازوں  
بنوں میں بھرتے ہیں مارے مارے  
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو  
خدا کے بندوں سے پیار ہوگا







**پیرامری سکول :** دارالعلوم فوربر رضویہ سے ملحق برآمدوں میں فوربر رضویہ پیرامری سکول کا بھی اجرا کیا گیا، تاکہ گرد و لواج میں رہنے والے بچے دینی ماحول میں تعلیم حاصل کر سکیں اور ملک و ملت کا بہترین سرمایہ ثابت ہو سکیں۔ شاہ صاحب قبلہ نے چار مرتبہ زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا۔ دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ملک کے طول و عرض میں تبلیغی دورے فرمائے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

**تحصیل علم :** شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم پبلی صیت (انڈیا) کی مرکزی جامعہ مسجد میں اپنے جد امجد مولانا حافظ سید شوکت علی شاہ، مولانا قاری عبدالحفیظ اور جناب قاری زینت علی سے حاصل کی پھر ۱۹۵۰ء میں والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے۔ سکھیں رہائش اختیار کی ۱۹۵۳ء میں علم دین کے حصول کی خاطر مرکزی دارالعلوم ہاسعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں داخل ہوئے۔ استفادہ کامل شیخ الحدیث حضرت علامہ ابو الفضل محمد سرور احمد محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ سے عرصہ فرماں میں علوم ظاہری باطنی کی تکمیل کی۔ حضرت محدث اعظم پاکستان نے اپنے دست مبارک سے دستاویزیات سجائی اور سند فراغت عطا فرمائی۔ بعد ازاں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ادیب عربی کا امتحان پاس کیا۔

**وصال :** ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲ فروری ۱۹۹۸ء بروز جمعہ المبارک کراچی میں انتقال فرمایا۔ آپ کس عرصہ میں شرکت کے لئے گاڑی سے آخر کرکٹ میں دارالعلوم امجدیہ کراچی کے لئے سوار ہوئے۔ اور راستہ ہی میں آپ کی رزح قفس منبری سے پر داز کر گئی۔

آسمان علم و فضل کا آفتاب عاتق ہمارے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ دارالعلوم جامعہ امجدیہ کراچی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ حضرت علامہ قاری عبدالحفیظ اعظمی صاحب کی اقتدار میں کثیر تعداد علماء کرام اور مومنانے نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں کراچی سے بذریعہ طیارہ آپ کی میت کو فیصل آباد لایا گیا۔ امر پورٹ سے آپ کا جنازہ استفادہ کامل محدث اعظم پاکستان ابو الفضل محمد سرور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر لایا گیا پھر وہاں سے بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے لایا گیا، جہاں پر صبح سے نماز عصر تک زائرین میت کا بہت بلا ہجوم ہو چکا تھا۔ نماز عصر کے بعد قریبی پارک میں صدر اشرفیہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت علامہ قاری رضوان المصطفیٰ اعظمی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں بغدادی مسجد سے متصل برآمدہ میں اس عاشق رسول کو دفن کیا گیا۔

آپ کا عرس ہر سال ۲۵/۲۴ صفر المظفر کو بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد میں منایا جاتا ہے۔

حضرت قبلہ سید زاہد علی شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے پھر بچے اور دیہاتیاں چھوڑیں۔ آپ کے سب سے بڑے فرزند صاحبزادہ سید ہدایت رسول شاہ صاحب، حفظہ قرآن اور میرٹک تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے ادارہ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور ایم۔ اے میں ترقی تعلیم میں اور اس کے ساتھ ساتھ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد میں خطابت کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

مذہب الاحقاق کے علاوہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کے نزدیک حضرت شاہ صاحب علیہ رحمہ ایک صاحب قلب و نظر، صاحب علم و عمل

اور صاحبِ قلبِ سلیم ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک  
مرد درویش اور مردِ کامل ہونے کے ساتھ ساتھ فقر و درویشی کے راستہ پر بھی گامزن  
تھے یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی تمام کتابوں کے حقوق ان کے صاحبزادگان کے  
بیانت و امانت کے پیشِ نظر دے دیئے ہیں۔

• ————— سید افتخار الحسن زیدی

# ہماری دیگر مطبوعات

مواظظ رضویہ اولہ (۱) گنبد خضریٰ

فضائل الامام الشہید (۲) مسجد نبویؐ

مقامات نبوت (۳) گستاخ رسولؐ کی سزا

مقامات صحابہ (۴) کفسر نیرید

مقامات اولیاء (۵) نسبت مابین حبیب

خاکِ کربلا مجلد (۶) سیرت امام الانبیاء

ماہِ کنعان (۷) طب نبویؐ بہر زندگی

المعراج (۸) شمع شبستانِ رضا سبک

مکتبہ نور کیہ رضویہ گبرگ۔ فیصل آباد۔